ریاض الشہادت

المعروف بہ

زینت المجالس

بہ ترمیم و تصنیف

عالی جناب مولانا السید محمد مجتبیٰ صاحب قبلہ نوگانوی
فقیہ فاضل، ادیب فاضل، صدر الافاضل
مصنف تعلیم الشہدا، الاعتبار، ارغام الکفرہ، اثبات الحجاب
جواہر بے بہا، عین حقیقت وغیرہ وغیرہ
و شارح سمط الدرر

مطبوعہ ترقی پریس دہلی

نذرِ عقیدت

یہ گدائے بابِ اہل بیت اور محتاج کرم محمدؐ و آل محمدؐ اپنی اس بے حقیقت خدمت کو کمالِ عقیدت و انتہا خلوص کے ساتھ حضرت صاحِبُ العصرِ وَالزمان، حُجّۃ اللہ المستعان، قاطع البرہان خلیفۃ الرحمٰن، مظہرُ الایمان، اِمامُ الانس والجان۔ صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیہ کی نذر کرنے کا شرف بے نہایت و فخر بے غایت حاصل کرتا ہے ویقین کامل و وثوق تمام ہے کہ یہ نذر منظور نظر عصمت و مقبول حضرت حجتؑ ہو گی اور یہ برکت قائم آل محمد تا قیامت قائم و باقی رہ کر حقیر مؤلف کے لئے مزید توفیقات خدمت مذہب حقّہ فلاح دارین اور نجات و مغفرت کا وسیلہ ہوگی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

وَاَنَا المُذنِب

السید محمد مجتبیٰ اعفی عنہ

نوگانوی

عن الصادق علیہ السلام انہ قال من بکی علی الحسین او ابکی او تباکی وجبت له الجنۃ

الحمد للہ کہ کتاب

ریاض الشہداء

۱۳۵۲ھ

المعروف بہ

زینۃ المجالس

بترمیم و تصنیف

عالیجناب مولانا السید محمد مجتبیٰ صاحب نوگانوی خلف زبدۃ الذاکرین

عمدۃ المتفقہین جناب تقدس مآب مولانا السید محمد حسین صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

بارِ دوم بہ تعداد ایکہزار

در مطبع جید برقی پریس دہلی مزین بزیور طبع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَلِکِ الْحَقِّ الْمُبِیْنِ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الصَّادِقِ الْاَمِیْنِ، وَعَلٰی اٰلِہِ الْغُرِّ الْمَیَامِیْنِ، لَاسِیَّمَا عَلَی الْمَظْلُوْمِ الْمَقْتُوْلِ الظَّمْاٰنِ، اِمَامُ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ، سِبْطِ رَسُوْلِ الثَّقَلَیْنِ، مَوْلَانَا اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْنِ، اَلَّذِیْ نَاحَتْ عَلَیْہِ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضِیْنَ، وَتَشَقَّقَتْ فِیْ مَصَائِبِہٖ اَکْبَادُ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَتَقَرَّحَتْ اَفْئِدَۃُ الْحُوْرِ الْعِیْنِ، وَتَزَلْزَلَتْ اَرْکَانُ الْمَشْعَرِ وَالْعَرَفَاتِ وَبَیْتِ اللّٰہِ الْحَرَامِ، وَثُلِمَتْ ثُلْمَۃٌ عَظِیْمَۃٌ فِی الْاِسْلَامِ، وَاضْطَرَبَتِ الْحِیْتَانُ وَالْبُحُوْرُ، وَبَکَتْ عَلَیْہِ الْوُحُوْشُ وَالطُّیُوْرُ، حَتّٰی نَشَرَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلَیْہِ الْاَجْنِحَۃَ وَالشُّعُوْرَ، وَنَاحَتْ وَتَنُوْحُ عَلَیْہِ الْجِنُّ وَالْاِنْسُ مدی الازمان والدھور، وَھُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ الْبَاکِیْ عَلَیْہِ الْیَوْمَ مَسْرُوْرًا ضَاحِکًا یَوْمَ الْحَشْرِ وَالنُّشُوْرِ، وَنَفَسُ الْمَھْمُوْمِ لَہٗ تَسْبِیْحٌ لِلرَّبِّ الْغَفُوْرِ، وَالسَّعْیُ فِیْ اِقَامَۃِ عَزَائِہٖ مَشْکُوْرٌ۔

امابعد ابتدائے سلسلۂ تصنیف و تالیف سے احساس خدمت دین و ملت اور جذبۂ محبت محمد و آل محمد متقاضی تھا کہ **فضائل و مواعظ** و مصائب میں کوئی کتاب مجالس کی ترتیب پر مرتب کرکے خدمت مومنین والا تمکین میں پیش کروں مگر عوائق مخصوصہ کسی بڑی کتاب کی طباعت پر اقدام سے مانع رہے اور جو کچھ مضامین کا ذخیرہ ہوتا رہا اسے دوسرے موضوعات کے تحت میں متفرق طور پر تعلیم الشہداء، الاعتقاد، اثبات الحجاب اور جواہر بے بہا وغیرہ کے لباس میں ظاہر کرنا پڑا۔ آخر الذکر کتاب یعنی جواہر بے بہا کے نام سے فراغت کے بعد قرب ماہ عزا کی وجہ سے قدیم ارادہ میں جدید تقویت ہوئی اور عزم کیا

کہ سَارِعُوْا اِلَی الْخَیْرَاتِ جلد از جلد کوئی کتاب تیار کروں لیکن کسی مستقل کتاب کی تنظیم و ترتیب سے قبل میں نے مناسب بلکہ نہایت درجہ ضروری سمجھا کہ جناب والد علام مدظلہ کی مشہور و مقبول کتاب زینۃ المجالس کو زندہ کروں جو مرثیع اہلبیت میں میری معلم اول ہے اور جس کی مدد سے میں نے ممبر پر بیٹھنا سیکھا ہے اسلئے کہ یہ کتاب اپنی جامعیت و خطابت میں اپنی آپ ہی نظیر اور فضائل، مواعظ و مصائب کا ایسا بیش بہا مجموعہ ہے کہ آب زر سے لکھکر محفوظ کیا جائے مگر اسقدر کمیاب ہوجانے کی وجہ سے کہ میرے پاس بھی جو نسخہ رہا وہ مستعار رہا کبھی دیدیا کبھی لے لیا اسکا وجود معقود اور فوائد بے بود ہوتے جارہے تھے اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس سے غفلت کرکے نئی کتاب لکھنا ایک نہایت ہی غیر مستحسن امر تھا لہذا میں نے زینۃ المجالس کے احیاء کو مقدم رکھا مگر یہ کتاب سنہ ۱۳۱۶ھ میں یعنی اب سے چھتیس برس قبل چھپی تھی مدتیں گزر گئیں، زمانہ ہوگیا، دنیا کا رنگ بدل گیا، اہل عالم کی طبائع بھی کچھ اور ہوگئیں، مزاج متغیر ہوگئے، رنگ ذاکری کچھ سے کچھ ہوگیا، زبان منزلوں آگے بڑھ گئی اس حالت میں زینۃ المجالس کو اسی ہیئت پر باقی رکھنا گویا اُسکے افادات میں رخنہ عظیم ڈالدینا تھا اسلئے میں نے اسکا لباس بدلا اسکے قدیم مضامین کو مختصر کرکے دور حاضرہ کے موافق جدید نکات و استدلالات اضافہ کئے اور ایسے مضامین بڑھائے جنکو زمانہ حال چاہتا ہے۔

میں اس کتاب کو اس صورت میں لانے کا ارادہ کررہا تھا کہ والد ماجد مدظلہ اپنے قیام گاہ ریاست جانسٹھ ضلع مظفرنگر سے تشریف لے آئے اور میرے قصد پر مطلع ہوکر ان موانع کے خلاف میری ہمت افزائی فرمائی جو مجھے کسی بڑی کتاب کا کام شروع کرنے میں پیدا ہوئے تھے بلکہ اکثر و بیشتر مقامات پر علمی رہبری فرماکر بھی میرا بہت وقت بچالینے کے علاوہ کتاب کی قدر و قیمت میں نمایاں اضافہ فرمادیا۔

کتاب کا کام شروع تو کردیا مگر قرب ماہ محرم کیوجہ سے سخت انتشار تھا کہ نہ

معلوم وقت پر تیار ہو کر مومنین تک پہنچ بھی سکیں یا نہیں لیکن توفیق باری اور تائید
اہلبیت عجب چیز ہے جس نے میرے اندر اسقدر عرقریزی دماغ سوزی اور محنت کی قوت
پیدا کردی کہ دیکھنے والوں کو صحت کا خطرہ ہونے لگا اور حقیقتاً میں اپنے آپ کو خود
مضمحل اور تکان زدہ نظر آنے لگا کئی مرتبہ کتابت سے مایوسی ہوئی مگر توفیق و تائید نے
ایک مہینہ کی جیسی قلیل مدت میں ایسی اہم خدمت کو مجھ جیسے حقیر ترین عالم و ذلیل ترین
مردم کے ہاتھ سے انجام دلایا اور دو تین ماہ کے اندر ہی جو امر بے بہا ہو سکے۔ ا صفحات
ہیں اور زینۃ المجالس کو آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں میرا عقیدہ ہے کہ اس جانفشانی کی
واقعی داد دربار الوہیت و سرکار اہلبیت ہی سے مل سکتی ہے لیکن اگر آپ بھی اتنی زحمت
فرمائیں کہ کتاب کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ایک کارڈ پر اپنی رائے بطور تبصرہ تحریر فرما کر
میرے دفتر "شیعہ دائرۃ الاشاعت نوگانوہ سادات ضلع مرادآباد میں بھیجدیں تو کتاب
کی اشاعت و شہرت میں اضافہ ہونے کی وجہ سے تذکرہ اہلبیت میں ترقی ہوگی مجالس
کی زینت بڑھیگی، مومنین کی ضرورتیں پوری ہونگی اور ایسے امور خیر کا سبب و ذریعہ
بننے کی وجہ سے آپ خود ہی سوچ لیجئے کہ آپ کو کسقدر اجر و ثواب کا استحقاق ہوگا۔

میں یقیناً بشر ہوں اسلئے امکان خطا بھی یقینی ہے لہذا التماس ہے کہ میری بے
التفاتی یا تعجیل کار کی وجہ سے جو تقصیرات ہوئی ہوں وہ پردہ عفو میں چھپائی جائیں یا
مجھ سے بذریعہ نوازشنامہ اُنسے مطلع کیا جائے تاکہ میری ہمت شکنی نہو اور زینۃ
المجالس جلد دوم کو جلد از جلد پیش خدمت کر سکوں جو محض میری تصنیف ہوگی والسلام

خادم ملت

السید محمد مجتبیٰ عفی عنہ

نوگانوی

کتبہ السید نفیس حسن امروہوی

فہرست زینتہ المجالس

مجلس بیان نور محمدی مع نکات لطیفہ حالات ولادت جناب رسالتمآب کعب کا دربار معاویہ میں فضائل محمد و آل محمد بیان کرنا کثیر کا خدمت امام میں پیام عمر سعد لانا ابو ثمامہ کی وفاداری، استغاثہ امام اور لاشہائے شہداء کا اضطراب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فِی مَوَدَّۃِ الْقُرْبیٰ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ اِنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ خُلِقْتُ اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ اللہُ اٰدَمَ بِاَرْبَعَۃِ اٰلَافِ عَامٍ فَلَمَّا خَلَقَ اللہُ اٰدَمَ رُکِّبَ فِیْ صُلْبِہٖ فَلَمْ یَزَلْ فِیْ شَیْءٍ وَّاحِدٍ حَتّٰی اِنَّہٗ افْتَرَقَا فِیْ صُلْبِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَفِیَّ النُّبُوَّۃُ وَفِیْ عَلِیٍّ الْخِلَافَۃُ یعنی کتاب مودۃ القربیٰ میں سلمان فارسی سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ میں اور علی پیدائش حضرت آدم سے چار ہزار سال قبل ایک ہی نور سے پیدا ہوئے جب خلّاق عالم نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو وہ نور صلب حضرت آدم میں آیا اور ہمیشہ یکے بعد دیگرے ایک ہی صلب میں (منتقل ہوتا) رہا یہاں تک کے صلب حضرت عبدالمطلب میں آکر اسکے دو حصے ہوگئے (میرا نور صلب حضرت عبداللہ میں گیا اور علی کا صلب ابو طالب میں) مجھے نبوت ملی اور علی کو میری نیابت و خلافت

جس حدیث مبارک کو میں نے عنوان مجلس قرار دیا ہے یہ وہ مستند و معتبر حدیث ہے جسکو سو علماء نے نقل کیا ہے ان میں سے سید علی بن شہاب الدین ہمدانی نے بھی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ میں لکھا ہے جیسا کہ ابھی میں نے حوالہ دیا اور صاحب مودۃ القربیٰ کے مرتبہ اور علم و فضل کے متعلق ملا جامی نے لکھا ہے کہ اُنہوں نے ایک ہزار چار سو اولیاء کی زیارت

کی ہے اور چار سو اولیاء کی زیارت سے ایک جلسہ میں مشرف ہوئے لیکن پھر بھی بعض جذبات کے ماتحت کچھ لوگ اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اپنے جذبات کے وہ مالک ہیں مگر یہ خیال رہے کہ حدیث پر ضعف کا الزام دینے سے حدیث تو بعد کو ضعیف ہوگی پہلے سید علی جیسے عالم جید کے ایمان کا ضعف خود بخود ثابت ہو جائیگا اور اگر عالم مذکور کے ایمان کو سنبھالا جائیگا تو حدیث کو خود بخود تقویت ہوگی مگر معترضین کے ایمان کی خیر نہیں، میں خیال کرتا ہوں کہ اعتراض کرنیوالوں کو علامہ سید علی کے ایمان کے متعلق شک کرنے میں کچھ تامل نہ ہوگا اسلئے کہ رسول کی رسالت میں شک کرنیوالوں کے پیرو ہیں یہ نتیجہ مراتب وفضائل محمد وآل محمد میں قدح کرنے کا اللّٰھم صلِ علی محمدٍ وّ آلِ محمدٍ

بہر حال حدیث مذکور کی تشریح کے لئے مجھے احادیث جلاء العیون کا خلاصہ یاد آگیا ہے کہ محمد و علی پیدائش عالم سے دو ہزار سال قبل خداوند عالم کے نزدیک دو نور تھے جب ملائکہ کی نظر ان نوروں پر پڑی تو دونوں کی اصل کو ایک پایا جس سے ایک شعاع ساطع تھی جو اسکی فرع تھی فرشتوں کی نگاہیں نور رسالت و امامت کو متحدانہ قوت سے ضو پاش دیکھکر حیران رہگئیں درگاہ احدیت میں عرض کرنے لگے کہ بار الٰہا یہ نور کسکا ہے ندا آئی کہ یہ نور میرے نور سے ہے جسکی اصل رسالت اور فرع امامت ہے رسالت میرے بندہ محمد کے لئے ہے اور امامت اُسکے جانشین اور خلیفہ علی بن ابیطالب کے واسطے اگر یہ نہوتے تو میں کوئی چیز پیدا نکرتا اللّٰھم صلِ علی محمد و آلِ محمد۔

امام حسن عسکری علیہ السلام قول جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نور خدا سے پیدا ہوا ہوں میرے اہلبیت میرے نور سے خلق ہوئے ہیں، محبان اہلبیت کی خلقت نور اہلبیت سے ہے اور باقی لوگ آتش جہنم سے بنے ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ بغض اہلبیت کو اسطرح چھپاتے ہیں کہ ظاہر بظاہر نظر نہیں آتا اور بادی النظر میں دوستدار اہلبیت معلوم ہوا کرتے ہیں جیسے کہ نار و نور میں بعض اوقات امتیاز

نہیں ہوتا اور نار پر نور کا دھوکا ہو جاتا ہے مگر آخر کب تک ایک دن نا بہی اسکا فیصلہ کریگی اور ہر شے اپنی اصل کیطرف لوٹ جائیگی اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمد و ال محمد

مودۃ القربیٰ میں ہے کہ جناب رسالت مآب نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علی ایک شجر سے پیدا ہوئے ہیں میں اصل ہوں علی اسکی فرع حسنین اسکے ثمر اور شیعہ اسکے پتے ہیں۔ پھر قدم امامت کو دوش رسالت پر دیکھکر لوگ کیوں تعجب کرتے ہیں جبکہ فرع ہمیشہ اصل سے بالا ہوتی ہے کیوں اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (حسن و حسین جوانان اہل جنت کے سردار ہیں) پر اعتراض ہے جبکہ ثمر کا برگ پر امتیاز ظاہر ہے اور کیوں شِیْعَتُنَا مَعَنَا فِی دَرَجَتِنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃ (ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ ہمارے ہی درجہ میں ہونگے) نہیں سنا جاتا جبکہ غلام رہتا ہی ہے مخدوم کے ساتھ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمد و ال محمد۔

امیر المومنین علی بن ابیطالب سے منقول ہے کہ سب سے پہلے جس چیز کو خداوند عالم نے پیدا کیا وہ نور محمدی تھا جو آب، عرش، کرسی، آسمان، زمین، لوح، قلم، بہشت، دوزخ اور ملائکہ کی خلقت سے چار سو چوبیس (۴۲۴) ہزار سال قبل پیدا ہوا اور ہزار سال پیش ذوالجلال کھڑا ہوا حمد وثنائے اقدس باری کرتا رہا حقتعالی اسپر نظر رحمت رکھتا تھا اور درگاہ احدیت سے ارشاد ہوا کہ اگر تو نہوتا تو میں زمین و آسمان کو پیدا نکرتا جو تیرا دوست ہے میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں اور جو تیرا دشمن ہے وہ میرا بھی دشمن ہے اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمد و ال محمد۔

پھر خداوند عالم نے اس نور سے بارہ حجاب پیدا کئے۔ حجاب قدرت[1]، حجاب عظمت[2]، حجاب عزت[3]، حجاب ہیبت[4]، حجاب جبروت[5]، حجاب رحمت[6]، حجاب نبوت[7]، حجاب کبریا[8]، حجاب منزلت[9]، حجاب رفعت[10]، حجاب سعادت[11] اور حجاب شفاعت[12] نور محمدی نے حکم خداوند عالم سے حجاب قدرت میں بارہ ہزار سال حجاب عظمت میں گیارہ ہزار سال، حجاب عزت میں دس ہزار سال، حجاب ہیبت میں نو ہزار سال، حجاب جبروت میں آٹھ ہزار سال حجاب

رحمت میں سات ہزار سال، حجاب نبوت میں چھ ہزار سال، حجاب کبریا میں پانچ ہزار سال، حجاب منزلت میں چار ہزار سال، حجاب رفعت میں تین ہزار سال، حجاب سعادت میں دو ہزار سال اور حجاب شفاعت میں ایک ہزار سال تسبیح حق سبحانہ ادا کی۔ شاید پردوں میں رہکر عبادت خدا اور تسبیح و تقدیس خلاق عالم کرنے سے یہ مقصود ہو کہ ہم خدا کے محبوب ہیں لہذا ہماری یہ شان نہیں ہے کہ بے حجاب کہلائیں یا شاید اس معصومہ کی پردہ داری مطلوب ہو جسکا نور نور رسالت میں شامل تھا قبل خلقت یہ پردہ داری اور بعد وفات یہ پردہ کا اہتمام کہ جنازے پردہ شب میں اُٹھایا شاید پردہ میں رہکر تسبیح و عبادت سے یہ سبق دینا ہو کہ دنیا کے دکھانے کے لئے عبادت کرنا شان عبودیت کے خلاف ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

اقدس الٰہی نے نور محمدی سے بیس ہزار دریائے نور پیدا کئے کہ ہر دریا میں ایک ایسا علم تھا جسکو بجز خداوند عالم کوئی نہیں جانتا تھا اور حکم دیا کہ دریائے عزت، دریائے صبر، دریائے خشوع، دریائے تواضع، دریائے رضا، دریائے وفا، دریائے پرہیزگاری، دریائے خشیت، دریائے انابت، دریائے عمل، دریائے صدق، دریائے امانت، دریائے جود، دریائے علم، دریائے مزید، دریائے ہدایت، دریائے صیانت، دریائے حیا اور دریائے حلم میں غوطہ لگائے آپ بھی کیسے قدر گوہر شاہوار مانند یا بدر جوہری، شاید دریاؤں میں غوطہ لگانیکے حکم سے جوہر شناس قدرت کو در شاہوار رسالت پر جلا دینا مقصود ہو اسلئے کہ جب جوہری موتی کو جلا دینا چاہتا ہے تو اسے خاص ادویہ کے پانی میں غوطہ دیتا ہے فرق یہ ہے کہ وہ تمام اجزا کو ایک جگہ پانی میں ملا لیتا ہے اور اسی ایک پانی میں موتی کو غوطہ دیتا ہے اور گوہر صدف نبوت نے دریائے عزت میں علیحدہ غواصی کی اور عزیز بنگیا دریائے صبر میں علیحدہ غوطہ لگایا اور صابر ہو گیا، دریائے تواضع میں غوطہ زن ہوا تو متواضع بنگیا، دریائے رضا سے غوطہ لگا کر نکلا تو راضی برضا ہو گیا، دریائے وفا میں داخل ہوا تو خدا کا محبوب وفادار کہلایا یہانتک کہ جب آخر دریا سے برآمد ہوا تو خطاب ہوا کہ ای حبیب اور ای بہترین رسل تم شفیع روز جزا ہو پس وہ نور ہر ہر خطاب پر

سجدہ بجالاتا تھا، جبین اقدس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے گرے، ہر قطرے سے ایک نبی پیدا ہوا اور سب نور محمد کا طواف کرنے لگے۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد وال محمد

پھر نور محمدی سے ایک جوہر پیدا کرکے اسکے دو حصے کیے، ایک کو بنظر ہیبت دیکھا تو آب شیریں بنگیا اور دوسرے کو بنظر شفقت دیکھا تو اس سے عرش کو پیدا کرکے پانی پر قرار دیا۔ نور عرش سے کرسی، نور کرسی سے لوح اور نور لوح سے قلم کو پیدا کیا قلم کو حکم دیا کہ میری توحید تحریر کر اس حکم کو سنکر قلم بیہوش ہوگیا ایک ہزار سال کے بعد جب ہوش آیا تو عرض کیا خداوندا کیا لکھوں حکم ہوا کہ لکھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ قلم یہ سنکر سجدہ میں گیا اور تسبیح باری بجالایا پھر سر اٹھا کر کلمہ شہادتین لکھا یا یوں کہئے کہ قلم نے کلمہ کو سنتے ہی سجدہ کرکے عالم کو سبق دیدیا کہ قابل سجدہ وہی ہے جسکا ذکر کلمہ میں ہے یا یوں کہئے کہ سجدہ کرکے توحید باری کی عملی شہادت دی اور کلمہ لکھکر تحریری تاکہ نشان سجدہ کے ساتھ ساتھ نشان توحید بھی قائم و درخشاں رہے اللّٰھم صل علیٰ محمد وال محمد۔

اسکے بعد نور محمدی سے بہشت کو خلق کیا اور اسکو چار اوصاف سے زینت بخشی، تعظیم۔ جلالت، امانت، سخاوت۔ اور عرش کو دو نوروں سے مزین کیا نور فضل، و نور عدل، نور عدل سے عقل، علم، حلم اور سخاوت۔ عقل سے خوف و بیم۔ علم سے رضا و خوشنودی، حلم سے مودت اور سخاوت سے محبت پیدا کی اور ان صفات سے طینت محمد و آل محمد کو خمیر کیا بعدہ ارواح مومنین، اسکے بعد چاند، سورج، رات دن، روشنی و سیاہی کو خلق فرمایا اور تمام ملائکہ کو نور محمدی سے پیدا کیا اللّٰھم صل علیٰ محمد وال محمد۔

پھر نور محمدی تہتر سال زیر عرش، ستر ہزار سال بہشت میں اور ستر ہزار سال سدرۃ المنتہیٰ میں ساکن رہا اسکے بعد ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی جانب منتقل ہوتا ہوا آسمان اول تک پہنچا اور وہاں ساکن رہا یہانتک کہ جسد آدم درست ہوا روح پھونکی گئی فرشتوں کو حکم سجدہ ہوا فرشتے سجدے میں تھے کہ حضرت آدم نے عقب سے صدائے تسبیح و

تقدیس سنی استفسار کیا ندا آئی کہ یہ محمد عربی کی آواز تسبیح ہے جو خیر اولین و آخرین ہیں
اے آدم میرے عہد کو لو اور اسکو رحمہائے پاکیزہ و شکمہائے طیبہ اور پشتہائے طاہرہ میں
رکھو اسکے بعد حضرت حوا خلق ہوئیں وہ نور جسکو زبان قدرت نے عہد سے تعبیر کیا تھا
آدم کے ساتھ ساتھ رہا یہانتک کہ حوا حاملہ ہوئیں اور حضرت شیث رحم حضرت حوا
میں آئے جب آپ پیدا ہوئے تو نور محمدی جبین مبارک میں چمکتا تھا یہانتک کہ ایک
حوریہ کے ساتھ آپ کا عقد ہوا جس سے حضرت انوش پیدا ہوئے اور نور محمدی ان میں
آگیا اسیطرح منتقل ہوتا ہوا پیشانی حضرت ہاشم میں آیا وہاں سے صلب عبد اللہ میں
گیا آپ کا عقد حضرت آمنہ سے ہوا اور سترہ ربیع الاول کو آفتاب فلک کے ساتھ
ساتھ آفتاب آسمان رسالت نے طلوع کرکے بحکم محمود محمد نام پایا۔ اصنام عالم سرنگوں
ہوگئے' ایوان نوشیروان متزلزل ہوا اسکے چودہ کنگرے منہدم ہوگئے۔ دریائے ساوہ خشک
ہوگیا جہاں برسوں پانی نظر نہ آیا تھا وہاں پانی جاری ہوا' آتشکدۂ فارس خموش ہوگیا اللّٰہم
صلّ علیٰ محمد وّ آلِ محمد۔

لکھا ہے کہ اسوقت شیطان نے اپنی اولاد کو بلایا اُنہوں نے آکر پوچھا کہ ای سردار
تم کس فکر میں ہو کہا کہ میں اول شب سے اسوقت تک حالات ارض وسماء دگرگون پاتا
پاتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حادثۂ عظمیٰ زمین پر واقع ہوا ہے جاؤ اور حقیقت معلوم کرو
وہ سب اِدھر اُدھر چلے گئے اور واپس آکر کہا کہ ہم نے تو کچھ نہیں پایا یہ سنکر وہ خود تلاش
کرتا ہوا حرم میں پہنچا دیکھا کہ ملائکہ اطراف حرم گھیرے ہوئے ہیں فرشتوں نے دیکھکر اسکو
للکارا وہ گنجشک کیطرح چھوٹا بنکر کوہ حرا کی طرف سے داخل ہوا جبرئیل نے کہا کہ ای ملعون
دور ہو شیطان نے کہا کہ آج زمین پر کیا حادثہ گذرا ہے جواب دیا کہ آج ختم رسل محمد مصطفےٰ
پیدا ہوئے ہیں۔ نیز منقول ہے کہ طموسا ایک مچھلی ہے جو تمام مچھلیوں کی سردار ہے اسکے سات
لاکھ [illegible] پشت پر سات سو گاڑیاں چلتی ہیں اور پھر بھی اسکو خبر نہیں ہوتی اسوقت وہ

بسبب سرور اُچھل پڑی اور اگر مالک ارض وسماء روکتا تو تختۂ زمین کو اُلٹ دیتی غرض ولادت ختمی مرتبتؐ بحر و بر میں سرور کا عالم تھا یہانتک کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو مبارکباد دیتا تھا اللھم صلے علی محمد وآلہٖ
عباس کہتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرت کو گود میں لیا تو آپ سے مشک کی خوشبو آتی تھی یہانتک کہ میں خود خوشبو سے معطر ہو کر مثل نافۂ مشک ہو گیا اور آمنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مجھ پر دردِ زہ کی شدت ہوئی تو میں نے گھر میں آدمی کی آوازوں سے مشابہ بہت سی آوازیں سنیں، سندس بہشت کا ایک علم دیکھا جو نیزہ یاقوت پر آویزاں تھا، جب یہ فرزند پیدا ہوا تو سر سے ایک نور ساطع ہوا جس سے تمام زمین و آسمان روشن ہو گئے، قصرہائے شام فرط نور سے مثل شعلۂ آتش نظر آنے لگے، میں اپنے گرد بہت سے طائروں کو دیکھتی تھی وہ سب میرے ہر چہار طرف اپنے پر کھولے ہوئے تھے۔ شعیرۂ اسدیہ میری طرف سے گزرے اور کہنے لگے کہ اے آمنہ کاہن اور بت تیرے فرزند سے عجائب و غرائب دیکھینگے پھر ایک جوان بلند قامت خوبرو خوش لباس کو دیکھا میں نے سمجھا کہ یہ عبدالمطلب ہیں وہ میرے پاس آیا اور آب دہن اس مولود کے منہ میں ڈالا اسکے ساتھ ایک طشت طلا تھا جسمیں زمرد جڑے ہوئے تھے اور ایک طلائی کنگھی تھی اُسنے اسکے شکم مبارک پر ہاتھ پھیرا اور باتیں کیں اسنے جواب بھی دیا مگر میں اُنکی باتیں نہ سمجھی سوائے اسکے کہ تم حفاظت خدا میں رہو میں نے تمہارے دل کو علم، ایمان، حلم، یقین، عقل اور شجاعت سے بھر دیا، تم بہترین بشر ہو خوشحال اسکا جو تمہاری پیروی کرے اور وائے ہو اُس پر جو تمہاری مخالفت کرے پھر اُسنے ایک کیسہ حریر سفید نکالکر اسکا مونہہ کھولا اور ایک انگشتری اسمیں سے نکالکر دونوں شانوں کے درمیان مہر کی جسکا نقش نمودار ہو گیا پھر روح القدس اس مولود میں پھونکی، ایک پیراہن پہنا کر کہا کہ یہ دنیا کی آفتوں سے تمہارے لیے امان ہے۔ عباس راوی ہیں کہ میں نے خود شانوں پر مہر کا معائنہ کیا مگر ہمیشہ یہ حال مخفی رکھا یہانتک کہ میرے دل سے محو ہو گیا جب میں مشرف باسلام ہوا تو جناب رسالتمآب نے

خود مجھ کو یاد دلایا۔ اَللّٰھُمَّ صلّ علیٰ محمّد و آلِ محمّد۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت آمنہ کا قول ہے کہ جب میں حاملہ ہوئی تو آثار حمل ظاہر نہیں ہوئے پھر میں نے خواب میں ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ تم بہترین مردم سے حاملہ ہوئی ہو جب وقت ولادت آیا تو آنحضرت بآسانی پیدا ہوئے اور مجھے کسیطرح کی تکلیف نہ ہوئی اسوقت مجھے ہاتف نے آواز دی کہ تمنے بہترین مردم کو زمین پر ڈالا ہے پس اسکو ظالم و حاسد کے شر سے خدا کی پناہ میں دو۔ ابن سعد سے روایت ہی کہ میں معاویہ کے پاس بیٹھا تھا اور کعب الاخبار بھی حاضر تھا۔ میں نے کعب سے پوچھا کہ تمہاری کتابوں میں حالات ولادت جناب رسالت کیونکر لکھتے ہیں آیا کوئی فضیلت عترت آنحضرت کے لئے بھی پائی جاتی ہے کعب نے معاویہ کیطرف یہ معلوم کرنے کے لئے دیکھا کہ آیا وہ اسکے بیان پر راضی ہے یا نہیں حقتعالیٰ نے معاویہ کی زبان پر جاری کیا کہ جو کچھ جانتے ہو بیان کرو کعب نے کہا کہ میں نے بہتّر کتب آسمانی اور صحف دانیال کو پڑھا ہے سب میں ولادت آنحضرت اور ولادت عترت اطہار کا ذکر ہے کسی پیغمبر کی ولادت کے وقت فرشتے نازل نہیں ہوئے سوائے حضرت عیسیٰ و حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کے، کسی عورت کیواسطے پردہائے بہشت نصب نہیں کئے گئے سوائے حضرت مریم و آمنہ کے، کسی عورت پر حاملہ رہنے کیوقت ملائک موکل نہیں ہوئے سوائے مادر عیسیٰ و مادر محمد کے، شب حمل محمدی منادی نے ساتوں آسمانوں کے درمیان ندا دی کہ تمہیں در آبدار رسالت کے صدف عظمت و جلالت میں جاگزیں ہونے کی بشارت ہو پھر تمام زمینوں اور دریاؤں میں اس خوشخبری کی صدا دی جو تمام اہل زمین و آسمان نے سنی، شب ولادت آنحضرت ستر ہزار یاقوت سرخ کے اور ستر ہزار مروارید کے قصر تعمیر ہوئے جنکا نام قصور ولادت رکھا گیا بہشتوں کو آواز آئی کہ خوش اور بالیدہ ہو جاؤ کہ تمہارے دوستوں کا پیغمبر پیدا ہوا ہے یہ سنکر بہشتوں نے خندہ کیا اور تا قیامت

خنداں رہینگے' ایک پہاڑ نے دوسرے پہاڑ کو مبارکباد دی اور سب نے آواز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ بلند کی تمام نخل نے مع شاخ و ثمر تقدیس باری کی' مابین ارض و سما نور کے ستر عمود نصب ہوئے' فرشتوں نے حضرت آدم کو مبارک دی پس انکا حسن ستر حصہ زائد ہو گیا تلخی مرگ ان کے ذائقہ سے زائل ہو گئی حوض کوثر وجد کرنیلگی اور ستر ہزار قصر یاقوت و مروارید ستر ولادت ختمی مرتبت پر نثار کیلئے باہر پھینکے' شیطان چالیس روز تک زنجیر ان میں مقید اور اسکا تخت پانی میں غرق رہا' تمام بت سرنگوں ہو گئے' کعبہ سے آواز آئی کہ ای قریش غالب کا بشارت دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا پیدا ہوا عزت ابدی و سودمندی اسکے ساتھ ہے وہی ختم رسل ہے اسکی عترت بہترین خلق ہے جب تک صفحہ ارض پر انمیں سے ایک بھی باقی رہیگا لوگ عذاب خدا سے محفوظ رہینگے اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و آل محمد

یہانتک سنکر معاویہ نے پوچھا کہ انکی عترت کون ہے کہا فرزندان فاطمہ' میں نے ان دونوں کے اوصاف بھی اپنی کتابوں میں دیکھے ہیں وہ دونوں شہید ہونگے انہیں بدترین مخلوق شہید کریگا پوچھا وہ کون کہا ایک شخص قریش کا معاویہ یہ سنکر برہم ہوا اور کعب کو اپنے جلسہ سے اٹھا دیا۔

آہ آہ مومنین میں حیران ہوں کہ کس صاحبزادہ کے حالات شہادت بیان کروں شہادت امام حسن کا تذکرہ کروں کہ کسطرح فاطمہ کے لال کے جگر کے ٹکڑے لگن میں زبان حال سے اظہار مظلومیت کر رہے تھے اور کیونکر لاش اقدس پر تیر برسائے گئے۔ یا حالات مظلوم کربلا بیان کروں کہ جب وہ زمانہ آیا تو باوجود متواتر عہد و پیمان ہر شخص دشمن جان قطرہ آب تھا' اسی معاویہ کا بیٹا یزید قتل حسین کے درپے ہوا ساتویں محرم تک ستر ہزار سوار جمع ہو گئے اور بنا بر روایت مقتل ابی مخنف اسی ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے قتل فرزند فاطمہ کے لئے جمع ہوئے تھے جب فوجیں فراہم ہو گئیں اور عمر سعد نے حسب دلخواہ بندوبست کر لیا تو اسوقت کثیر بن شہاب کو بلا کر کہا کہ تو خدمت حسین میں جا اور دریافت کر کہ آپ یہاں کس غرض سے تشریف لائے ہیں وہ یہ پیام لیکر روانہ ہوا جب قریب خیمہ امام انام پہنچا ابو ثمامہ صیداوی نے اسے آتے دیکھ تو حضرت سے عرض کیا کہ مولا کثیر بہت شریر ہے وہ آتا ہے آپ اس سے باخبر رہیں جب اسنے خیمہ میں داخل ہونا چاہا تو ابو ثمامہ نے کہا کہ پہلے تلوار رکھدے تب خیمہ میں جانیکا قصد کر اسنے اس سے انکار کیا بعد رد و بدل ابو ثمامہ اسکو اس ہیئت سے خدمت سید الشہدا میں لائے کہ قبضہ تیغ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے اسنے آکر حسب حکم عمر سعد پوچھا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں فرمایا تم لوگوں نے متواتر خطوط اور قاصد میرے بلانیکے متعلق بھیجے اسلئے میں آیا ہوں اگر تم راضی نہیں ہو تو

چلا جاؤں، یہ وہ وقت تھا جب حسین کے فدائی موجود تھے اور ان حضرات کو ایک دشمن کا تلوار لیکر امام حسین کے پاس جانا گوارا نہ تھا کہاں تھے ایسے ایسے جاں نثار روز عاشورہ اسوقت کہ جب فرزند رسول یکہ و تنہا کھڑے ہوئے فریاد کر رہے تھے اور ہر ایک جاں نثار کا نام لیکر پکارتے تھے کہ اے میرے بچپن کے ساتھیو! ای کمسنی کے رفیقو! ای مسلم! ای حبیب! ای حر ریاحی! ای قاسم! ای بیٹا علی اکبر! ای بھائی عباس! ای شجاعان میدان وغا! ای بہادران عرصہ ہیجا! کیا سبب ہے کہ میں تمہیں پکارتا ہوں تو تم جواب نہیں دیتے، میں بلا رہا ہوں اور تم نہیں آتے، ای میرے شیرو! تم کب جاگوگے! کیا تمہارے دلسے محبت امام جاتی رہی، ای مجھپر جان نثار کرنیوالو! تمہارے بغیر میرے اہلبیت مبتلائے رنج و بلا ہیں! ای سعادتمندو! اٹھو اور دشمنونکو حرم رسول سے دفع کرو۔ ہائے زمانہ نے تمہارے ساتھ بیوفائی کی ورنہ تم میری مدد سے باز رہتے! ای وفادارو! میں تمہاری جدائی میں فریاد کر رہا ہوں اور عنقریب تمسے ملا چاہتا ہوں راوی کہتا ہے کہ یہ صدائے نحیف و زار امام ابرار سنتے ہی شہدائے کربلا نے اسطرح جواب دیا کہ لاشے تڑپنے لگے اور انکے گلوہائے بریدہ سے آواز آئی کہ لبیک لبیک یا ابن رسول اللہ ہم تو اب بھی آپ کی نصرت کو حاضر ہیں مگر کیا کریں کہ جسموں میں جان نہیں اور تن پر سر نہیں ہیں الا لعنة الله علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

مجلس ۲ مختصر حالات و معجزات ولادت جناب رسالتمآب ص نکات و توجیہات معجزات اولاد رضاعت آنحضرت درندوں کا احترام رسول کرنا بعد شہادت سید الشہداء کے ساتھ اشقیاء کوفہ و شام کی بے ادبیاں فقرات زیارت ناحیہ امام مظلوم کا وقت آخر شیعونکو یاد کرنا اور وصیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فی مودة القربی عن سلمان الفارسی انه قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله خلقت انا وعلی من نور واحد قبل ان یخلق الله آدم باربعة آلاف عام فلما خلق الله آدم رکب فی صلبه فلم یزل فی شیء واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففی النبوة وفی علی الخلافة (کتاب مودة القربی) میں

سلمان فارسی سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ میں اور علی ہمارا یس حضرت آدم سے چار ہزار سال قبل ایک نور سے پیدا ہوئے جب خلاق عالم نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو وہ نور صلب حضرت آدم میں آیا اور ہمیشہ ایک صلب سے دوسرے صلب میں (منتقل ہوتا رہا) یہاں تک کہ صلب حضرت عبدالمطلب میں آ کر اسکے دو حصے ہو گئے (میرا نور صلب حضرت عبداللہ میں گیا اور علی کا صلب ابوطالب میں) مجھے نبوت ملی اور علی کو میری نیابت و خلافت۔

علامہ مجلسی نے حیات القلوب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب حمل نور نبوی کو نو ماہ ہوئے تو وادی سے الہی نے ملائکہ سماوات کو حکم دیا کہ زمین پر جاؤ حسب الحکم عز اسمہ دس ہزار فرشتے زمین پر نازل ہوئے کہ ہر فرشتہ کے ہاتھ میں ایک قندیل نورانی تھی جس پر لکھا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اسی روز حضرت سلمہ نے اپنی مادر گرامی سے کہا کہ میرے حجرے میں تنہا جا کر بیٹھنے پر مجھ کو بھی اپنی آتش جانسوز پر پانی چھڑکنا چاہتی ہوں آپ کی والدہ نے فرمایا کہ جاؤ ایسی مصیبت میں ہوں کہ جیسے میں کو ناعین جہاں ہے حضرت آمنہ حجرے میں جا کر مصروف گریہ و بکا ہوئیں اسی اثنا میں آثار وضع حمل ظاہر ہوئے آپ نے اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا مگر دروازہ نہ کھلا مجبوراً اسی حجرے میں بیٹھیں مگر بسبب تنہائی بہت متوحش تھیں یکایک حجرے کی چھت شگافتہ ہوئی اور چار حوریں نازل ہوئیں، تمام حجرہ منور ہو گیا اب آپ غور فرمائیں کہ جسکے حجرے میں آنے سے قبل تمام حجرہ منور ہو جائے اسکے دنیا میں آنیکے بعد ساری دنیا کیوں نہ چمک اٹھے حوروں نے حضرت آمنہ سے کہا کہ تم خوف نہ کرو ہم تمہاری خدمت کے لئے آئی ہیں اور آپکی خدمت میں مصروف ہوئیں ناگاہ نور مصطفوی نے ظہور فرمایا مادر گرامی نے آنحضرت کو دیکھا کہ طاہر و مطہر اور آنکھوں میں سرمہ لگائے ہیں روئے مبارک سے ایک نور ساطع ہوا جبرئیل نے آپکو غسل کے لئے ہاتھوں پر اٹھایا اور میکائیل نے عقیق بہشت کے لوٹے سے پانی ڈالا عطر بہشت سے معطر کیا ملائکہ ہفت آسمان سلام کے لئے آئے اور خداوند عالم نے اپنی قدرت سے حجرے کو وسیع کر دیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

گو میری ناقص زبان کسی طرح مدح سرتاج انبیا کی قابل نہیں کہاں مجھ جیسا ناقص تحریر و بے بضاعت شخص اور کہاں توصیف محبوب الہی لیکن چاہتا ہوں کہ مومنین کی مسرت اور [illegible] احادیث سے متعلق اجر و ثواب کے لئے مختصر الفاظ میں بطور تہنیت، ولادت، باسعادت آنحضرت [illegible] کروں اسلئے عرض ہے کہ سرزمین مکہ کا نیر اقبال بلندی پر ہے۔ دنیا کا ذرہ ذرہ اس [illegible] کی [illegible] جھوم رہا ہے جسکا گوشہ گوشہ ہمہ تن نور بننے والا ہے۔ زمین نے آغوش تمنا پھیلا دی ہے ستارے مجسم چشم شوق بنے ہوئے ہیں آسمان

اپنے فرشتوں سمیت سلامی کیلئے جھک آیا ہے، اسلامی انوار درخشاں ہیں، ظلمت کفر مٹ رہی ہے، عالم اسلام میں عجب کی چہل پہل ہے، دنیائے کفر میں قیامت کی ہل چل ہے، ملاء اعلیٰ کے مسافر تہنیت و مبارکباد پر کمربستہ ہیں، طلوع آفتاب رسالت سے زمین مکہ رشک آسمان بنگئی ہے، بادل گھبرا گھبرا کر اٹھتے ہیں اور آسمان کے قریب جاکر زمین کی بہار دیکھتے ہی عرق عرق ہو جاتے ہیں۔ ماہ ربیع الاول کا دوسرا عشرہ ہے، سترہویں تاریخ ہے، عید کا دن ہے، مسرت کی صبح ہے، نور کا تڑکا ہے، جبکہ ظلمت شب اپنا دامن سمیٹ رہی تھی نور سحر اپنا جادو چلا کر سوتی ہوئی دنیا کو اٹھا رہا تھا، عین اسیوقت ظلمت شرک کا رنگ اُڑ رہا تھا، نور توحید اپنا اعجاز دکھا کر اسلام کے بخت خفتہ کو بیدار کر رہا تھا۔ یعنی محبوب خدا پہلوئے آمنہ سے برآمد ہو رہے تھے، حق بلند ہو رہا تھا، باطل ٹھوکریں کھا رہا تھا، آتشکدہ فارس خموش ہو رہا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا تھا، مشام باد صبا میں اس بلا کی قوت آگئی تھی کہ بوئے رسالت کو تیرہ میل اپنی آغوش میں رکھنے کو تیار تھی، بت اوندھے منہ گر رہے تھے، قصر کسریٰ کے کنگرے منہدم ہو رہے تھے، قدرت کے تحفے لٹ رہے تھے، دریائے رحمت جوش پر تھا، رحمت برس رہی تھی، رحمت کا سایہ تھا، رحمت کی زمین تھی، رحمت کا آسمان تھا، ابن عالم رحمت رحمت پکار رہے تھے۔ اسلئے کہ دنیا میں رحمۃ للعالمین تشریف لا رہے تھے اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد۔

محمد و آل محمد کے فضائل عنبر آگیں گلشن عالم میں اسطرح بو رچ بس گئے ہیں کہ کسی کا مشام جاں بھی معطر ہونے سے نہیں بچا اور گلچینان باغ مودت اس عقیدت و تندہی کے ساتھ فضائل پر ٹوٹ پڑے کہ ان کے دل و دماغ صرف نفس فضائل سے ہی ایمانی تازگی و بالیدگی قبول کرنیکے عادی اور گہرے نتائج و کارآمد نکات سے بیخبر ہو گئے، معجزہ کا سننا اور محبت کی لہر دوڑ گئی، فضیلت بیان ہوئی اور جوشیلے نعرۂ درود سے اسکا استقبال کیا گو یہ عقیدتمندی بھی بڑی حدود تک مستحسن، ایسا عمل بھی بلاشبہ عبادت بلکہ بہترین عبادت، اور اسپر بھی اجر بے حساب کا استحقاق ہے مگر اسکے نتائج و افادات محدود و غیر متعدی ہیں اگر انہیں فضائل اور انہیں واقعات کو عمیق اور فلسفیانہ نظر سے دیکھا جائے تو سطحی فوائد کے ساتھ ساتھ اندرونی اسرار بھی نظر آئیں، اور یہ تعمق و تدبر اسلامی اصول کے استحکام و استقلال میں اسقدر معاون ہو کہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی اسلام کے چھوٹے سے چھوٹے رکن کو نہ ہلا سکے، پہلی مجلس میں حالات و معجزات ولادت جناب رسالتمآب اختصار کیساتھ بیان کئے جا چکے ہیں اب چاہتا ہوں کہ انہیں میں سے بعض معجزات و فضائل پر اس مجلس میں

کسیقدر مفصل روشنی ڈالوں تاکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ ان میں کسقدر حکمتیں فلسفیانہ اسرار اور عظیم الشان نتائج مضمر ہیں پیدائش سرور عالم پر اوّل آتشکدۂ فارس کا غروب ہو جانا دوسرے دریائے ساوہ کا خشک ہو جانا تیسرے بہائم میں ایک غیر معمولی قوت آ جانا، چوتھے بتوں کا اوندھا گرنا اور قصر کسریٰ کے کنگروں کا گر جانا یہ سب خوارق ہیں جنکو سنکر اہل اسلام محو حیرت ہو جاتے ہیں، ایمان میں تازگی آتی ہے لیکن اگر انہیں باتوں کو اہمیت دیجائے اور نتیجہ خیز نظر سے دیکھا جائے تو ایک محیر العقول حقائق و دقائق اور مضبوط قواعد و ضوابط کا مجموعہ نظر آئے۔

ہو سکتا تھا کہ جسوقت بانئے اسلام نے دنیا میں نزول اجلال فرمایا تھا تو دنیا سے کفر فنا ہو جاتی جتنے کافر تھے سب اسیوقت ہلاک ہو جاتے مگر ذرا انصاف فرمائے کہ یہ اعجاز رحمۃ للعالمین کے لئے کہاں تک شایان شان تھا لطف اسوقت ہی کہ جب کفر کا بھی استیصال ہو جائے اور شان رحمت بھی بڑھ جائے اقدس الٰہی دنیا کو اسکے منتہائے مقدر تک پہنچانا چاہتا تھا ورنہ پھر امام و ماموم اور مقتدیٰ و مقتدی ہی عبث تھے، ختم المرسلین کی علت بعثت و غایت خلقت ہی کچھ نہ رہتی لامحالہ پھر سلسلہ آفرینش ملتیا اور پھر پیدا ہوتے تو کافر ہی ہوتے وہ صورت کیوں نہ اختیار کیجائے کہ مخلوق باقی رہے لیکن آیندہ ہمیشہ کے لئے سرشت میں قبول ایمان کی صلاحیت آ جائے اور نور رسالت میں اسقدر زور پیدا کر دیا جائے کہ اربعہ عناصر کلمہ پڑھنے لگیں جنکی ترتیب و ترکیب کی ہر مخلوق محتاج ہے اسی لئے نور مبین اور رحمۃ للعالمین کو خلق کیا مگر اتنا زور دار کہ آتشکدۂ فارس نے زبان خموشی سے گواہی دی کہ عنصر آتش نے، دریائے ساوہ نے فنا ہو کر شہادت دی کہ عنصر آب نے، ہوا نے بوئے رسالت کو آغوش میں لیکر گواہی دی کہ عنصر باد نے اور قصر کسریٰ کے کنگروں اور اصنام عرب نے سجدہ کر کے گواہی دی کہ عنصر خاک نے نور رسالت سے ضیا حاصل کی ہے اور رحمت خدا کا فیض اُٹھایا ہے تمام مخلوق کے اجزاء عناصر میں اسلام و ایمان اثر کر گیا ہے اور چار دانگ عالم میں اقبال رسالت کا دبدبہ ہے اب انہیں چاروں کامل اور مکمل شہادتوں کے بعد معاملہ کی شان دوبالا ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ اقدس الٰہی نے قبول

حق کی صلاحیت ہر مخلوق میں کمی ہے جو مخلوق اسپر بھی استقبال حق نکرے وہ کامل الخلقت نہیں بلکہ ناقص الخلقت ہے اسلئے کہ اسکے اجزار اربعہ خلقیہ میں نقص ہے اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد

نہیں سمجھے لوگ کہ رسول کی ایک ع لاوت نے کتنے سبق پڑھا دئے اور قدرت نے کیا کیا کرشمے دکھائے چونکہ رسول کی تبلیغ اور تعلیم کا سب سے پہلا مرکز گروہ ذوی العقول تھا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب طبقہ اعلیٰ و اشرف کسی فضیلت کے کسب سے قاصر رہجاتا ہے تو اسکو دکھایا جاتا ہے کہ دیکھو جس شرف و فضیلت کی تحصیل میں تم الجھے ہوئے ہو اسکو وہ طبقہ کس خندہ پیشانی اور سہولت سے کسب کر رہا ہے جو تم سے ادنیٰ و ارذل ہے۔ کیسے کیسے خوشبو پھول بکھیر دئے گئے ہیں مگر تم باوجود صاحب عقل ہونے کے خالی دامان نظر آتے ہوئے اور تمہارے ماتحت گلچیں اپنے اپنے دامن بھر کر دنیا کو گلچینی کا سبق دینے لگے۔

ایک مفترض الطاعہ رسول اپنے فیاض دامنوں کو فیوض رحمت سے بھرے ہوئے مکان ہستی میں داخل ہوا تو قدرت جانتی تھی کہ کفر پھیل چکا ہے ظلمت کفر سے دنیا تاریک ہو گئی ہے کفار کی سنگدلی حد سے بڑھ گئی ہے انکو رحمۃ للعالمین کی اطاعت کی طرف یکلخت متوجہ کر دیا تو گویا قہر کی بجلی بجائے ابر رحمت پر سلا دیا اور جبروت قدرت سے کام لیا تو یہ طریقہ تبلیغ کے منافی ہو دوسری جانب اپنے بندوں کی اشرفیت کا حفظ مراتب پھر ارذل مخلوقات کی اطاعت دکھا کر جذبہ حمیت کو کیوں نہ برانگیختہ کیا جائے آخر بت سجدے کرنے لگے، قصر کسریٰ کے کنگروں نے گردنیں خم کر دیں دریائے ساوہ دست بستہ کھڑا ہو گیا، ہوا نے سر تسلیم خم کر دیا اور بنی نوع انسان سے خطاب کیا کہ دیکھو اگر تم باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے نہ جانتے ہو تو خدا کے بھیجے مبلغ اور برگزیدہ نبی کی اطاعت ہم سے سیکھو دیا آنحا یکے ہم معانی ہیں اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد

اور ابھی تو تبلیغ کی ابتدا تھی مبلغ اسلام کے ساتھ ساتھ تبلیغ بھی جوان ہوتی رہی فرش سے عرش پر پہنچی زمین سے آسمان پر گئی جہاں مبلغ وہیں تبلیغ اور اتنی ترقی کہ درخت نے اشارہ پایا تو وہ چلا آرہا ہے ذرہ کو مٹھی میں اٹھا لیا تو وہ معجز نما کی ثنا نہیں بلکہ معبود

حقیقی کی تعریف و تسبیح کرنے لگے ماہتاب کیطرف اشارہ انگشت ہو گیا تو اُسنے اپنا
دل چیر کر سامنے رکھدیا کہ دیکھئے اسمیں آثار محبت ہیں یا نہیں اول سے آخر تک جمادات
و نباتات حضرت انسان کو اطاعت رسول کر کے دکھاتے رہے مگر آپ بھی بڑے ہی ظلوم
اور جہول ہیں کہ وہ اشارہ و پر چلتے رہے اور آپ کو رسول چیخ چیخکر بلاتے رہے مگر ایک نہ سنی
ایسے رسول سے یہ سرکشی اور ایسی نعمت و رحمت کی یہ قدر و وقعت اگر قدر و وقعت
رسول کا سبق لینا ہے تو کسی دوسرے طبقے سے لیجئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ
تعجب ہے کہ 'اسلام' کے معنی ابتک لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے اگر رسول کی زبان
الاسلام (گردن نہادن) کو نہ سمجھے تھے اسلئے کہ رسول نے صرف قولاً سمجھایا تھا نیز ابھی
تک انکے مسلک پر بھی نہ آئے تھے سنگدلی اور آثار کفر کی بنا پر تبلیغ کا اثر کم تھا تو قصر
کسریٰ کے کنگروں ہی کی تعلیم پر عمل کیا ہوتا' اپنے ہی معبودان باطل یعنی اصنام عرب کی ہدایت
کو سمجھے ہوتے آتشکدۂ فارس جو پرانا معبود تھا اسکی زبان پر غور کیا ہوتا کہ یہ سب تمہاری ہی
نزدیک قابل احترام چیزیں تھیں سب نے ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے
وقت آپکے سامنے اپنی گردنیں خم کر کے دکھلادیں اور دنیا کو عملاً ہدایت کردی کہ جس اسلام کی
طرف نبی اسلام بلا رہے ہیں اسمیں اطاعت حقیقی کی اسقدر زوردار تعلیم ہے کہ ہم خود بخود بے
اختیار اسکیطرف جھک رہے ہیں اگر تم ہم سے پہلے قلادۂ اطاعت کو گلے میں نہ ڈالو تو
بڑے تعجب کی بات ہے اسلئے کہ تمہارے نزدیک ہم معبود ہیں اور تم عبد پھر جس معبود کے
سامنے دنیا بھر کے معبود جھک جائیں اسکی جناب میں عبد پیشانیاں رگڑیں نہ ٹیکیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ
جانتے ہیں آپ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کا مقصد بعثت اور نقطۂ رسالت کیا
تھا تمام تبلیغ اور وسیع رسالت کے مطالب صرف ایک مقصد میں سمٹ آئے تھے
اور ایک فقرہ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (میں تکمیل اخلاق کے لئے آیا ہوں) نے
تمام مراتب و مطالب کا ترجمہ کردیا تھا دنیا جسکو عقلا مزرعہ آخرت کہہ چکے ہیں اسمیں

رہکر علاوہ معبود حقیقی کے کسی اور کو پوجنا کتنا سنگین اخلاقی جرم ہے جو ایک حد تک پہنچکر
اسلام میں ناقابل عفو و مغفرت ہے پھر جاہ و منزلت و امارت و عمارت کی ہوا و ہوس کسقدر
روحانیت سوز اور عاقبت سے غافل کردینے والے جرائم ہیں یہی چند باتیں تو تھیں جن سے
عرب ظلمت و تاریکی اور غفلت و جہالت کا ماویٰ و مسکن بنا ہوا تھا سلاطین اولوالعزم
ان خواہشات کو اپنا مطمح نظر قرار دئے ہوئے تھے" انہیں تعلیات کی دھن میں تو اندھے ہو کر
بڑے بڑے بادشاہ اپنے بلند محلات اور سر بفلک عمارتوں میں بیٹھے ہوئے لمن الملک کا
کوس غلط آواز بجا رہے تھے اور بداخلاقیاں و غلط فہمیاں اس حد کو پہنچ گئی تھیں کہ
صاحب جاہ و مال اور مالک منزلت و منال روسا باقاعدہ اور مقتدر و موقر انسان
سمجھے جاتے تھے اور اسطرف کسی کا وہم بھی نہ جاتا تھا کہ خرمن انسانیت جل رہا ہے، روحانیت
فنا ہو رہی ہے اور جنکے اقبال و اجلال کے شہرے ہیں وہ سب دنیا کے غلام اور بندگان زر
کہلانے کے سچے حقدار ہیں لیکن یہ نتیجہ شائع کیسے ہو جبتک کہ ایک شیریں و تلخ، خشک و
تر بحر و بر اور زمین و آسمان کا ایسا با اختیار بادشاہ معرض ظہور میں نہ آئے جسکے آتے
ہی یہ موجب ریاست و غرور ارکان خود بخود منہدم ہو جائیں اور اسکی سلطنت اور ریاست
و حکومت کا راز اور ہی چیزوں میں ہو۔ آیا ایسا مستحق تخت و تاج اخلاق و آداب سردار اور یہ
دکھاتا ہوا آیا کہ یہ دنیا کے بلند مکانات اور رفیع عمارات سے بالکل بے بنیاد ہوتی تمہارے
معبودان باطل کی کوئی ہستی اور نہ یہ مضبوط اور بیش قیمت بنائیں کچھ حقیقت رکھتی
ہیں۔ تمہارے جھوٹے خدا اسقدر ناپائدار کہ ایک موحد کے پیدا ہوتے ہی رو بسجدہ اور تمہارے
غرور ریاست کے ستون اتنے بے بنیاد کہ ایک حصیر آرائے اخلاق کے آتے ہی مسمار یہ
سب دنیا کی دھوکا دینے والی زینتیں اور جامہ انسانیت کو چاک کردینے والی آرائشیں ہیں
یہ دیوارت کیا چیزیں اگر میری تبلیغ کے سامنے ایسے لاکھ خدا بھی ہوتے تو وحدہ
لاشریک کا کلمہ پڑھنے لگتے اور ایک کسرے کا محل کیا ہے اگر ہزار بادشاہ بھی ایسے

محل بناتے تو میرے روحانی اقبال کے سامنے گرتے ہوئے نظر آتے میری قصر توحید کی بلندی کسی اور ہی یکتا اور منفرد اصول پر ہے میں جو چاہتا ہوں ہو جاتا ہے اور جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اگر تم بھی اپنے لئے ان کمالات کو حاصل کرنا چاہتے ہو کہ دنیا کا ہر ذرہ دل کے اشارے پر چلنے لگے تو آؤ میں تمکو ایسا راستہ بتادوں جسپر چل کر تم دنیا اور اسکے مال و منال کو چھوڑ دو اور بااستحقاق روحانی بادشاہ بن جاؤ سنو! وہ یہ ہے کہ اپنے اخلاق کی درستی کرکے آئینۂ قلب پر توحید کی صیقل کرو، تمہاری رفعت و بلندی انکساری میں ہے اور تمہارا اصلی وطن عالیشان محلات نہیں بلکہ زمین کے اندر ایک تاریک گڑھا ہے ؎

اَلَا یَا سَاکِنَ الْقَصْرِ الْمُعَلّٰی   سَتُدْفَنُ عَنْقَرِیْبٍ فِی التُّرَابِ

ای بلند محلوں میں رہنے والے عنقریب تو مٹی میں دفن کیا جائے گا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ محمّد و آلِ محمّد

انسان خدا کی وہ شاندار مخلوق ہے جسکے سر پر تاج شفاعت ازل سے زیب دے رہا ہے اور جمادات و نباتات و حیوانات ہی نہیں بلکہ ملائکہ تک اسکے سامنے خم ہو گئے ہیں اسی بنا پر جو قوت انسان پر غالب آجاتی ہے وہ معمولی قوت نہیں ہوتی اور ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ اسپر تصرف کر لینا کس طاقت کا کام ہے اگر قدرت رعب رسالت سے مخلوق کو مرعوب کرنا چاہتی تھی تو مناسب یہ تھا کہ سب سے اول اسکا اقبال و اجلال نوع انسان پر قائم رکھا جاتا یعنی اعجاز ولادت بانئ اسلام سے کفر کی بستیاں اجڑ جاتیں اور تمام کفار بیدم ہو جاتے مگر اسکے برخلاف انسانی دنیا تو مطمئن رہی اور اصنام کی جان پر بن گئی آتشکدۂ فارس خموش ہو گیا اور دریائے سادہ کی روانی ختم ہو گئی بات یہی کہ اگرچہ انسان کتنا ہی قوی اور زبردست سہی مگر پھر بھی بندہ ہے اور معبود کی طاقت ہمیشہ عبد کی طاقت سے ارفع اور بالاتر ہونی چاہئے لہٰذا اس مولود کے اثر سے اگر صرف بندے متاثر ہوتے تو بات ہی کیا تھی لطف تب ہے کہ پیدا ہو کسی کا بندہ اور ہلاک ہو جائیں دنیا کے جھوٹے خدا۔ سب

جانتے ہیں کہ صنم کی پرستش کی جاتی تھی۔ دریائے سادہ کو پوجتے تھے اور آتشکدۂ فارس ان کا معبود تھا اگر یہی چیزیں فنا ہو جاتیں تو کسی مبلغ کی تبلیغ کا رآمد ثابت ہو سکتی تھی اور معبود حقیقی کی تحقیق ممکن تھی اسی لیے جب درشاہوار رسالت صدف عظمت و جلالت سے برآمد ہوئے تو اللہ اکبر کی آواز سے فضائے عالم میں گونج پیدا ہو گئی۔ تمام معبودان باطل فنا ہو گئے اور سب کے بعد قابل عبادت اور مستحق پرستش رہگیا تو صرف ایک وہ واحد و یکتا معبود برحق جسکو اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کہنے کا پورا حق حاصل ہے اللّٰھُمَّ صلِّ علٰی محمّدٍ وَّاٰلِ محمّد یہی وہ نور کے ٹکڑے ہیں جنکی چمک دمک سے سارا جہاں روشن ہے مگر دنیا کی کساد بازاری نے انکو خذف بنا کر ہمارے سامنے پیش کیا ہے اور یہی وہ آفتاب تھا ذرے ہیں جن کے پرتو سے صحن عالم جگمگا اٹھا مگر ہماری ناقدری سے انکی بلندی مبدل بہ پستی ہو گئی ہے۔ یہی وہ سمندر موج قطرے ہیں جنکا بار احسان دنیا کے ہر برگ و شجر پر ہے مگر ہم نے انکو ریگستان عرب میں ڈالکر اپنی غفلت سے بالکل بے وجود بنا دیا ہے' یہی وہ بیش بہا موتی ہیں جن سے گردن عقیدت سجنا چاہتی ہے مگر ہماری آنکھوں سے انکی آبرو بالکل گر گئی ہے۔ یہی وہ عمیق لطیفے ہیں جن میں معرفت کے بڑے بڑے راز مضمر ہیں مگر ہماری ظاہری نظر نے انکو سطحی واقعہ بنا دیا ہے اور یہی وہ نتیجہ خیز نکتے ہیں جن سے توحید و نبوت کے مہتم بالشان اسرار منکشف ہوتے ہیں مگر دنیا نے انکو فضائل و معجزات کہکر ٹالدیا ہے یعنی دنیا کے نزدیک فضیلت و معجزہ ایک ایسی بے حقیقت و سبک شے ہے جسکی طرف بالکل اعتنا نہ کی جا سکے اور جو مغز و معنویت اور فلسفہ و حکمت سے مطلق معرا ہو۔

اب میں حالات ولادت کو ختم کر کے واقعات رضاعت عرض کرنا چاہتا ہوں۔
جب آپ پیدا ہوئے تو بہت سی عورتوں نے آپ کی دایہ ہونے کی تمنا کی اکبر و حضرت آمنہ کو ہاتف کی آواز آئی کہ اگر تم دایہ رکھنا چاہتی ہو تو حلیمہ سعدیہ کو رکھو چونکہ اس سال تمام بلاد میں قحط تھا سوائے مکہ کے کہ وہاں بہ برکت جناب رسالتمآب فراخ سالی تھی اسلئے

زنان قبیلہ بنی سعد اطفال مکہ کو دودھ پلانے کے لئے مکہ میں آئیں حلیمہ کہتی ہیں کہ اسوقت ہم
نہایت تنگدست تھے اور دو دو دن فاقے میں گزرتے تھے کبھی برگ وگیاہ کھاکر بسر کرتے
تھے ایک شب عالم نیم خوابی میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے مجھے نہر میں ڈالدیا ہے
جسکا پانی نہایت سرد وشیریں تھا اور کہا کہ یہ پانی پیو میں نے پانی پیا اور سیر ہوگئی تو وہ
مجھ کو میری جگہ پر لے آیا مجھے مکہ آنیکا علم اور فراخی رزق کی خبر دی اپنا ہاتھ میرے
سینہ پر مارکر کہا کہ تیرے دودھ میں زیادتی اور تیرے حسن وجمال میں ترقی کردی میرے اہل
قبیلہ میرے حسن وجمال کو دیکھکر تعجب کرتے تھے میں اپنا حال چھپاتی رہی دو روز کے بعد
تمام قبیلہ نے ایک آواز سنی کہ ای زنان بنی سعد تمپر بسبب رضاعت مولود مکہ برکت نازل
ہوگی یہ آواز سنکر ہم مکہ گئے۔ روایت میں ہے کہ مکہ میں پہنچکر حضرت حلیمہ جناب عبد المطلب
سے ملیں اور کہا کہ میں قبیلہ بنی سعد سے ہوں اگر تمہارا کوئی فرزند ہو تو مجھے اسکے لئے دایہ مقرر
کردو آپ انکو حضرت آمنہ کے پاس لائے حضرت آمنہ نے نام دریافت کیا تو خیال
فرمایا کہ یہ وہی عورت ہے جسکو میں نے خواب میں سنا تھا پھر آپ حضرت حلیمہ کو جناب
رسولخدا کے پاس لے گئیں حلیمہ نے نور محمدی کی ضو کو چراغ کی روشنی سمجھکر پوچھا کہ کیا تم دن
کو بھی اپنے فرزند کے لئے چراغ روشن رکھتی ہو فرمایا کہ واللہ جس دن سے یہ فرزند پیدا ہوا ہے
اسکے نور وجمال کی وجہ سے شب کو بھی چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی اب جو حلیمہ نے غور سے
دیکھا تو آفتاب جامہ سفید میں لپٹا ہوا نظر آیا جس سے مشک وعنبر آرہی تھی اللّٰہم صل علی محمد وآل محمد
غرض حضرت حلیمہ نے بکمال محبت آنحضرت کو گود میں لیا آپ مسکرائے یا یوں کہیے کہ صبح
صادق نمودار ہوئی نور دہن اقدس سے تمام مکان بقعۂ نور بنگیا، آپنے پستان راست سے
دودھ پیا اور پستان چپ فرزند حلیمہ کے لئے چھوڑ دی حلیمہ کہتی ہیں کہ جب آنحضرت میری
سپرد ہوگئے اور میں آپکو لیکر چلی ہوں تو حضرت آمنہ نے آنحضرت کو لیکر پیار کیا اور درد مفارقت
سے رونے لگیں درحقیقت درد فرزندی عجب چیز ہے مگر میں حضرت آمنہ سے کہتا ہوں کہ اگر

آپ کا فرزند اس حالت میں جدا ہوتا تو کیا کیفیت ہوتی کہ منکا ڈھلا ہوا ہوتا فرط
[illegible] سے غش طاری ہوتا' ای آمنہ آپ کا فرزند محبت کرنیوالوں کی طرف جا رہا تھا
ایسے لوگوں کی طرف جو اُسکے دودھ بڑھانے کے لئے تیر و کمان کئے کھڑے ہوں اور
آپ کا دلبند دودھ پینے کے لئے جا رہا تھا خدانخواستہ تیر کھانے کے لئے تو نہیں جا
رہا تھا۔ ہائے مومنین اس صدمہ کو تو بس مادر علی اصغر کے دل سے پوچھیئے کہ کیونکر
اپنے جگر کے ٹکڑے کو نرغۂ اعدا میں بھیجا جہاں جاکر علی اصغر کو آنا نصیب نہوا۔
الغرض جناب حلیمہ کہتی ہیں کہ جب میں آپکو لیکر حضرت آمنہ کے گھر سے نکلی
تو ہر تیر' ہر ڈھیلا اور ہر شجر مجھے مبارکباد دیتا تھا۔ میرے شوہر نور جبین مصطفوی کو
دیکھکر نہایت متعجب ہوئے جب ہم اپنے قبیلہ کی طرف روانہ ہوئے تو اثناء راہ میں ہم
نے دین نصاریٰ کے چالیس عابد دیکھے اُن میں سے ایک پیغمبر آخر الزماں کی صفات
بیان کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ آنحضرت ظاہر ہو چکے ہیں یا ہونگے ناگاہ ابلیس لعین نے
نجدی کی صورت بنکر کہا کہ تم جسکا وصف بیان کرتے ہو اس عورت کی گود میں ہے اسکو
اپنے اوپر مسلط ہونے سے قبل ہی قتل کر دو یہ سنکر وہ لوگ تلواریں کھینچکر میری طرف بڑھے
پس آنحضرت نے اپنا سر جانب آسمان بلند کیا ناگاہ ایک صدائے مہیب مثل رعد پیدا ہوئی
اور ایک شعلۂ آتش نے اُن سب کو جلاکر خاکستر کر دیا اللّٰہم صل علی محمد و آل محمد
جب آنحضرت قبیلہ بنی سعد میں پہنچے تو حضرت کی قدم کی برکت سے تمام صحرا سر سبز
و شاداب اور درخت میوہ دار ہوگئے قحط دفع ہوگیا' جو کوئی بیمار ہوتا اسے لوگ حضرت
کے پاس لاتے اور فوراً شفا پاتا تھا۔ روزانہ بکثرت معجزات ظاہر ہوتے تھے یہاں تک کہ
آپ کی عمر سات سال کی ہوئی ایکروز آپ نے حضرت حلیمہ سے فرمایا کہ ای مادر مہربان
تم انصاف نہیں کرتیں کہ میں سایہ میں رہتا ہوں اور میرے بھائی دھوپ میں گوسفند
چراتے ہیں میں گوسفندوں کا دودھ پیوں اور محنت میں شریک نہوں اسکے کیا معنی

حضرت حلیمہ نے کہا کہ بیٹا ایسا نہو کہ کوئی تمہیں ضرر پہنچائے اور مجھے عبدالمطلب سے ندامت ہو فرمایا کہ میرا حافظ خداوند عالم ہے صبح کو باصرار بھائیوں کے ساتھ تشریف لیگئے رات کو واپس ہوئے تو حضرت حلیمہ استقبال کو گئیں گود میں لیکر کہا کہ بیٹا میں تمام دن اندیشہ میں رہی ہوں آپ کہتی ہیں کہ میرے فرزند نے ایک گوسفند کا پاؤں توڑ دیا تھا میں نے دیکھا کہ وہ گوسفند آکر حضرت سے درد کی شکایت کرنے لگی آپ نے اپنا ہاتھ اسکے پاؤں پر پھیرا اور چند کلمات زبان سے ارشاد فرمائے ناگاہ اسکا پاؤں اچھا ہوگیا ایکدن گوسفندوں کو ایسے صحرا میں چرانے لیگئے جہاں درندے بہت تھے ایک شیر نے ایک گوسفند پر حملہ کیا پس آنحضرت آگے بڑھے اور کچھ ارشاد فرمایا شیر اپنا سر جھکا کر وہاں سے چلدیا فرزندان حلیمہ کو یہ خیال تھا کہ وہ حضرت کو کچھ گزند پہنچائیگا اسلئے وہ آپ کی جانب دوڑے مگر آپ نے کچھ پرواہ کی بلکہ اس سے فرمایا کہ جلد چلا جا آیندہ اس جنگل میں نہ آنا میں اس صحرا میں گوسفند چرایا کرتا ہوں۔

شیر کے آپ کو گزند نہ پہنچانے کی وجہ یہ تھی کہ انبیا و ائمہ کا گوشت جانوروں پر حرام ہوتا ہے لیکن مومنین حضرت حجتؑ نے زیارت ناحیہ میں عجب فقرہ فرمایا ہے فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَجْسَامِ الْعَارِیَةِ فِی الْفَلَوَاتِ تَنْهَشُهَا الذِّئَابُ الْعَادِیَاتُ سلام خدا ہو ان اجسام پر جو صحرا میں بے لباس پڑے تھے اور جنکو بھیڑیے کھا رہے تھے ادھر یہ مسلم کہ انبیاء و اولیاء کا گوشت درندوں پر حرام ہے اُدھر معصوم کا یہ قول ناقابل انکار کہ اس جسد مطہر کو بھیڑیے کھا رہے تھے پھر تطابق اور توفیق کی کیا صورت ہوگی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام نے یہاں پر استعارہ فرمایا ہے اور بھیڑیوں سے یہاں حقیقی بھیڑیے مراد نہیں بلکہ انسان نما حیوان بنی امیہ مراد ہیں جنہیں جناب رسالتمآب نے بندروں کی صورت میں اپنے ممبر پر کودتے ہوئے دیکھا تھا ہم شیعوں کی جانیں اس امام بیکس و بے بس پر قربان ہوں جسکی لاش یوں عریاں ہوئی کہ کوئی منطقہ مبارک لے گیا کسی نے پیراہن

اقدس لیا، کسی نے عبائے امام اُتاری اور جسم مطہر زمینداروں نے دفن کیا چنانچہ حضرت حجتؑ جو زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ تَوَلّٰی دَفْنَهٗ اَهْلُ الْقُرٰی اُس مظلوم پر سلام ہو جسکے دفن کا بندوبست اہل قریہ نے کیا۔ ہائے مومنین ہمارے امام غریب نے کیا کیا مصائب اٹھائے ماں کی قبر، نانا کا مزار، وطن مالوف چھوڑ کر سفر غربت اختیار کیا خود ہی نہیں بلکہ شیر خوار بچے بھی مبتلائے تعب سفر ہوئے، مع انصار اطفال، تین دن کی بھوک پیاس اٹھائی، اولاد کی قربانیاں کیں یہانتک کہ علی اصغر بھی آپ سے عزیز نہیں کیا، گھر لٹایا، سر کٹایا اور مرتے مرتے اپنے شیعوں کو نہ بھولے فرمایا

شِیْعَتِیْ مَا اِنْ شَرِبْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْكُرُوْنِیْ ۔۔۔ اَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِیْبٍ اَوْ شَهِیْدٍ فَانْدُبُوْنِیْ

اے میرے شیعو جب تم آب سرد و شیریں پینا تو میری پیاس کو ضرور یاد کر لینا اور جب کسی غریب یا شہید کا حال سنو تو میری غربت اور مظلومانہ شہادت پر ضرور دو آنسو بہا لینا اب شرط محبت و وفاداری یہ ہے کہ کم از کم اشک محبت سے دریغ نہ کریں اور مادر حسین کو حسین کا پرسہ دیں اسلئے کہ وہ معظمہ مجلس میں رومال لیئے ہوئے آپ کے آنسو صاف کرنے کو منتظر ہیں اور آپ کے لیئے دعائے خیر فرما رہی ہیں الا لعنة اللہ علی القوم الظالمین

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس ۳ دربیان معراج، جوابات اعتراضات متعلقہ معراج ، مسلم کا نزع میں حبیب سے وصیت کرنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ جل شانہ و عز سلطانہ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

حضرت عزاسمہ کا ارشاد ہے کہ سزاوار تسبیح ہے وہ ذات جسنے رات کیوقت اپنے بندہ محمد کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی وہ مسجد اقصیٰ جسکے اطراف و نواحی کو ہم نے مبارک کیا ہے (یہ سیر اسلئے کرائی) تاکہ ہم اپنے بندہ خاص کو اپنی نشانیاں دکھائیں بیشک وہ خدائے بزرگ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب عبد خاص محمد یعنی علی مرتضیٰ کے فضائل کا احصاء امکان بشری سے باہر ہے تو عبد خاص خدا یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب و اوصاف بدرجہ اولیٰ احیطہ بیان سے خارج ہونگے اسلئے کہ مخدوم کے مراتب خادم کے مراتب سے ہمیشہ بلند تر ہوتے ہیں، نائب کے اوصاف کی بہ نسبت منیب کے اوصاف ہمیشہ وزنی ہوا کرتے ہیں اور استاد کے فضائل شاگرد کے فضائل سے یقیناً گراں تر ہوتے ہیں اسی لئے جناب باری نے اپنے حبیب کے فضائل و مراتب پر قصیدہ خوانی سے قبل مخلوق کو اپنی تنزیہ و تقدیس کیطرف توجہ دلائی تاکہ مدح محمد مصطفیٰ سننے میں ہمیں یہ خیال رہے کہ ایسا وصف بیان ہونیوالا ہے جسکی عظمت و جلالت اس امر کی مقتضی ہو رہی ہے کہ پہلے اظہار عظمت و جلالت خداوند عالم ہو جائے اور کوئی ایسا واقعہ سنایا جانیوالا ہے جسکو دنیا تعجب کی نظر سے دیکھتی اور حیرت اور استبعاد کے کانوں سے

سنتی ہے مگر قدرت یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ میری عظمت و جلالت کے سامنے ایسے واقعات معمولی سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں پھر تمہارا استبعاد و تعجب محض بے محل اور ضعف یقین کا بیّن ثبوت ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔

جو آیت بطور عنوان تلاوت کیگئی ہے وہ خود بتا رہی ہے کہ معراج کا تذکرہ مدنظر ہے لیکن عرض کر چکا ہوں کہ اُن ذاتوں کی مدحت کے میدان نامحدود ہیں اسلئے اگر اختصار نہ کرونگا تو طول باعث ملال ہوگا لامحالہ مختصراً جستہ جستہ مطالب پر روشنی ڈالنی منظور ہے سب سے پہلے میں قول خداوند عالم اَسْرٰی کے معنی بیان کر کے اور اس لفظ کے متعلق بعض دیگر معانی کو چند جملوں کے بعد پر ملتوی رکھ کے آگے بڑھتا ہوں اسریٰ کے لغوی معنی ہیں سیر کرائی اُسنے بوقت شب اسکے بعد لفظ عبدا نہایت لطیف پہلو ؤں پر مشتمل ہے عبد بندے کو کہتے ہیں مگر شان خصوصیت دیکھئے کہ محض لفظ عبد استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ ضمیر غائب کیطرف اضافت کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے جسکا مرجع خود جناب باری ہے کسقدر بلیغ طرز کلام ہے کہ قدرت کو اپنے حبیب کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ خیال ساتھ ساتھ ہے کہ ہمارا حبیب کسی اور کا حبیب اور ہمارا بندہ خاص کسی اور کا بندہ نہ سمجھ لیا جائے لہٰذا پہلے سے عبد کو اپنی طرف مضاف کر کے اپنے حبیب کے تعلقات کو ماسوے اللہ سے منقطع کرادیا اور باتوں ہی باتوں میں وہ منظر خلوت دکھایا جسکو دیکھکر بیچین ہو جانیوالے آجتک کانٹوں پر لوٹ رہے ہیں یوں تو خلیل، صفی، حبیب وغیرہ تمام اسمار اپنے اپنے مقام پر پُر معنی ہیں مگر پیارا بندہ ہونا عجیب لطف دے رہا ہے اور ہونے کو تو سب ہی خدا کے بندے ہیں مگر جسکی بندگی خدا کو پسند آجائے اس سے پوچھیے کہ بندگی میں کتنی حلاوت ہے، قدر شناسی تو مشکل ہے ہی مگر قدر شناس کی قدر کرنا اس سے زائد مشکل ہے اگر ادھر بندگی پسند کی جا رہی ہے تو ذرا بے قدر دان شناسی کہ اُدھر سے بندگی میں اتنی ترقی دی جا رہی ہے کہ خود معبود کو کہنا پڑا یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ اے کملی اوڑھکر سونیوالے رات کو بندگی کیا کرو مگر ذرا کمی کے ساتھ اسلئے

کہ سوچی ہوئی پنڈلیوں کو دیکھکر چشم محبت میں کھٹک پیدا ہوجاتی ہے اللّٰہم صلّ علیٰ محمد وال محمد۔

یہاں پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ قران کو فصیح و بلیغ کہا جاتا ہے بلکہ فصاحت و بلاغت ہی پر اعجاز قران کا مدار ہے پھر لفظ اسریٰ میں لیل کے معنی پیدا ہوجانے کے بعد لفظ لیل بولکر کیوں بیفائدہ تطویل کیگئی جس سے دامن فصاحت و بلاغت گرد آلود ہوگیا مگر یہ شبہ سطحی ہے تطویل مخل فصاحت اسوقت ہوتی ہے جب فائدہ متحقق نہو اور یہاں دو عظیم الشان فائدے ہیں ایک یہ کہ تکرار لیل سے تاکید ہوگئی ہے یعنی اسپر زور دیا جا رہا ہے کہ معراج رات میں ہوئی۔ نہ دن میں دوسرے یہ کہ لفظ لیل نکرہ ہونے کی وجہ سے مفید تقلیل ہے یعنی اسریٰ سے محض یہ معلوم ہوا تھا کہ معراج شب میں ہوئی عام اس سے کہ ایک شب کے کسی حصہ میں ہوئی ہو یا پوری ایک شب میں یا کئی شبوں میں اور اس سے یہ توہم ہوتا ہے کہ واقعہ معراج رفتہ رفتہ آہستہ آہستہ کئی شبوں میں یا کم از کم ایک پوری شب میں تمام ہوا اور وہ اہمیت غائب ہوگئی جو ایک شب کے بھی کچھ حصہ میں تمام ہوجانے کی بنا پر شدت شوق ملاقات محبوب کے باعث سرعت سیر وغیرہ جیسی فضیلتوں سے پیدا ہوتی ہے اور لیلاً کہنے سے یہ نقص دور ہوگیا بلکہ یہ ثابت ہوگیا کہ ایک شب سے بھی کم میں سیر ہوئی اسلئے کہ لیلاً نکرہ ہونے کی وجہ سے تقلیل کا فائدہ دیتا ہے اور چونکہ ضابطہ تقلیل سے فائدہ اٹھانے میں کوئی مانع موجود نہیں اسلئے جسقدر تقلیل ہوتی جائیگی اتنا ہی معنوی خوبی میں اضافہ ہوتا رہیگا یہانتک کہ یہ سیر اتنی قلیل مدت میں تمام ہوجائے کہ زنجیر در ہلتی رہی اور بستر گرم رہا اللّٰہم صلّ علیٰ محمد وال محمد

معراج میں علماء نے اکثر مقامات پر اختلاف کئے ہیں بلکہ ہر فرقہ کے علماء آپسمیں مختلف ہیں میں یہاں پر اس امر کے متعلق اختلاف علماء نقل کرتا ہوں کہ معراج کہاں سے ہوئی۔ علماء اہلسنت میں سے

بعض کہتے ہیں کہ خود آنحضرت کے خانہ مبارک سے معراج ہوئی بعض حجر بعض حطیم بعض مسجد کعبہ بعض خانہ ام ہانی وغیرہ کے قائل ہیں اور علمائے اہل تشیع میں سے بعض خانہ ام ہانی کے بعض شعب ابوطالب کے اور بعض مسجد الحرام کے قائل ہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ان سب پر مسجد کا اطلاق مجازاً ممکن ہے جسطرح کہ بسبب قرب و جوار باہمی خانۂ ام ہانی شعب ابوطالب پر اور شعب ابوطالب خانہ ام ہانی پر بولے جا سکتے ہیں اور مسجد کا اطلاق ان سب پر اس طریقے سے ہوسکتا ہے جیسے بڑی مسجدوں میں بہت سے حجرے، دالان، طاق اور مکانات حدود مسجد سے باہر ہوتے ہیں اور ان سب کو مجازاً مسجد کہا جا سکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی حجرے میں رہتا ہو تو اُسکو کہہ سکتے ہیں کہ مسجد میں رہتا ہے پس اسیطرح کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت کو حطیم یا خانۂ ام ہانی یا شعب ابو طالب سے معراج ہوئی اور خداوند عالم نے اپنے قول من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ میں اسکو مجازاً مسجد حرام سے تعبیر کیا ہے"

مسجد اقصیٰ سے یا بیت المقدس مراد ہے یا بیت المعمور بیت المقدس پر اقصیٰ کا اطلاق باعتبار بعد مسافت ہے اسلئے کہ مکہ سے بیت المقدس چالیس شب کی راہ پر واقع ہے اور بیت المعمور مراد ہونے کی صورت میں اقصیٰ ہونا ظاہر ہے اخبار و آثار میں بھی مسجد اقصیٰ سے بیت المعمور ہی مراد ہے اور عقل بھی اسی کو پسند کرتی ہے اسلئے کہ بیت المعمور آسمان پر ہے اور معراج جو عروج سے مشتق ہے اسکے معنی بھی آسمان کی طرف جانا یا چڑھنا ہیں نیز اسریٰ اور نریہ کے مصدر اسراء اور اراءۃ ہیں یعنی سیر کرانا اور آیات دکھانا ان کے معنی میں بھی اسی صورت میں بلاغت اور شان و شوکت پیدا ہوسکتی ہے جبکہ سیر زمین و آسمان ہو ورنہ محض زمین کی سیر اور اسکے حالات دکھانے کے لئے لفظ سبحان سے ابتداء اسریٰ بعبدہ لیلاً میں تواتر خصوصیات پھر لنریہ من آیاتنا کی عظمت کوئی معنویت نہیں رکھتی اور ایسے کمزور معنی کے لئے ایسے ایسے شاندار

الفاظ اور اتنی پر شوکت عبارات صلہ فصاحت و بلاغت قرآن پر بدنما داغ بنکر نظر آتی بلکہ معاذ اللہ متکلم کی تنگ ظرفی کا پتہ دیتی ہیں اور ممکن ہے کہ حضرت کو مسجد اقصیٰ و بیت المعمور دونوں کی علی الترتیب سیر کرائی گئی ہو بلکہ یہی محصل ومفاد اکثر اخبار ہے جس سے انکار خلاف شان ایمان بلکہ تکذیب معصومین وجناب رسالتمآب ہے اور آنحضرت کی تکذیب موجب کفر ہے، رہا استبعاد و تعجب یہ محض بندوں کی کج عقلی اور کوتاہ فہمی ہے ورنہ، آفرینش آسمان و زمین، آسمان کا بے ستون قیام، زمین کا سطح آب پر استقرار وغیرہ وغیرہ تمام عجائب وغرائب ختم انبیاء کے بیت المعمور کی سیر کرنے سے کہیں بڑھکر قابل تعجب و حیرت ہیں ایسے محیر العقول حقائق و حالات کو روزمرہ دیکھتے ہوئے معراج میں استبعادی شبہ کرنا سوائے کھلی ہوئی ہٹ دھرمی، ضعف ایمان و یقین سیاہی قلب اور خدا و رسول سے عداوت کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا،

یہاں پر ایک اور اعتراض پیدا کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ حضرت کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے لنریہ من اٰیاتنا یعنی ہم نے یہ سیر اپنی آیات دکھلانے کیلئے کرائی یہاں پر لفظ مِن تبعیضیہ ہے جسکی وجہ سے یہ مطلب پیدا ہوگا کہ خداوند عالم نے آنحضرت کو بعض آیات دکھائیں اور حضرت ابراہیم کے متعلق فرمایا ہے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی ہم نے ابراہیم کو ملکوت سموات و ارض دکھائے لفظ سموات جمع ہونے کے باوجود لام استغراق مفید عموم و احصار سے بھی آراستہ ہے جسکے لئے لازم آتا ہے کہ حضرت ابراہیم کو تمام آیات دکھائی گئیں اور جناب ابراہیم کو کل آیات اور آنحضرت کو بعض آیات دکھانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ معراج ابراہیمی معراج محمدی سے افضل ہے لیکن آپ حضرات وجد کرینگے جب میں اسکے جواب میں یہ عرض کرونگا کہ جسکو دو مرتبہ معراج ہوئی ہو وہ اس سے افضل ہے جسکو ایکمرتبہ معراج ہوئی ہو اور میں ثابت کر سکتا ہوں کہ آنحضرت کو دو مرتبہ معراج ہوئی اور حضرت خلیل کو

ایک مرتبہ اسلئے کہ حضرت ابراہیم کو تو محض اسوقت معراج ہوئی جب انکو آیات دکھائی گئیں اور ہمارے نبی کو اسوقت بھی معراج ہوئی جب خود آپ کو آیات دکھائی گئیں اور اسوقت بھی جب حضرت خلیل مشرف بمعراج ہوئے اسلئے کہ آنحضرت صلب ابراہیم میں موجود تھے اور جو کچھ ابراہیم دیکھ رہے تھے وہ آپ بھی معائنہ فرما رہے تھے لہذا فضیلت معراج محمدی کو حاصل ہے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

دوسرے یہ کہ ملکوت سموات و ارض دکھانے کے لئے سیر و عروج لازم نہیں ملکہ کشف حجاب ہی کافی ہے یعنی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے آسمان پر جاکر ملکوت ملاحظہ نہ فرمائے ہوں بلکہ حجاب اٹھادئے گئے ہوں اور آپ اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے ملکوت و آیات کو دیکھتے رہے ہوں جیساکہ نائب رسول علی مرتضیٰ کے لئے ہوا کہ کشف حجاب ہوگیا اور آنحضرت تمام ان چیزوں کو ملاحظہ فرماتے رہے جو جناب رسالتمآب ملاحظہ فرمارہے تھے لہذا جناب ابراہیم محمد سے پہلے نائب محمد کے سامنے آئیں نبی سے قبل وصی کی قوت نظر دیکھیں، استاد سے قبل شاگرد کی شان معرفت معائنہ کریں اور مخدوم سے پہلے خادم کے مراتب پر تبصرہ کریں اسلئے کہ انکی معراج پر لفظ سیر و معراج ہی کا اطلاق ضروری نہیں اور آنحضرت کے لئے اولا لفظ اسریٰ ارشاد ہوا جس سے سیر ثابت ہے اسکے بعد من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ فرمایا گیا جسکے لئے عروج حتمی ہے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

تیسرے یہ کہ حضرت ابراہیم کے ملاحظات اس حد پر نہیں پہنچے کہ موجب تعجب ہوں اور لفظ سبحان اللہ کہا جاسکے برخلاف حضرت ختمی مرتبت کے کہ آپ کے لئے خود خالق عالم نے سبحان الذی اسریٰ فرمایا اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

اب میں منکرین معراج کے شبہات نقل کرنے کے بعد انکے جوابات عرض کرتا ہوں
شبہ یہ ہے کہ اتنی سریع حرکت محال ہے کہ آنحضرت تمام آیات خداوند عالم کی سیر

کرکے معراج سے اتنی دیر میں واپس آگئے کہ زنجیر در ہلتی رہی اور بستر گرم رہا دوسرا شبہ یہ کہ آسمانوں پر جانا موجب خرق افلاک ہے جو محال ہے لہذا آپ کا آسمانوں پر جانا بھی محال ہوگا اسلئے کہ مَا یَتَعَلَّقُ بِالْمُحَالِ فَهُوَ مُحَالٌ یعنی جو محال پر موقوف ہو وہ خود محال ہے تیسرا شبہ یہ کہ جسم ثقیل خاکی کا صعود سمجھ میں نہیں آتا'

پہلا شبہ یعنی اسقدر مسافت بعیدہ کو اتنی قلیل مدت میں طے کر لینا محال ہے اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو معترض کی کمال غفلت کی دلیل ہے آپ کو معلوم ہے کہ جسطرح زمین سے آسمان کیطرف جاتے ہیں اتنی مسافت کو اتنی جلدی طے کرنا محال ہو سکتا ہے اسیطرح آسمان سے زمین کیطرف آتے میں بھی یہ سرعت محال قرار پانی چاہیے حالانکہ اسپر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے اور تمام کتب سماویہ خصوصاً قرآن واحادیث انبیاء و ائمہ علیہم السلام سے ثابت ہے کہ جبرئیل امین آسمان سے وحی لیکر کسقدر جلدی انبیاء و مرسلین کے پاس آجاتے تھے اب اگر معترض کہیگا کہ جناب' سو لخذا کیونکر اسقدر سرعت کے ساتھ آسمانوں پر آئے گئے تو ہم کہیں گے جبرئیل کسطرح اتنی جلدی آسمان سے زمین پر اور زمین سے آسمان پر آتے جاتے تھے تعجب ہے کہ جبرئیل کے لئے یہ سرعت و عجلت مستبعد نہیں سمجھی جاتی اور آقائے جبرئیل و مخدوم جبرئیل کے متعلق چون و چرا کیجاتی ہے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد

اسکے ماسوا اگر اس جواب کو اہل اسلام ہی کے لئے محدود سمجھا جائیگا اسلئے کہ جبرئیل کا وجود محض اسلام ہی میں مسلم ہے تو ہم اہل کفر اور شیطان پرست طبقہ کے لئے بھی جواب رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ شیطان بھی اسیقدر سرعت کے ساتھ حرکت پر قادر ہے کہ چشم زدن میں دور سے دور کی مسافت کو طے کرکے وسوسہ ڈالدیتا ہے اور جبکہ شیطان میں یہ سرعت مسلم ہے تو سید المرسلین کے حق میں اسکا انکار کرنا نہایت بے انصافی ہے اگر اس جواب سے خدا والوں کی تشفی ہوگی تو اِس جواب سے شیطان والوں کو ساکت ہونا پڑیگا مگر واضح رہے کہ انسان دائرۂ اسلام میں اُسیوقت تک رہ سکتا ہے جبکہ ایسا خیال محض شبہ

اور وسوسہ کی حد تک رہے ورنہ اگر یقین محکم کی حیثیت آجائیگی وہ منکر معراج کہلائیگا جو کافر ہے۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد وّاٰلِ محمّد

بات یہ ہے کہ حقیقت کبھی نہ کبھی واضح ہو کر ہی رہتی ہے فرق اتنا ہے کہ اگر برمحل واضح ہوتی ہے تو انسان تائب ہو جاتا ہے اور بعد از وقت منکشف ہوتی ہے تو کفِ افسوس ملنا پڑتا ہے خداوند عالم نے اپنی حجتیں انسان کے لئے اسکے آخری وقت تک قائم کر دی ہیں اگر انسانی زندگی میں یہ راز منکشف نہ ہوگا تو نزع میں ملک الموت کو دیکھکر ضرور یہ سرعت ثابت ہو جائیگی کہ کہاں سے کہاں آگئے اور کتنے جلدی آگئے ملک الموت میں اسقدر سرعت سیر ثابت ہے کہ قبض ارواح کے لئے چشم زدن میں مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق میں پہنچ جاتے ہیں۔ پھر سردار ملک الموت اور سید و آقائے ملائکہ کے لئے اس سرعت کو مستبعد سمجھنا حقپوشی نہیں تو اور کیا ہے۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد وّاٰلِ محمّد۔

ان سب باتوں کے علاوہ آپ غور فرمائیں کہ جب آندھی آتی ہے تو چشم زدن میں مشرق مغرب کو گھیر لیتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ مٹی کو بھی یہاں سے وہاں لیجاتی ہے جب باد و خاک میں یہ قدرت ہے تو صاحب لولاک لما خلقت الافلاک (اگر تم نہ ہوتے تو ہم آسمانوں کو پیدا نہ کرتے) میں کیا استبعاد ہے اور جب تراب ہوا کے ساتھ اسقدر سرعت پر قادر ہے تو مخدوم ابو تراب کیوں چشم زدن میں لوح و قلم، عرش و کرسی، جنت و جہنم اور تمام عالم بالا کی سیر کر آئیں گے اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد وّاٰلِ محمّد۔

قائلین قرآن قرآن کی طرف رجوع فرمائیں اور غور کریں کہ حضرت آصف بن برخیا جو حضرت سلیمان نبی کے وزیر تھے کتنی جلدی تخت بلقیس کو دربار سلیمانی میں لے آئے ارشاد ہوتا ہے وَقَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّىْ یعنی جس کے پاس علم کتاب تھا اسنے کہا کہ میں تخت بلقیس کو آپ کی آنکھ جھپکنے سے قبل آپکے پاس لے آؤنگا جبکہ نبی جناب

سلیمان نے اسکو (مع تخت بلقیس) موجود دیکھا کہنے لگے کہ یہ تو خدا کا بڑا افضل ہوا
حضرت آصف نے مسافت دور و دراز سے تخت بلقیس کو چشم زدن میں حاضر دربار سلیمانی کر دیا
حالانکہ نبی نہ تھے تو سردار انبیاء اور حبیب خدا کا چشم زدن میں حاضر دربار رحمانی ہو جانا
کیوں قابل حیرت ہے اللھم صل علی محمد و آل محمد

اور بات یہ ہے کہ اسرار معراج کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنکی سبحانیت نے انکی نظر کو
دوربین بنا دیا ہے جسکی نظر خود نارسا ہوگی اُسے آیات الہیہ تک کسی کی رسائی سے کیا واسطہ
اسکی آنکھ میں نور ہی نہیں جس سے آفتاب کو دیکھے اور یہ سوچے کہ کتنی دیر میں نور بصر آفتاب تک
پہنچا ستاروں پر نظر ڈالے اور یہ غور کرے کہ نور چشم نے کتنی جلدی اپنا کام کیا نور ہی کو نور کی
معرفت ہو سکتی ہے جب خود اللہ کے دیے ہوئے نور کو ضائع کر دیا تو مدنظر خدا کی کیا قدر ہو
اور جب نور نظری کی رسائی سے واقفیت نہیں تو کیا سمجھ میں آئے کہ نور نظر عبداللہ کی رسائی
کہاں تک ہے اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

ان تمام امثلہ و براہین سے واضح ہو گیا کہ ایسی حرکت سریعہ ممکن ہے اور اجسام میں
اسکا امکان ہے نہ امتناع لہذا ہم بہ ترتیب صغرٰی و کبرٰی پہلی شکل بنا کر جو بدیہی الانتاج
ہے یوں کہتے ہیں حُصُولُ الْحَرَکَۃِ السَّرِیْعَۃِ الْبَالِغَۃِ اِلٰی ھٰذَا الْحَدِّ مُمْکِنٌ فِیْ بَعْضِ الْاَجْسَامِ
وَکُلَّمَا ھُوَ مُمْکِنٌ لِبَعْضِھَا فَھُوَ مُمْکِنٌ لِکُلِّھَا لِکَوْنِ الْاَجْسَامِ مُتَمَاثِلَۃً فِیْ قَبُوْلِ الْاَعْرَاضِ وَجِسْمُہٗ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَیْضًا مِنْ جُمْلَۃِ الْاَجْسَامِ فَمَا ھُوَ مُمْکِنٌ لَھَا مُمْکِنٌ لَہٗ اَیْضًا فَحُصُوْلُ الْحَرَکَۃِ
السَّرِیْعَۃِ الْبَالِغَۃِ اِلٰی ھٰذَا الْحَدِّ فِیْ جِسْمِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ مُمْکِنٌ یعنی سرعت میں اس
حد تک پہنچی ہوئی حرکت بعض اجسام میں ممکن ہے اور جو بعض اجسام کے لئے ممکن ہوتا ہے
وہ کل اجسام کے لئے بھی ممکن ہوتا ہے اسلئے کہ اجسام قبول اعراض میں مساوی ہیں اور
آپکا جسم منجملہ اجسام ہے لہذا جو کچھ اور اجسام کے لئے ممکن ہے وہ آپ کے جسم کے لئے
بھی ممکن ہے نتیجہ یہ نکلا کہ اسقدر سریع حرکت آپ کے جسم کے لئے ممکن ہے اللھم

صل علیٰ محمد و آل محمد۔

اب میں منکرین معراج کے دوسرے شبہ کا ازالہ کرتا ہوں جو یہ ہے کہ آسمانوں پر جانا موجب خرق افلاک ہے اور یہ محال ہے لہذا معراج بھی محال ہے اسکے جواب میں اول مخالفین کی اس دلیل کا ذکر ضروری ہے جو انہوں نے خرق و التیام فلک کے محال ہونے پر قائم کی ہے لیکن اس سے بھی قبل بطور مقدمہ لفظ حرکت کی توضیح ضروری ہے تاکہ اصل مقصد میں آنیوالی اصطلاحیں واضح، عبارات عام فہم، مطالب سہل ہو جائیں اور مقصود بہ بصیرت حاصل ہو سکے۔ حرکت کے لغوی معنی جنبش ہیں اور مشہور تعریف اِنْتِقَالُ الشَّیْءِ مِنْ مَکَانٍ اِلیٰ مَکَانٍ ہے یعنی کسی چیز کا ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا مگر اصطلاح فلسفہ میں کسی شے کے ایک حال سے دوسرے حال، ایک وصف سے دوسرے وصف ایک ہیئت سے دوسری ہیئت کیطرف انتقال کو حرکت کہتے ہیں یعنی مقولات عشرکم۔ کیف۔ این وضع۔ اضافت۔ متیٰ۔ ملک۔ فعل۔ انفعال کے اعتبار سے جسم میں جو انتقالات و تغیرات ہوتے ہیں انیں سے ہر ایک انتقال و تغیر کا نام حرکت ہے چونکہ یہ بحث داخل موضوع نہیں اسلئے تفصیل بے محل اور باعث انتشار مجلس ہوگی مگر حرکت کی چند قسمونکو مثال کے ساتھ اسقدر توضیح ضروری سمجھتا ہوں کہ موضوع کی وضاحت میں معاون ہو مثلاً باعتبار پیمایش وزن وغیرہ شے کی کمی زیادتی کو بھی حرکت کہتے ہیں اگر کوئی چیز دو گز سے چار گز یا چار من سے پانچ من ہو جائے تو کہیں گے کہ اُسنے حرکت کی اس حرکت کا نام حرکت فی الکم ہے یا اگر کسی شے کی کیفیت میں تغیر ہو جائے تو اسے بھی حرکت کہتے ہیں اگر کوئی چیز سیاہ سے سفید یا سفید سے سرخ ہو جائے تو کہیں گے کہ اسنے حرکت کی اور اسکا نام حرکت فی الکیف ہے یا اگر کسی چیز کا مکان بدل جائے تو اسکا نام بھی حرکت ہے اگر زید تخت پر سے کرسی پر جا بیٹھے تو کہینگے کہ اسنے حرکت کی اس حرکت کو حرکت فی الاین کہتے ہیں یا اگر کسی چیز کے اجزا کی نسبت بدل جائے یعنی شے مکان تو نہ چھوڑے مگر اسکے

اجزار ادھر سے اُدھر ہو جائیں اور ایک جز دوسرے جز کی بہ نسبت جہاں تھا وہاں نہ رہے تو کہیں گے کہ اسنے حرکت کی مثلاً زید تخت پر سے کرسی پر تو نہ جائے اور اپنی جگہ پر رہے مگر بیٹھے سے کھڑا ہو جائے یا ہاتھ کو زانو سے اٹھا کر سر پر رکھ لے تو کہیں گے کہ اُسنے حرکت کی اسلئے کہ جب بیٹھا تھا تو پنڈلیوں اور رانوں میں قرب کی نسبت تھی اور کھڑے ہونے میں بعد کی ہو گئی جب ہاتھ زانو پر تھا تو دست و زانو میں قرب کی نسبت تھی اور سر پر جانے سے بُعد کی ہو گئی اس حرکت کو حرکت فی الوضع کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور وضع جسم کے بعض اجزار کی بعض سے نسبت کو کہتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص بیٹھا ہے تو اسکے پنڈلیوں کا زانو سے ملا ہوا ہونا اسکے جسم کی وضع ہے یا اگر اسکا ہاتھ زانو پر ہے تو اسکے ہاتھ کا زانو سے اتصال اسکی وضع ہے۔ نیز یہ امر بھی یاد دہانی کی قابل ہے کہ اگر کسی کی حرکت دائرہ پر یعنی گول ہوگی تو اسکو حرکت مستدیرہ کہتے ہیں ورنہ حرکت مستقیمہ کہلائے گی اب واضح ہونا چاہیے کہ خرق و التیام فلک میں حرکت مستقیمہ فی الوضع ہے یعنی اگر آسمان پھٹا یا پھر ملگیا تو کہنا چاہیے کہ اسنے حرکت مستقیمہ فی الوضع کی مستقیمہ تو اسلئے کہ خرق و التیام کی وجہ سے جو حرکت ہوئی وہ دائرہ پر نہ ہوئی اور فی الوضع اسوجہ سے کہ اسکے اجزا کی نسبت بدل گئی جو جز قبل خرق دوسرے جز سے قریب تھا خرق کیوجہ سے بعید ہو گیا اور جو جز قبل التیام دوسرے جز سے بعید تھا بعد التیام قریب ہو گیا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ قبل خرق جن اجزا میں قرب کی نسبت تھی بعد خرق بعد کی ہو گئی اور قبل التیام جن اجزا میں بعد کی نسبت تھی بعد التیام قرب کی ہو گئی۔ ان مقدمات کے بعد اب وہ دلیل پیش کرتا ہوں جو استحالہ خرق و التیام پر قائم کی گئی ہے خرق و التیام فلک کو محال سمجھنے والے کہتے ہیں کہ فلک میں حرکت مستدیرہ موجود ہے لہذا اسمیں حرکت مستقیمہ کا ہونا محال ہے اور خرق و التیام مستلزم حرکت مستقیمہ ہیں پس جو محال ہے لہذا وہ خود محال ہو گا اسلئے کہ مستلزم محال محال ہوتا ہے اور فلاک میں حرکت

مستقیمہ اسلئے محال ہے کہ یہ خود دو محال امروں کو مستلزم ہے اول یہ کہ حرکت مستقیمہ
سے لازم آتا ہے کہ ایک شے ایک ہی وقت میں ایک شے (حرکت مستدیرہ)
کیطرف مائل بھی ہے اور اسی شے سے منحرف بھی ہو اور یہ محال ہے دوسرے یہ کہ فلک میں حرکت
مستدیرہ و مستقیمہ دونوں فرض کرنے کی بنا پر لازم آتا ہے کہ طبیعت واحدہ کے مقتضا
مختلف و متعدد ہو جائیں ایک مقتضی حرکت مستدیرہ دوسر مقتضی حرکت
مستقیمہ اور یہ محال ہے لہذا حرکت مستقیمہ دو محال امروں کو مستلزم ہونے کیوجہ سے محال
قرار پائے گی اور خرق والتیام حرکت مستقیمہ کو مستلزم ہیں لہذا وہ خود بھی محال ہو جائیگا
یعنے خرق والتیام فلک مستلزم حرکت مستقیمہ ہونے کیوجہ سے محال اسلئے کہ فلک میں حرکت
مستقیمہ محال ہے اور حرکت مستقیمہ دو محال امروں کو مستلزم ہونیکی وجہ سے محال جو
ذکر کئے جا چکے ۔ نیز وہ لوگ کہتے ہیں کہ طبیعت فلکیہ میں کوئی ایسا مبدا موجود نہیں جو
اسکو اپنے موضع طبعی سے ہٹادے یعنے اسمیں حرکت فی الوضع پیدا کردے دوسرے
الفاظ میں یوں کہیئے کہ اسکے اجزائی باہمی نسبت کو بدلدے اور حرکت مستقیمہ کے لئے حرکت
فی الوضع لازم ہے لہذا جب حرکت فی الوضع عدم مبدا کیوجہ سے مفقود ہوگی تو حرکت
مستقیمہ عدم حرکت فی الوضع کیوجہ سے نہ پائی جائیگی یہ تھی خرق والتیام فلک کو محال
سمجھنے والونکی دلیل کی تقریر لیکن ارباب عقل سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تمام امور اور شبہات
عدم تدبر کیوجہ سے پیدا ہوئے ہیں جنکا جواب نہایت مختصر طور پر دیا جاسکتا ہے مخالف
نے اپنی دو دلیلوں میں دو امروں کو محال قرار دیا ہے اول ایک شے کا ایک ہی زمانہ
میں ایک شے کیطرف توجہ اور اسی سے انحراف دوسرے طبیعت واحدہ کے مقتضی کا
مختلف و متعدد ہونا یہ دونوں امر ہم بھی کہتے ہیں کہ محال ہیں لیکن اسوقت محال ہیں
جبکہ شے انفرادی حالت میں ہو عدم انفراد کی حالت میں نہ خود محال نہ وہ امر محال
جو انکو مستلزم ہو یعنی ایک شے میں حرکت مستدیرہ کے ساتھ مستقیمہ کا پایا جانا اور مقتضی کا

اختلاف اسوقت محال ہے جبکہ شے میں حرکت مستقیمہ اور اختلاف مقتضی کے اسباب
وحالات نہ پائیں جائیں اور حرکت مستقیمہ واختلاف مقتضی کے اسباب سے مجرد و
منفرد ہو لیکن یہ ممکن ہے کہ ایک شے ایک سبب کے اعتبار سے حرکت مستدیرہ کرتی ہو اور
دوسرے سبب کے اعتبار سے حرکت مستقیمہ اور ایک حیثیت سے اس میں مقتضی حرکت
مستدیرہ پایا جاتا ہو اور دوسری حیثیت مقتضی حرکت مستقیمہ دوسرے الفاظ میں یوں کہیئے کہ یہ دونوں امر
اسوقت محال ہیں جبکہ شے منفرد ہو مگر جب اُسمیں کوئی شے بطور ضمیمہ سبب کی حیثیت سے
آجائے تو ممکن ہو جائیں گے یا یوں سمجھیے کہ ایک شے کا ایک حال کے اعتبار سے حرکت
مستدیرہ اور ایک حال کی جہت سے حرکت مستقیمہ کرنا ممکن ہے۔ رہی مبدء کی بحث
کہ فلک میں کوئی ایسا مبدأ نہیں جو اسمیں حرکت مستقیمہ وضعیہ پیدا کردے یعنی اسکے اجزا
کی نسبت کو بدلدے اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ اسی تقریر سے یہ بحث بھی تمام ہوئی جاتی
ہے اور وہی سبب یا ضمیمہ یا حال مبدأ قرار پا جائیگا جسکے ذریعہ سے حرکت مستدیرہ کے
ہوتے ہوئے مستقیمہ پیدا ہو گئی اور ایک مقتضی کے باوجود دوسرا مقتضی موجود ہو گیا
اور اس مبدأ کا پایا جانا مبدأ حرکت مستدیرہ سے متعلق نہیں اسوجہ سے کہ مبدأ حرکت مستقیمہ
وضعیہ کا اثر جزء پر ہے اور مبدأ حرکت مستدیرہ کا اثر کل پر اور جزء کے متحرک ہونے سے
کل کا متحرک ہونا ضروری نہیں لہذا خرق والتیام سے جو حرکت مستقیمہ
پیدا ہوگی وہ کل فلک میں نہوگی بلکہ جزء فلک میں ہوگی یعنی فلک متحرک مستدیر ہی رہیگا
ہاں حرکت مستقیمہ وضعیہ اس سے اسکے بعض اجزا متاثر ہونگے نہ کل فلک شاید
فلسفہ آمیز دقیق الفاظ کی نشست و برخاست کیوجہ سے مقصود ذہن نشین نہوا ہو لہذا ایک
ایک عام فہم مثال دیکر مطلب کو سہل کردینا چاہتا ہوں آپ ایک لکڑی کا گولا لیکر
ایک محور پر گھمائیے اس حالت میں اسکو کہا جائیگا کہ حرکت مستدیرہ کر رہا ہے اب
فرض کیجیے کہ اس گولے میں ایک کیڑا لگا ہوا ہے جو اسکو برابر کاٹے جا رہا ہے اس کیڑے

کے کاشنے کی وجہ سے جو کرہ میں حرکت ہو رہی ہے وہ مستدیرہ نہیں اسلئے مستقیمہ ہے اور
اسکے اجزا میں باہم فرق پیدا کر رہی ہے اسلئے حرکت فی الوضع ہے اور کہا جائیگا کہ اس
کرہ میں ایک ہی وقت میں حرکت مستدیرہ بھی ہو رہی ہے اور حرکت مستقیمہ بھی اگرچہ
مستقیمہ کا اثر محض اسکے بعض اجزا پر ہے اور اسکی وجہ سے کل کرہ متحرک نہیں مگر
دونوں حرکتوں کا وجود اسی میں مسلم ہے اب یہاں بھی یہ سوال ہوتا ہے کہ ایک چیز میں دونوں
مستدیرہ و مستقیمہ حرکتیں کیونکر پائی گئیں اسکا جواب یہی دیا جائیگا کہ حرکت مستدیرہ
اور اعتبار سے ہے اور حرکت مستقیمہ دوسری حیثیت سے حرکت مستدیرہ اپنے سبب کیوجہ
سے ہوئی اور حرکت مستقیمہ اپنے سبب کیوجہ سے اور اسی سبب کو مبدأ کہا جائے گا
یعنی ایک ہی جسم میں حرکت مستدیرہ بھی پائی گئی، حرکت مستقیمہ بھی اور اسکا مبدأ بھی
اسیطرح جب آنحضرت جو باعث ایجاد عالم اور محبوب خلاق عالم تھے معراج کو گئے
تو افلاک کی حرکت سابقہ مستدیرہ اپنے سبب کے بقا کیوجہ سے باقی رہی اور چونکہ آپ خود
سبب حرکت افلاک بنگئے تھے لہذا افلاک نے مصداق لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ
کے اثر کو قبول کیا آپ کے گذرنے کیوجہ سے افلاک میں خرق والتیام ہوا اور حرکت مستقیمہ
وضعیہ پیدا ہو گئی اس صورت میں آپ ہی اسکا مبدأ بھی تھے اور جب حرکت مستقیمہ فی
الفلک کا محال ہونا باطل ہو گیا اور ممکن ثابت ہو گئی تو خرق و التیام کا محال ہونا بھی
باطل ہو گیا اسلئے کہ یہ حرکت مستقیمہ کے محال ہونے پر موقوف تھا جو ممکن ثابت ہو گئی۔ اب
دلیل بطلان خرق والتیام اور کیڑہ چوبی کی مثال پر نظر کرنے سے ثابت ہو گیا۔ جب آنحضرت
بقعہ نور کیطرح گزرے تو افلاک کی حرکت مستقیمہ کا سبب و مبدأ بنکر گزرے حرکت مستدیرہ
سبب کے اعتبار سے ہوتی رہی اور حرکت مستقیمہ وضعیہ اپنے سبب کے لحاظ سے پیدا ہو گئی۔

صل علی محمد وال محمد۔

اسکے علاوہ یہ کہ اگر خرق والتیام کو محال مان بھی لیا جائے تو محض آنحضرت ہی

آنے جانے پر استحالہ کا اثر نہیں بلکہ جو آنے جانیوالا بھی آسمان سے گزریگا اسمیں بھی بحث دپیش ہوگی حالانکہ میں سابق میں ذکر کر چکا ہوں کہ جبرئیل امین تمام انبیاء کے پاس آتے جاتے تھے جو امر مسلم اور قرآن وصحف آسمانی نیز احادیث واخبار متواترہ سے ثابت ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان کے گزرنے میں تعخرق والتیام کے محال ہونے کی بحث نہ ہو اور نور خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے یہ شبہ پیش کیا جائے یہ سب شیطانی خیالات ہیں حق وہ ہے جو پہلے جواب میں عرض کیا جا چکا کہ خرق والتیام فلک کا محال سمجھنا محض بے اصل وبے بنیاد ہے۔

آخر مجلس میں میں تیسرے شبہ کو باطل کرنا چاہتا ہوں معترض کہتا ہے کہ افلاک پر جسم کا صعود غیر معقول اور محال ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ محال نہیں ہے بلکہ ممکن بلکہ روزانہ مشاہدہ اور وقوع میں آتا رہتا ہے البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جسم خاکی کا اعلیٰ کیجانب حرکت وصعود طبعی نہیں بلکہ قسری ہے یعنی جسم خاکی جب اوپر کیطرف جاتا ہے تو اپنی طبعی قوت سے نہیں جاتا بلکہ کسی خارجی قوت کے تقاضے یا کشش سے جاتا ہے اور اس سے معراج پر کوئی حرف نہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ آنحضرت کی حرکت بالطبع تھی بلکہ کسی کی الفت کی کشش تھی اور کسی کی محبت کا تقاضا تھا حبیب کی کشش الفت زور کر رہی تھی اور محبت تقاضا کر رہی تھی اسلئے آنحضرت تشریف لیگئے اور کشش الفت وتقاضائے محبت عاشق پر لبیک کہنے والا بھی ہو تو ایسا ہی ہو کہ چشم زدن میں متواتر حجابوں آسمانی پردوں اور لاکھوں میل کی مسافت طے کر کے زینت افزائے آغوش محبت ہو جائے۔ اللّٰہم صل علیٰ محمد وآل محمد۔

اگر دنیوی مشاہدات مطلوب ہیں تو پتھر کو آسمان کیطرف پھینک کر دیکھئے کہ صعود کرتا ہے یا نہیں جب آپ کی قوت اتنی ہے کہ خاک کے ڈھیلے کو اسقدر بلند پھینک سکتے ہیں تو ذرا انصاف سے جواب دیجئے کہ خدا کے ہاتھ کی قوت نور خدا کے

ساتھ کیا کام کریگی اور ہوں کسقدر بلند ہوسکیں گے تیز پرندونکو دیکھئے کہ ہوا میں
کسقدر بلند ہوجاتے یہاںتک کہ نظر اپنا کام چھوڑ دیتی ہے اور ان دوربینوں سے
بھی نظر نہیں آتے جو اسی لیے بنائی گئی حالانکہ یقیناً انکا جسم ثقیل وکثیف اور
خاکی ہے جب یہ معمولی پرند اتنی قوت صعود رکھتے ہیں تو مخدوم طائر سدرہ کی بابت کیا
ارشاد ہے اور نئی روشنی میں آنکھیں کھولنے والے اگر اپنے مذاق کی مطابق مشاہدہ
چاہتے ہیں تو ہوائی جہاز کو دیکھیں کہ جسم ثقیل ہونے کے باوجود کسقدر بلند ہوجاتا ہے
اور خود ہی بلند نہیں ہوتا بلکہ اپنے ساتھ اپنے اندر بیٹھنے والونکو بھی اتنا بلند کر لیجاتا ہے کہ
شب میں ستارہ کی مثل بلکہ ستارہائے آسمان میں سے ایک ستارہ معلوم ہوتا ہے جب
اسمیں یہ طاقت ہے تو پھر نجم ثاقب نبوت اور آفتاب فلک رسالت کے لئے کیا کہیے اللہ
اللّٰہم صل علیٰ محمد وآل محمد
اسقدر دلائل وبراہین کے بعد اب کوئی عاقل معراج کے متعلق شبہات وارد
نہیں کرسکتا رہا ظاہری نظر میں استبعاد و تعجب یہ محض معراج ہی کے ساتھ مخصوص
نہیں بلکہ تمام معجزات انبیا میں ہوسکتا ہے عصائے موسیٰ کا چشم زدن میں اژدہا بنجانا
ساحران فرعون کے ستر ہزار سانپونکو نگل جانا پھر فوراً عصا ہوجانا دامن کوہ سے ایسے
بڑے ناقہ کا نکلنا ان سب پر یقین وایمان ہیں شیطانی وساوس کام کرسکتے ہیں بلکہ کر
رہتے ہیں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ محض استبعاد و تعجب اور عقل بشری کی کوتاہی سے شان
اعجاز میں کوئی فرق اور دامن معجزات پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا نہ کسی نبی کی نبوت میں ایسے
شبہات وشکوک قدح پیدا کرسکتے ہیں اگر انسان ذرا تامل کرے معجزنما کی طاقت و قوت
وتدبر کو عظمت دل میں قائم کرے اور معجزات کو انکی ربانیت و محبت کی حیثیت سے دیکھے
تو آسانی سے یہ عقدے حل ہوسکتے ہیں مگر دقت یہ ہے کہ دشمنان خدا وخاصان خدا خوارق و
معجزات کو اس ارادہ سے نہیں دیکھتے کہ ان سے کسی نبی کی نبوت یا امام کی امامت ثابت

کریں بلکہ دراصل عناد قلبی اور بغض ذاتی کیوجہ سے معجز نما کی تنقیص و ہتک شریعت کی توہین اور خالق عالم کی معاذ اللہ تذلیل مد نظر ہوتی ہے اور اس مقصد کے پورا کرنیکے لئے بحث و تحقیق کے پردہ میں معجزہ کو باطل و بے اصل قرار دینے کی کوششیں کیجاتی ہیں خصوصاً ایسی کرامات، ایسے خوارق و معجزات کا اظہار تو انبیاء خدا اور ائمہ ہدیٰ کا حق ہے جسکو توفیق حق ہے انکی دعوت اور آواز پر لبیک کہتا ہے اور جسکا دل سیاہ ہو جانے کے بعد ناقابل اصلاح ہو جاتا ہے وہ اہم و دقیق مسائل تو درکنار بدیہیات سے پشت پھیر لیتا ہے" چنانچہ سید الشہدا مظلوم کربلا اشقیائے بیدین کے سامنے میدان کربلا میں اپنا حسب و نسب بھی بیان کرتے تھا اپنے مراتب کا اظہار بھی فرماتے تھے اور معمولی طور سے نہیں بلکہ عبائے رسول اوڑھکر عمامہ رسول باندھکر ناقہ رسول پر سوار ہو کر عصائے رسول اور سیف رسول ہاتھ میں لیکر انسے خطاب کرتے تھے لیکن بیدین اور سیاہ دل طبقہ جواب دیتا تھا کہ ای حسین یہ سب کچھ صحیح مگر ہم تمہیں پیاسا ہی شہید کرینگے، پانی مانگتے تھے شمر جواب دیتا تھا کہ ای حسین اگر تمام روئے زمین پانی پانی ہو جائے تب بھی تم کو ایک قطرہ پانی کا نہ ملیگا عزادارو! اگر حسین کے سوال ہی پر یہ کفر آمیز فقرات ادا کئے جاتے تو کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ سوال ہی کیوں کیا تھا ہائے مظلوم کربلا کے بہتر داغ تھے جسم اقدس میں ایکہزار نوسو پچاس زخم تھے تین دن سے بھوکے پیاسے تھے زخمی کو یوں بھی پیاس زائد ہوتی ہے اس مظلومیت اور پیاس کا قلب صادق تصور کیجئے اور ناریوں کا خود بخود حسین پیاسے کو ترسانے اور ڈھانے کے لئے یہ کہنا دیکھئے کہ ای حسین آپ دیکھتے ہیں کہ آب فرات کسطرح شکم ماہی کیطرح جوش مار رہا ہے اور آپ مع رفقا اسکے لئے ترس رہے ہیں یہ تو بے توفیق اور سیاہ قلب لوگونکا ذکر تھا اب دو جملوں میں کامل الایمان اور غدار سیدہ بندوں کا بھی حال سنئے کہ کسطرح مظلومیت سید الشہدا انکا احساس کیا اور کیسی بہادری کے ساتھ جان نثاری کی کہ

نزع کیوقت بھی اپنے امام کو نہ بھولے لکھا ہے کہ جب مسلم بن عوسجہ فرزند زہرا پر جان قربان کرنیکے لئے میدان میں آئے اور فوج عمر سعد کے نامی پہلوانوں کو فی النار کرنے کے بعد طاقت جنگ زائل ہوجانے پر زین سے جانب زمین آئے تو حبیب ابن مظاہر ان کی لاش پر تشریف لائے اور کہنے لگے بھائی مسلم! اگر مجھے کچھ دنوں دنیا میں رہنے کی امید ہوتی تو تم سے کہتا کہ کوئی وصیت کرو اللہ رے امام شناسی بھوک اور پیاس کا عالم - زخم پر زخم - جان کنی کا وقت مگر امام کو نہیں بھولے اور کہنے لگے کہ ای حبیب میں تم سے اپنے مولا امام حسین علیہ السلام کی بابت وصیت کرتا ہوں کہ تا زندگی رکاب فیض انتساب سے جدا نہونا الا لعنۃ اللہ علی القوم الظّٰلمین وسیعلم الّذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ہ

مجلس واقعات وحالات معراج مع گوشہائے مواعظ ذکر درخت طوبیٰ، سید الشہدا کے سر اقدس اور جسم مطہر کی معراج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَخِطَابِهِ الْمَتِيْنِ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ سُبْحَانَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِىْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

اقدس الٰہی ارشاد فرماتا ہے کہ قابل تسبیح وہ ذات ہے جسنے اپنے بندے کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی (وہ مسجد اقصیٰ) جسکے گرد و نواح کو ہمنے مبارک قرار دیا ہے (یہ سیر اسلئے کرائی) تاکہ ہم اسکو اپنی آیات و نشانیاں دکھائیں

بیشک وہی خدا سمیع و بصیر ہے
یہی آیت سابق مجلس میں عنوان قرار دیجا چکی ہے جسمیں مخالفین معراج کے اعتراضات و شبہات کے جوابات پیش کئے گئے تھے اس مجلس میں حالات و واقعات معراج عرض کرنا چاہتا ہوں۔ منقول ہے کہ جب آنحضرت نے معراج کے لئے براق پر سوار ہونا چاہا تو اول آب زمزم میں ملاکر آب کوثر سے غسل کیا جو جبرئیل اپنے ساتھ لائے تھے اسکے بعد سوار ہوئے براق آنحضرت کو لیکر چلا جبرئیل آپ کے ہمراہ تھے اور عجائبات زمین و آسمان دکھلاتے جاتے تھے آنحضرت فرماتے ہیں کہ میں اسیطرح چلا جاتا تھا کہ داہنی طرف سے ایک آواز آئی میں نے اسکا کچھ جواب نہ دیا پھر جانب چپ سے کسی نے پکارا میں نے اسکی بھی کچھ اعتنا نہ کی اسکے بعد ایک عورت ہاتھوں کو کھولے ہوئے تمام زینت دنیا سے آراستہ سامنے آئی اور کہا کہ ای محمد مجھے دیکھو! میں نے اسکی بھی پروا نہ کی تھوڑی دور چلکر میرے کان میں ایک ایسی آواز آئی کہ میں بیقرار ہو گیا جبرئیل نے مجھے ایک مقام پر اُتار کر کہا کہ نماز پڑھو میں نے نماز پڑھی جبرئیل نے کہا کہ یہ تمہاری ہجرت گاہ ہے میں پھر سوار ہوا تھوڑی دور کے بعد پھر مجھے اُتارا اور کہا کہ نماز پڑھو وہاں بھی میں نے نماز پڑھی جبرئیل نے کہا کہ یہ کوہ طور ہے میں پھر سوار ہو گیا۔ تھوڑی دور چلکر جبرئیل نے مجھے پھر اُتار کر نماز پڑھوائی اور کہا کہ یہ خانہ لحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تھے وہاں سے سوار ہو کر بیت المقدس میں پہنچا جبرئیل میرے ساتھ تھے وہاں خداوند عالم نے حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء کو میرے احترام و استقبال کے لئے جمع کیا تھا' اقامت کہی گئی میں نے سب کو نماز پڑھائی بعد نماز خزانہ دار تین پیالے لایا ایک پیالے میں دودھ تھا ایک میں پانی اور ایک میں شراب ہاتف نے کہا کہ ای محمد اگر پانی لوگے تو تمہاری امت غرق ہو جائیگی' شراب لوگے تو گمراہ ہو جائیگی اور دودھ لوگے تو ہدایت پائیگی میں نے دودھ کا پیالہ لیکر اسمیں سے کچھ پیا جبرئیل نے کہا کہ تم نے اور تمہاری امت نے ہدایت پائی اسکے بعد جبرئیل امین نے مجھ سے ان دونوں آوازوں اور اس عورت کی کیفیت

بیان کی کہ داہنی جانب سے جو آواز آئی تھی وہ داعی یہودیت کی تھی اگر تم اسکو جواب دیتے
تمہاری امت یہودی ہو جاتی جانب چپ سے جو آواز آئی تھی وہ داعی نصرانیت کی تھی اسکو جواب
دینے سے تمہاری امت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی اگر اس سے بات کرتے تو تمہا
امت دنیا کو آخرت پر مقدم رکھتی پھر میں نے ایک خوفناک آواز سنی جبرئیل نے کہا کہ آپ سے
ستر برس پہلے میں نے ایک پتھر ساحل دوزخ پر سے دوزخ میں ڈالا تھا اسوقت وہ زمین دوزخ
پر جا کر ٹھیرا ہے کہتے ہیں کہ آنحضرت نے یہ سنکر زندگی بھر کبھی تبسم نہ فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں کہ آسمان اول پر میں نے ایک بلند قامت، کریہ صورت غصہ میں بھرا ہوا
دیکھا اُسنے مجھ کو دعا دی مگر خنداں نہوا حالانکہ تمام فرشتے میری آمد سے مسرور و خنداں تھے
میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہے جس سے مجھ کو اسقدر خوف پیدا ہوا کہنے لگے کہ اس سے
ڈرنا چاہیئے یہ مالک دوزخ ہے کبھی کسی نے اسکو متبسم نہیں دیکھا یہ دشمنان خدا اور گنہگاروں
ہمیشہ غضبناک رہتا ہے میں نے اسکو سلام کیا اُسنے جواب سلام دیا میں نے جبرئیل سے کہا ا
کہو میں دوزخ دیکھنا چاہتا ہوں اُسنے ایک پردہ دوزخ اُٹھایا تو ایک شعلہ جوش زن ہو کر بلند
میں نے خائف ہو کر کہا کہ دروازہ دوزخ کا بند کر دے اُسنے دروازہ بند کیا میں آگے بڑھا تو ایک
گندم گوں بزرگ کو دیکھا معلوم ہوا کہ یہ حضرت آدم ہیں میں نے انکو سلام کیا انہوں نے جواب دیکر
میرے لیے استغفار کی دعا و مبارکباد دی اور خوش ہوئے اللھم صل علی محمد و آل محمد

آپ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ایک فرشتہ کو بیٹھا دیکھا کہ تمام دنیا اسکے دونوں زانوؤں کے
درمیان معلوم ہوتی تھی، ایک نور کی تختی کو بغور دیکھ رہا تھا جسپر کچھ لکھا ہوا تھا جبرئیل نے کہا
کہ یہ ملک الموت ہیں میں نے قریب جا کر سلام کیا انہوں نے جواب دیا بڑی محبت سے پیش آئے
اور کہنے لگے کہ تم کو خوشخبری ہو میں تمہاری امت میں خیر دیکھتا ہوں میں نے شکر خدا کیا پھر ملک
الموت کہنے لگے کہ دنیا میرے نزدیک مثل درہم کے ہے جو ہاتھ میں ہو اور بآسانی ہر طرف الٹا پلٹا
جا سکے میں ہر گھر کے آدمیوں کو روزانہ پانچ مرتبہ دیکھتا ہوں جب کوئی میت پر روتا ہے تو میں

کہتا ہوں کہ کیوں روتے ہو پھر تو تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑونگا آگے چلا کر میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ گندہ گوشت کھا رہے ہیں حالانکہ پاکیزہ گوشت بھی ان کے پاس رکھا تھا معلوم ہوا کہ یہ میری امت کے اُن لوگوں میں سے ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کھاتے ہیں۔ آگے بڑھ کر میں نے ایک فرشتہ کو دیکھا جسکا نصف بدن آگ کا تھا اور نصف برف کا مگر ایک حصہ دوسرے کو نقصان نہیں پہنچاتا تھا اور وہ فرشتہ دعا کر رہا تھا کہ اے وہ خدا جس نے آگ اور برف میں الفت پیدا کر دی ہے مومنین کے دلوں میں بھی الفت پیدا کر دے معلوم ہوا کہ یہ فرشتہ تمام ملائک سے زائد مومنین کا خیر خواہ ہے۔ پھر میں نے چند آدمی ایسے دیکھے جن کے ہونٹھ اونٹوں کے ہونٹھوں کی مثل تھے اور فرشتے اُن کے پہلوؤں کا گوشت کاٹ کاٹ کر انہیں کھلا رہے تھے معلوم ہوا کہ یہ چغل خور اور مومنین کے عیوب تلاش کرنیوالے ہیں۔ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ فرشتے ان کے سروں کو پتھروں سے کچل رہے ہیں معلوم ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر نماز عشا پڑھے سو جاتے تھے۔ بعض لوگ ایسے دیکھے کہ فرشتے ان کے منہ میں آگ ڈال رہے ہیں جو نیچے کو نکل جاتی ہے معلوم ہوا کہ یہ لوگ یتیموں کا مال کھانیوالے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بڑے بڑے شکموں کے دیکھے جنکی وجہ سے وہ جنبش نہیں کر سکتے تھے معلوم ہوا کہ یہ سود خوار ہیں پھر کچھ عورتیں پستانوں کے بل لٹکی ہوئی دیکھیں معلوم ہوا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا و حرام سے اولاد جنکر شوہروں کے نامزد کر کے انکو میراث کا مستحق بنا دیتی تھیں اسیطرح میں نے بہت سے فرشتوں کو دیکھا حضرت یحییٰ و عیسیٰ سے ملاقات ہوئی تیسرے آسمان پر حضرت یوسف فلک چہارم پر حضرت ادریس آسمان پنجم پر حضرت ہارون چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی ہر آسمان پر عجائب و غرائب اور فرشتوں کے گروہ مصروف تسبیح و تقدیس نظر آئے خصوصاً آسمان ہفتم پر نور اور برف کے دریا دیکھے ایک فرشتہ بصورت مرغ نظر آیا جسکا پاؤں ساتویں زمین پر اور سر عرش کے نزدیک تھا وہ بازو کھولتا ہے تو مشرق و مغرب سب میں پہنچتے ہیں صبح کے وقت بازو کھولکر اور پر جھاڑ کر تسبیح کرتا ہے اسے سنتے مرغان

دنیا بھی آواز دیتے ہیں اسکے بازو سفید پر سبز ہیں اور رنگ ہمیشہ مثل ہے پھر میں نے بیت المعمور
میں جا کر نماز پڑھی باہر آ کر نہر کوثر اور نہر رحمت دیکھی یہ نہریں جنت میں پہنچتی ہیں میں نے جنت
میں جا کر ان نہروں کے کنارے اپنی اہلبیت اور ازواج مومنات کے گھر دیکھے وہاں کی خاک
مشک معلوم ہوئی بہشت اونٹوں کی برابر اور انار ہائے بہشت ڈول کی برابر ہیں میں نے ایک درخت
دیکھا جو اسقدر بڑا ہے کہ اگر اسکی جڑ میں کوئی پرند چھوڑ دیں تو سات سو برس میں بھی اسکا دور
نہ کر سکے اللھم صل علی محمد وال محمد۔

ابن عباس سے جناب رسالتمآب کا قول منقول ہے کہ طوبی بہشت میں ایک درخت ہے
جسکا سایہ سو برس کی راہ تک ہے اور لباس اہل بہشت اسکے شگوفوں میں سے نکلتا ہے امام
موسی کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ کسی نے جناب رسالتمآب سے حال درخت طوبی کا
تو آپنے فرمایا کہ اسکی جڑ میرے گھر میں ہے اور شاخیں اہل جنت کے گھر میں دوسری دفعہ پوچھا تو ارشاد
ہوا کہ طوبی کی جڑ علی کے گھر میں ہے کسی نے عرض کیا پہلے تو آپنے فرمایا تھا کہ اسکی جڑ میرے گھر میں ہے فرمایا کہ جنت میں میرا
علی کا ایک ہی گھر ہوگا اللھم صل علی محمد وال محمد۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنحضرت ہر صبح جناب سیدہ کی بو سونگھتے تھے ایک
زوجہ نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ جب میں شب معراج داخل بہشت ہوا تو جبرئیل مجھکو زیر طوبی لائے اور اسمیں سے ایک سیب
مجھے دیا جب میں نے کھایا تو نطفہ خدا دہ میری پشت میں داخل ہو گیا فاطمہ کی خلقت اسی سے ہے اسی سبب سے جب میں مشتاق
بہشت ہوتا ہوں تو فاطمہ کی خوشبو سونگھتا ہوں مجھے سیدہ سے خوشبوئے طوبی آتی ہے
سیدہ بصورت انسان حور ہے مَنْ اٰذٰاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَ
اٰذَی اللّٰہَ فَقَدْ کَفَرَ جس نے سیدہ کو اذیت دی اسنے مجھے اذیت دی جسنے مجھے اذیت دی
اسنے خدا کو اذیت پہنچائی اور خدا کا اذیت دینے والا کافر ہے مگر آہ مومنین سے

آں در کہ جبرئیل امیں بود خادمش | اہل جفا بہ پہلوئے خیر النساء زدند

ہائے سیدہ النساء شہید ہوا کہ جناب محسن بھی شہید ہو گئے اور رسول کی صحابیت کا دم

والوں نے دختر رسول کے ساتھ ایسی محسن کشی اور احسان فراموشی کی کہ آپ انکی صورت سے بیزار ہو گئیں۔

بہر حال آنحضرت مشاہدات معراج بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے معراج میں دیکھا کہ ایک سوراخ سے ایک گائے برآمد ہوئی اور پھر اسکے اندر جانیکا قصد کرنے لگی مگر جا نہ سکی معلوم ہوا کہ یہ اس شخص کی مثال ہے جو بڑی بات منہ سے نکالکر پشیمان ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ پھر اسکو وہاں پہنچائے مگر پہنچا نہیں سکتا فرماتے ہیں کہ جب میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا تو اس سے نور خدا ساطع نظر آیا پانی۔ دودھ۔ شراب اور شہد کی چار نہریں اس سے جاری تھیں جبرئیل نے کہا کہ اب میں آگے جانے سے قاصر ہوں میرا مقام یہیں تک ہے آپ تنہا تشریف لیجائیے۔

اگر یک سر موئے برتر پرم　　فروغ تجلی بسوزد پرم

جب انوار محبت باری نے مجھپر غلبہ کیا تو میں نے سجدہ کیا آواز آئی کہ ہم نے تم سے پہلے انبیا پر پچاس نمازیں واجب کی تھیں لہذا تمپر اور تمہاری امت پر بھی واجب کرتے ہیں جب میں واپس آیا تو کسی پیغمبر نے کچھ نہ پوچھا مگر حضرت موسیٰ نے سوال کیا کہ کہو کیا کر آئے میں نے کہا کہ خداوند عالم نے مجھپر اور میری امت پر پچاس نمازیں واجب کی ہیں حضرت موسیٰ کہنے لگے کہ خداوند عالم بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے اور آپ کی امت ضعیف ہے پچاس نمازوں کا بار نہ اٹھا سکے گی جائیے اور تخفیف کی درخواست کیجئے میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جا کر سجدہ میں گر پڑا اور تخفیف چاہی تو دس نمازوں کی تخفیف ہوئی جب لوٹا تو پھر موسیٰ نے سوال کیا میں نے کہا کہ دس نمازیں کم ہو گئیں حضرت موسیٰ نے مجھے پھر بھیجا اور میں گیا اسیطرح موسیٰ مجھے واپس کرتے تھے اور میں تخفیف کی دعا کرتا تھا یہانتک کہ پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ اللہ اللہ ناز آفرینی اسے کہتے ہیں کہ اگر ادھر سے ہزار مرتبہ اُدْنُ مِنِّیْ کہکر شان حسن کو زحمت میں ڈالا تھا تو ادھر سے بھی اتنی ضد ہوئی کہ پچاس نمازوں میں سے پینتالیس کی تخفیف ہو گئی اور پھر اس قدر شناسی و عزت افزائی کے ساتھ جب حضرت موسیٰ نے پھر بھیجنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ ا

موسیٰ اتو مجھے شرم آتی ہے جبین حُسن پر عرق خجالت نمایاں دیکھکر جذبات قدرت میں تلاطم رحمت آمیز پیدا ہو گیا اور ندا آئی کہ ہم نے ان پانچ نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں کی برابر قرار دیا ای محمد جو شخص تمہاری امت میں سے ایک نیکی کا قصد کریگا تو ہم اسکو ایک نیکی کے بجالانے کا ثواب کرامت فرمائیں گے اور جو کوئی ایک عمل خیر بجالائیگا تو اسکو اس سے ایک بدی کا مواخذہ ہوگا پھر کیوں نہ آپ کو رحمۃ للعالمین کہا جائے اور ان حقوق کے باوجود نفسی نفسی کی آوازوں میں آپ کی صدا امتی امتی کیوں نہو اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد وآل محمّد۔

الغرض حالات معراج بہت طولانی ہیں کہانتک عرض کروں چاہتا ہوں کہ نانا کی معراج ختم کرکے نواسے کی معراج کا ذکر کردوں تاکہ آل مجلس حاصل ہو جسطرح کئی مرتبہ نانا کو معراج ہوئی ایسے ہی نواسے کو بارہا معراج کا موقع ملا۔ عزادارو کیونکر عرض کروں کہ حسین کو کسطرح معراج ہوئی، ہائے آپ کے سر مبارک کو علیحدہ معراج ہوئی اور جسد اطہر جدا مشرف بمعراج ہوا پہلے آپ سر اقدس کی معراج کا حال سنیں جو سر آغوش فاطمہ میں رہا تھا اسی کے ساتھ اشقیا کوفہ وشام نے یہ بے ادبی کی کہ تَارَۃً اَعْلَوْہُ عَلَی الرِّمَاحِ وَتَارَۃً عَلَّقُوْہُ فِی الْاَشْجَارِ وَتَارَۃً عَلَّقُوْہُ عَلَی الْبَابِ نانا کو آسمان پر معراج ہوئی اور نواسے کا سر کبھی نیزوں پر بلند کیا گیا کبھی درختوں میں معلق کیا گیا کبھی دروازے پر لٹکایا گیا۔ حسینیو! سنا کہ سر حسین کو کتنی مرتبہ کس کس موقع پر کہاں کہاں معراج ہوئی حیران ہوں کہ انمیں سے کونسی معراج کی تفصیل عرض کروں کہاں وہ گلوئے مبارک جسکے رسول مختار بوسے لیتے تھے اور کہاں نیزہ کی انی جس نے اقدس کا زخم تازہ کردیا اور روح سید الشہدا کو خنجر شمر یاد دلا دیا کہاں وہ سر جسکے گیسو خاتم النبین چوما کرتے تھے اور کہاں ریسمانہائے ظلم وستم جن میں باندھکر درختوں پر اور دروازہ شہر پر معلق کیا گیا۔ آہ آہ ریسمان کی بندش نے سیدہ کے دست عصمت سے سنوارے ہوئے گیسو پریشان کردیا۔ یہ بین ہو کر معصومہ عالم نے جنت میں سر کے بال کھولدئے اور پیشانی بیخبر مظلومیت پر سینہ زنی کرنے لگیں۔

چنانچہ مقتل ابو مخنف میں ہے کہ جب یزید قیدیوں کے جائزے سے فارغ ہوا تو حکم دیا کہ سر فرزند زہرا دروازے پر نصب کیا جائے اور آل نبی داخل محل ہوں، باوجودیکہ یزید کے کارکنوں نے اس کوشش میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا کہ ہر زن و مرد، طفل و مسن کا دل حسین و الحرم حسین سے پھیر دیا جائے مگر پھر بھی روایت میں ہے کہ جب دختران فاطمہ داخل خانہ یزید ہوئیں تو آل ابو سفیان کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو نالاں و گریاں استقبال اہلبیت کو نہ آئی ہو اہلبیت کو اس حالت بے پردگی میں دیکھتے ہی سب نے اپنی چادریں اور زیور اُتار کر پھینکدیا سب مصروف ماتم ہو گئیں خصوصاً ہند زوجہ یزید کا عجب عالم ہوا سر برہنہ بے مقنعہ و ردا روتی پیٹتی محل سے باہر یزید کے پاس مجمع عام میں آگئی اور کہنے لگی کہ ای بیحیا یہ کیا غضب کیا کہ سر فرزند پیغمبر کو میرے دروازے پر نصب کیا ہے فَوَثَبَ اِلَيْهَا وَغَطَّاهَا یزید اٹھا اور ہند کے سر پر چادر ڈالکر کہنے لگا کہ ای ہند میں منع نہیں کرتا تو جسقدر چاہے حسین پر گریہ و بکا کر مگر دربار عام سے چلی جا کہ یہاں رؤسا و امرا جمع ہیں تجھے بھی عزت کا بھی خیال نہیں ہند نے کہا کہ ای یزید خدا تجھپر لعنت کرے حَفِظْتَ حُرْمَتَكَ وَغَطَّيْتَنِيْ وَضَيَّعْتَ حُرْمَةَ بَنَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَسَلَبْتَ رِدَائَهُنَّ اپنی عزت و حرمت کا تو تجھے اسقدر پاس ہے کہ مجھے چادر اُڑھادی اور حرمت دختران رسول کا کچھ لحاظ نہیں کہ انکی چادریں چھین لیں اور مجمع عام میں بلاکر ذلیل کیا۔

صاحبان غیرت یہ تو حسین مظلوم کے سر کی معراجیں تھیں اب جسد سید الشہداء کی معراج اور سُن لیجئے اور اسی پر مجلس ختم ہے۔ آہ جسم حسین کی معراج کیا تھی کیونکر بیان کروں کہ آپ کو کس چیز پر معراج ہوئی، منقول ہے کہ جب آپ کے آغاز مین سے زین پر تشریف لائے ہیں تو جسم نازنین زمین تک نہ پہنچ سکا بلکہ نیزہ و تیر معلق رہا اب یہ نہ عرض کرونگا کہ آخر جسد مطہر زمین تک پہنچا کیونکر ہم ملعون نے پائے نجس سے وہ بے ادبی کی کہ جسم گرامی و تعب حسین غش سے ہوش میں آگئے یا اسطرح کہ گھوڑوں کی نعل بندیاں ہو گئیں زینب خواہر حسین

مدینہ کا رخ کرکے کہا کہ اے نانا فریاد ہے آپ کے حسین کا جسم نازنین اب معراج سے واپس ہوا چاہتا ہے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

مجلس ۵ معراج سے مع حوالہ جات کتب معتبرہ اہلسنت حیَّ علیٰ خیرِ العمل و خلافت و فضائل امیر المومنین کا ثبوت، آنحضرت کا صبح کو کفار سے حالات معراج بیان کرنا اور انکا یقین نکرنا شب معراج حاتم و نوشیرواں کو دیکھنا، مواعظ، روایت ہلال بن نافع، تین بچوں کی شہادت"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی قرانہ المجید و فرقانہ الحمید سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْریٰ بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ وہ ذات قابل تسبیح ہے جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی وہ مسجد اقصیٰ جسکے گرد و نواح کو ہم نے مبارک قرار دیا ہے (یہ سیر اسلئے کرائی) تاکہ ہم اسکو اپنی آیات دکھائیں بیشک وہی خدا سمیع و بصیر ہے

سابق کی دو مجلسوں میں واقعہ معراج عرض کیا گیا شاید دنیا یہ سمجھتی ہو کہ فضیلت معراج صاحب معراج تک ہی محدود ہے مگر حقیقۃً ایسا نہیں۔ معراج وہ مہتم بالشان واقعہ ہے جس سے سرور انبیاء کے مراتب و عظمت کے ساتھ ساتھ مذہب حقہ کے بھی بہت سی اہم اور عظیم الشان مراحل طے ہوتے ہیں ورنہ معراج جیسے معرکۃ الآراء مسئلہ کو سطحی نظر سے [illegible] عبد و معبود کے سرسری تقرب تک محدود کر دینا سراسر ناانصافی ہے قرآن نازل

ہوتاہی تھا، جبرئیل وحی لایا ہی کرتے تھے، احکام و قوانین نازل ہوتے ہی رہا کرتے تھے نظر قدرت
اتنی کوتاہ نہیں کہ چلسکتی کہ دیکھنے کے لئے قرب محبوب کی محتاج ہو پھر معراج کا کیا مطلب ہے
اسکا جواب خود آیہ معراج سے ملتا ہے ارشاد ہوتا ہے لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا یہ سیر ہمنے اسلئے کرائی
کہ ہم اسکو اپنی نشانیاں دکھائیں نہ خالی ملاقات کے لئے اب موضوع مجلس وہ آیات ہوگئیں
جنکے لئے معراج عمل میں آئی۔ قاعدہ ہے کہ بادشاہ کا پایۂ تخت ایک مقام پر ہوتا ہے اور وہ اپنے
احکام و قوانین کے نفاذ اور ملک کے بندوبست کے لئے نواح سلطنت کے خاص اور اضلاع
مقامات میں حکام و عمال مقرر کر دیتا ہے جو اسکے احکام تعمیل و تبلیغ کیا کرتے ہیں، یوں تو
مختلف عہدہائے حکومت ہوتے ہیں اور انپر مختلف لوگ مقرر کئے جایا کرتے ہیں مگر سب سے
بڑے حاکم اور کارفرما کو جو تمام حکام کا سردار تمام عمال کا افسر اور تمام عہدہ داروں کا
صدر ہو ہمارے ملک کی اصطلاح میں والئسرائے کہتے ہیں جو احکام و ضوابط حکومت کا سب
سے اعلیٰ ذمہ دار اور سلطنت کا رکن ہوتا ہے اسکو یہ بھی شرف حاصل ہوتا ہے کہ جو امور پیام و تحریر
کے ذریعہ سے نہ طے ہو سکیں اور آماجگاہ اختلاف و افتراق رعایا ہوں انکو ضرورت کیوقت خود دربار
سلطانی میں حاضر ہو کر طے کرے اور بادشاہ کی رائے خاص حاصل کرے اسکے سوا کسی حاکم
اور کسی کارکن کو اس حاضری و باریابی کا اسکی طرح حق حاصل نہیں ہوتا اب اس نظام کو نظام
قدرت پر منطبق کیجئے، سلطنت قدرت کے بھی مختلف حکام نظر آتے ہیں علماء بھی حاکم،
اولیاء بھی حاکم، ائمہ ان سب سے بالاتر حکومت کے مالک مگر انمیں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو ایسے
امور کو خود حجاب قدرت کے قریب جاکر بلا واسطہ طے کرائے علماء و اولیاء زمانہ کی کوتاہ دستی
تو معلوم ہی ہے ان کے بعد ائمہ پر نظر انتخاب پڑتی ہے لیکن دقت یہ ہے کہ مختلف فیہ حکم کو وہ شخص
دربار سلطنت میں جاکر طے نہیں کر سکتا جو اس اختلافی مسئلہ کا منشا ہو لامحالہ اب کارخانہ قدرت
میں خاتم الانبیاء اس امر کے اہل اور اس حضوری و تقرب کے مستحق آتے ہیں یعنی آپ کو
شرف باریابی اور امتیاز حضوری حاصل ہوا اگر محض ملاقات اور دوستانہ تقرب کیلئے

نہیں بلکہ ان احکام وقوانین کو فیصل اور اپنی قدرت کی رائے حاصل کرنے کے لئے جواب
کی اہمیت میں مقام اختلاف اور موضع نزاع تھے یہی معنی ہیں لنریہ من ایٰتنا کے یعنی ہم نے اپنے
بندہ خاص کو بلایا تاکہ اپنے خاص احکام وقوانین کو اپنی خاص رائے ظاہر کریں، کیا کہنا ان احکام
کی اہمیت کا اور کیا عظمت بیان ہو سکتی ہے ان قوانین کی جنکے فیصلہ کے لئے حبیب کے محبوب
کو زحمت دی جنہیں اختلاف و افتراق قدرت کو ناگوار ہوا اور ناطق فیصلہ کے لئے اپنے بندہ
خاص کو آسمان پر بلایا اب ہم سمجھے کہ مرتبہ معراج پر اہل عالم کیوں سینہ تنی کر رہے ہیں کس لئے
معراج کے تسلیم کرنے میں اسقدر ششش و پنج ہے مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ معراج ہی کو سرے سے مٹا دیجئے
تاکہ ان مسائل کے متعلق رائے اور ناطق فیصلہ ، دنیا نہ سن سکے جنہیں ہم نے مرکز اختلاف
بنا رکھا ہے نہ معلوم فیصلہ موافق ہو یا مخالف اور نتیجہ میں ہمیں ندامت ہو یا سرخروئی" اللھم
صلِّ علیٰ محمدؐ وآلِ محمد۔

مگر اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی حق خود بلند ہوا کرتا ہے بلند کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی میں
کہتا ہوں کہ بغیر فاعل موثر تو کوئی شے عالم ایجاد میں آ ہی نہیں سکتی پھر حق کا خود بخود بلند ہو جانا
کیا معنی مطلب یہ ہے کہ حق کو حق ہی بلند کرتا ہے ناحق نہیں بلند کر سکتا اور جب
حق کو حق ہی بلند کر رہا ہو تو یہ کہنے میں تامل نہیں کہ حق خود بلند ہوتا ہے یوں تو علی بھی مصداق
حق ہیں خداوند عالم کا نام بھی حق ہے مگر یہ دونوں متکلم اور ناطق ہیں خداوند عالم تو ایسا
متکلم کہ دوسروں کو متکلم بنا دیتا ہے اور علی ایسے متکلم کہ مصحف ناطق خطاب پا جاتا لہٰذا
کسی حق صامت کے ذریعہ سے کوئی ایسا اختلافی مسئلہ پیش کر دیا ہو جو معراج میں طے کیا
گیا ہو تاکہ صنم پرست لوگ بھی مانوس ہو کر صامت کے فیصلہ کو سن لیں یا یوں کہئے کہ
حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ کہنے والوں کے دہن بھی بند ہو جائیں ارشاد ہو رہا ہے ھٰذَا
کِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ یہ قرآن ہماری ایسی کتاب ہے جو ٹھیک ٹھیک بتاتی ہے اس سے زائد حق
بتانے والا کیا ہوگا جسکو حق تعالیٰ معلم حق کہدے لہٰذا مجھے جسطرح کثرت ہدایت کیوجہ سے زید عادل

کوعدل کہنے میں تامل نہیں اسیطرح کثرت تعلیم حق کیوجہ سے قران کو بھی حق کہتے ہیں کوئی بلکہ
نہیں اب سنئے اور غور سے سنئے کہ حق کیا کہتا ہے ارشاد ہوتا ہے سُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ
لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيَاتِنَا
ابتک تو حالات معراج سنتے ہی تھے مگر آج آیت کے آخری جملہ کی تفسیر امام محمد باقر علیہ السلام
کی زبانی سنکر مومنین وجد کرینگے جب سے ایک عظیم الشان مختلف فیہ مسئلہ کا فیصلہ ہو جائیگا سچ
ہے لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ہر خشک و تر کا حکم قرآن میں موجود ہے آپ فرماتے
ہیں کہ وہ نشانیاں یہ تھیں کہ جب آنحضرت معراج کو تشریف لیگئے تو پہلے علم خدا سے جمیع انبیاء
و مرسلین جمع ہوئے پھر جبرئیل نے اذان و اقامت کہی اور اذان میں حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ بھی کہا
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

لطف اسوقت ہے کہ جب عمل خیر سے بھاگنے والے بھی عمل خیر کی حقیت کی شہادت
دیں۔ تشنید القواعد میں شمس الدین محمود بن عبدالرحمن بن احمد اصفہانی نے اور شرح مقاصد میں
علامہ تفتازانی نے لکھا ہے قَالَ ثَلٰثٌ كُنَّ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ أَنَا أَنْهٰى عَنْهُنَّ وَأُحَرِّمُهُنَّ
وَهِيَ مُتْعَةُ الْحَجِّ وَمُتْعَةُ النِّسَاءِ وَحَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ یعنی حضرت عمر کہتے ہیں کہ عہد نبی میں
تین چیزیں نافذ تھیں میں اُنسے منع کرتا ہوں اور انکو حرام کرتا ہوں متعہ حج متعہ نساء اور حی علی
خیر العمل۔ اور کتاب الغایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ كَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ بِالصُّبْحِ فَيَقُوْلُ حَيَّ عَلٰى
خَيْرِ الْعَمَلِ یعنی بلال موذن رسول اذان میں حی علی خیر العمل کہا کرتے تھے یہاں سے پورے طور پر
ثابت ہو گیا کہ حی علی خیر العمل کیسا عظیم الشان جملہ ہے بس انتہا یہ ہے کہ اقدس الٰہی نے اسکے
بقاء و رواج کی تاکید کے لئے رسول کو عرش پر بلا کر معراج میں اسکا فیصلہ کیا اور اختلاف امت کو
دور کرنے کے لئے عرش اعلیٰ پر اذان میں ذکر کیا گیا۔ مگر خدا برا کرے اُن لوگوں کا جنہوں نے
عمل نیک کی راہیں مسدود کر کے فسق و فساد کے راستے جاری کئے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ
اور پھر اذان بھی کیسی اذان اس نماز جماعت کی اذان جسمیں جبرئیل موذن تمام انبیاء

رسل ما سوم، اور خاتم الانبیاء امام جماعت تھے گویا حی علی خیر العمل محض سنت خاتم الانبیاء ہی نہ تھا بلکہ تمام انبیاء اور جبرئیل کی سنت بھی تھا، یعنی مٹانے والے نے محض سنت ختم الانبیاء ہی کو نہیں مٹایا بلکہ تمام انبیاء کے طریقہ کو چھوڑا، جبرئیل کی مخالفت کی اور مسلک رسول سے منہ موڑا آخر اسکی کیا وجہ تھی کہ تمام انبیاء نماز کے لیے جمع کیے گئے، جبرئیل جیسے موذن کا انتخاب ہوا نماز ہی مطلوب تھی تو آنحضرت تنہا نماز پڑھ لیتے یہی مقصد ہوگا کہ تمام انبیاء و رسل حی علیٰ خیر العمل کے عمل نیک ہونے کی شہادت دیں اور جب روز محشر وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُولُوْنَ (انہیں ٹھراؤ کہ ہمیں انسے کچھ پوچھنا ہے) کی آواز پر رسول مضطرب ہوکر کہیں رَبِّ اَصْحَابِی (خداوندا یہ تو میرے اصحاب ہیں) تو اقدس الٰہی کے فرمانے پر کہ انہوں نے تمہارے دین میں بدعتیں کی ہیں تمام انبیاء و رسل اور امین وحی پکار اٹھیں کہ بیشک بدعتی ایسے ہی ہوتے ہیں اور انہوں نے فقط سنت محمدی ہی کو مسدود کرکے ارتکاب بدعت نہیں کیا بلکہ ہم سب کی سنت کو مٹایا ہے خداوندا بیشک انکو جنت کے راستہ سے روک کر ان کے ٹھکانے پر بھیجدے یعنی حی علی خیر العمل سنت رسول ہی نہیں بلکہ سنت جمیع انبیاء و رسل ہے اور اسکو محو کرنے کی کوشش کرنیوالا بدعتی اور ناری اللّٰہمّ صل علی محمّد و آل محمّد۔

اب میں پھر حدیث امام محمد باقر علیہ السلام پر آتا ہوں لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا کی تفسیر میں اب آیات کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعد اذان و اقامت آنحضرت نے تمام انبیاء کو نماز جماعت پڑھائی حکم خدا ہوا کہ ای ہمارے حبیب اس تمام گروہ انبیاء سے پوچھو کہ تم لوگ کس چیز کی گواہی دیتے ہو اور کسکی عبادت کرتے تھے آنحضرت نے تمام انبیاء سے یہ سوال کیا تو وہ کہنے لگے کہ ہم خدائے وحدہ لا شریک کے معبود ہونے اور تمہارے پیغمبر ہونیکی شہادت دیتے ہیں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں وہ دوسرا امر جسمیں اختلاف و نزاع کی آگ آج تک بھڑک رہی ہے جسکی بابت فیصلہ قدرت کو دنیا نے مطلقاً پس پشت ڈالدیا ہے جسکے متعلق علم آخری سننے کی غرض سے سرور عالم معراج کے لیے گئے تھے جو قول خلاق عالم

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰاتِنَا کا رسن اعظم ہے تفسیر شیعہ کے حوالے سے پیش کردیا بلکہ اہلسنت کے اقوال سے یہ ثابت کروں کہ خلافت حکم الہی سے مکمل ہوگئی تھی مگر زمانہ نے ناموافقت کی تفسیر ثعلبی جو اہل خلاف کی مستند کتاب ہے اسمیں خود آنحضرت سردار انبیاء کا قول مرقوم ہے کہ جب میں شب معراج آسمان پر گیا تو مجھے حکم ہوا کہ ای محمد تم انبیاء سے انکی غرض رسالت پوچھو حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے انسے پوچھا تو سب نے کہا کہ ہم آپ کی اور آپ کے وصی علی مرتضیٰ کی دوستی کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

نہ جانے دنیا کیا کیا کہہ رہی ہے اور کیوں کہہ رہی ہے اور نہیں معلوم کہ مخالفین علی کے علماء کے دماغ میں سودا ہے کہ برابر اعلان حق کر رہے ہیں یا مقلدین کی آنکھیں ناقدری نور خدا سے بے نور ہو گئے ہیں۔ کتاب امالی میں ابن عباس سے ارشاد ہدایت بنیاد جناب رسالتمآب یوں منقول ہے کہ جب میں شب معراج آسمان پر گیا تو تمام دروازے میرے سامنے کھولدے گئے پردے ہٹادئے گئے اسوقت میں علی کو دیکھتا تھا اور علی مجھ کو دیکھتے تھے میں نے علی کو ان کے بستر پر دیکھا کہ مجھے سر اٹھائے ہوئے دیکھ رہے ہیں پھر خداوند عالم نے مجھ سے فرمایا کہ ای محمد میں نے علی کو تمہارا وصی اور وزیر و خلیفہ مقرر کیا اسوقت ملائکہ فرط مسرت سے علی کو سلام کر رہے تھے باہم علی کے خلیفہ اور وصی ہونے پر مبارکباد دے رہے تھے اور میں جس گروہ ملائکہ پر گزرتا تھا وہ بتبسم مجھ سے کہتا تھا کہ علی کے وصی و وزیر ہونے کی سب کو خوشی ہے۔ اور کتاب مناقب خوارزم اہلسنت میں ہے کہ جناب باری نے آنحضرت سے پوچھا کہ تمنے زمین پر اپنا جانشین و خلیفہ کسے کیا ہے تو فرمایا کہ بہترین مخلوقات علی مرتضیٰ کو اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد۔

اب کتب معتبرہ اہلسنت سے ہی اسی کے ساتھ ساتھ کہ زمین اتنی دیر کے لئے بھی محبت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی کہ زنجیر در ہلتی رہے اور بستر گرم رہے۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ نصب امام بحکم خدا اور عمل رسول سے ضروری ہے ورنہ اگر بقول دلدادگان اجماع نصب خلیفہ میں

اجماع کو دخل ہوتا تو آنحضرت سیدھا جواب دیدیتے کہ خداوندا میری محنت کی کیا کیا مزدوری ہے امت نے جسے چاہا ہوگا اجماع سے بنالیا ہوگا۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمدؐ وآل محمدؐ۔

بہرطور یہ ایک جملہ معترضہ تھا اب میں پھر کتاب امالی سے روایت ابن عباس کا بقیہ حصہ عرض کرتا ہوں ابن عباس نے خدمت نبوی میں عرض کیا کہ یا حضرت مجھے کچھ وصیت فرمائیے تاکہ اس پر عمل کروں فرمایا کہ علی سے محبت کرو بخدا خداوند عالم بغیر محبت علی کوئی عمل خیر قبول نہ کریگا آتش دوزخ دشمن علی پر اس شخص سے بھی زیادہ غضبناک ہے جو خدا کے فرزند قرار دے چکا ہے اہلسنت کی مودۃ القربیٰ جیسی مستند کتاب میں جناب رسالتمآبؐ سے منقول ہے کہ اگر کوئی بندہ عمر نوح پائے، عبادت خدا کرے، کوہ احد کی برابر سونا راہ خدا میں خیرات کرے ہزار برس تک پا پیادہ حج کرے اور درمیان صفا و مروہ سعی کرے مظلوم مارا جائے مگر محبت علی نہ رکھتا ہو تو خوشبوئے جنت نہ سونگھے گا اور داخل جنت نہ ہوگا اے ابن عباس اگر ملائکہ مقربین و انبیاء مرسلین بھی علی کی دشمنی پر اجماع کرلیں حالانکہ ایسا ہو نہیں سکتا تو جناب باری انکو بھی عذاب کریگا اے ابن عباس خداوند عالم نے کسی پیغمبر کو مجھ سے زائد اور کسی وصی کو علی سے زائد بزرگ نہیں پیدا کیا۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمد وآل محمد۔

اب کتاب مودۃ القربیٰ کی چند روایات سنئے اس کتاب کے مصنف کی عظمت و جلالت میں کسی اور مجلس میں بیان کرچکا ہوں اور باربار عرض کرتا چلا آرہا ہوں کہ یہ کتاب ہماری نہیں بلکہ غیروں کی ہے ایسی جلیل الشان کتاب میں جناب رسالتمآبؐ سے حدیث معراج اسطرح مروی ہے کہ آپ نے امیرالمومنین سے فرمایا کہ جب میں معراج میں بیت المقدس تک پہنچا تو وہاں کے پتھر پر لکھا دیکھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاَیَّدْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ یعنی سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں سوائے محمد کوئی رسول نہیں اور میں نے اسکو اسکے وزیر سے تقویت دی میں نے جبرئیل سے پوچھا مَنْ وَزِیْرِیْ میرا وزیر کون ہے قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبْ جبرئیل نے کہا کہ علی ہیں [illegible] لکھا تھا اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ حَبِیْبِیْ مِنْ خَلْقِیْ اَیَّدْتُہٗ بِوَزِیْ

یعنی میں اللہ ہوں کوئی معبود بجز اللہ نہیں ہے محمد میرا حبیب ہے جسے میں نے اُسکے وزیر سے تقویت
دی ہے اور دروازہ جنت پر لکھا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا وَمُحَمَّدٌ حَبِیْبِیْ مِنْ خَلْقِیْ اَیَّدْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ
وَنَصَرْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ یعنی میں ہی معبود ہوں محمد میرا حبیب ہے میں نے اسکو اسکے وزیر سے تقویت و مدد
دی ہے جبھی تو صاحب مودۃ القربیٰ علامات دشمن علی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اُمُّہٗ اِمَّا
زَانِیَۃٌ وَحَمَلَتْہُ اُمُّہٗ مِنْ ظَہْرِ غَیْرٍ اَوْ مِنْ مُنَافِقٍ یعنی دشمن علی کی ماں زانیہ ہوگی اور غیر شوہر کے
نطفہ سے حاملہ ہوئی ہوگی یا نطفہ منافق سے حاملہ ہوئی ہوگی اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

بہر نہج حالات و واقعات معراج کے متعلق روایت ابن عباس کا اقتباس ہے کہ معراج کی صبح کو
جناب رسالتمآب بجیدہ بیٹھے ہوئے تھے اور اسکا سبب یہ خیال تھا کہ کفار معراج پر جانیکا اعتبار
نہ کرینگے ناگاہ ابوجہل آیا اور کہنے لگا کہ اگر کوئی خبر تازہ خدا کے پاس سے آئی ہو تو بیان کرو آپ
نے فرمایا کہ آج شب کو مجھے جبرئیل بیت المقدس میں لیگئے تھے ابوجہل نے متعجبانہ اور منافقانہ
لہجہ میں کہا کہ ذرا یہ واقعہ اپنی قوم سے تو بیان کرو جب آپنے اُن لوگوں سے واقعہ معراج بیان
فرمایا تو وہ بھی بہت متعجب ہوئے کوئی تالیاں بجانے لگا کوئی سیٹھی بجاتا تھا اور ضعیف الایمان
طبقہ سب پھر گیا ابوجہل نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو علامات بیت المقدس بیان کرو آپنے اسکی
تمام علامتیں ظاہر فرمائیں راہ کے تمام نشانات بتلائے ان لوگوں نے پوچھا کہ ہمارا قافلہ جو
شام کو گیا ہے اسکی کیا خبر ہے فرمایا کہ میں نے اسکو روحا میں چھوڑا ہے انکا ایک اونٹ گم
ہو گیا تھا اسے تلاش کر رہے تھے میں نے اُنسے لیکر ایک پیالہ پانی پیا اور پیالہ اُنہیں کو واپس
کر دیا فلاں اور فلاں اونٹ پر دو لوگ بیٹھے ہوئے تھے ایک اونٹ مجھ سے بدک کر بھاگا
اور سوار اُسپر سے گر پڑا اسکا ہاتھ ٹوٹ گیا وہ لوگ سنتے جاتے تھے اور آپس میں کہتے جاتے
تھے کہ محمد صحیح کہتے ہیں کہنے لگے کہ قافلہ والوں کے تمام حالات بیان کرو حضرت ہر شخص کا حال
بیان فرماتے جاتے تھے یہانتک کہ آپنے دوسرے دن طلوع آفتاب کے وقت قافلہ کے آنے کی خبر دی وہ
لوگ فکر میں تھے کہ اگر کوئی بات جھوٹ نکلے تو ان کی تکذیب کردیں مگر جب آفتاب برآمد ہوا تو قافلہ

آیا ان لوگوں نے ارشادات محمدیہ کی تصدیق کی تو سب باتیں من وعن صحیح نکلیں مگر نتیجہ میں کہنے لگے
کہ محمد نے یہ سب کچھ ہمیں جادو کر کے بتایا ہے

انیس العارفین میں بروایت جناب سالتمآب منقول ہے کہ شب معراج میں نے دو آدمیوں کو
دوزخ میں دیکھا کہ وہ تختوں پر بیٹھے ہیں اور دونوں کے ہاتھوں میں دو پنکھے ہیں جب شعلۂ آتش جہنم
انکی طرف آتا ہے تو اس سے لوٹا دیتے ہیں معلوم ہوا کہ انمیں سے ایک تو نوشیرواں ہے اور ایک حاتم
ہے نوشیرواں کے تو ہاتھ میں عدالت کا پنکھا ہے اور حاتم کے ہاتھ میں سخاوت کا خداوند عالم نے
ان کے افعال نیک کے پنکھے بنا دئے ہیں کہ وہ اُنسے شعلہائے جہنم کو روکتے ہیں مگر مشرک ہونے کی
وجہ سے انکو جنت نصیب نہیں اسلئے کہ جسطرح مومن پر جہنم حرام ہے اسیطرح مشرک پر جنت '
اب غور فرمائیے کہ جب کافر کو سخاوت نے اسقدر فائدہ بخشا کہ آتش جہنم سے محفوظ رہا تو عمل خیر مومن کو
کتنا فائدہ پہنچائیگا نیت تقرب شرط ہے چنانچہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خداوند عالم ارشاد
فرماتا ہے کہ جو شخص میرے واسطے عمل نکرے بلکہ اسمیں میرے غیر کو شریک کرے تو مجھ سے اسکو کچھ
کام نہیں. حدیث میں ہے کہ جب ایسا شخص قیامت میں خدا سے اپنی عبادت کا اجر مانگیگا جس
نے اہل دنیا کو دکھانے کے لئے یعنی ریا سے عبادت کی ہوگی تو ارشاد ہوگا کہ اپنی عبادت کی جزا
بھی اسی سے لے جسکے دکھانے کیلئے عبادت کی تھی مگر حضرات ایک عبادت ایسی بھی ہے کہ اگر
وہ دنیا کے دکھانے کے لئے کیجائے تب بھی جنت واجب ہو جاتی ہے عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَام
مَنْ بَکٰی عَلَی الْحُسَیْنِ اَوْ اَبْکٰی اَوْ تَبَاکٰی وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ جو شخص سید الشہدا کے مصائب پر
روئے یا کسی کو رُلائے یا محض رونیوالوں کی صورت بنائے تو اُسپر جنت واجب ہے اور واقعی رونیوالوں
کے ساتھ اس سے بھی حسین کی غمدیدہ ستم رسیدہ ماں کا ارشاد ہوتا ہے کہ خوشا حال تمہارا اے
میرے اس فرزند کے رونیوالو جسکے رونے کے لئے نہ ماں ہے نہ باپ" الغرض اگر کام آتا ہے تو عمل خیر
آتا ہے. ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا حضرت میرا دل سخت ہو گیا ہے فرمایا
کہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کر مسکینوں کو کھانا کھلا یتیموں کے سروں پر دست شفقت پھیر'

ہمسایوں پر بخشش کر اور انہیں آزردہ نہ کر پوچھا کہ ہمسایہ کا حق کیا ہے فرمایا کہ اگر وہ تجھے پکارے
تو جواب دے، اسکی دستگیری کرے، اگر قرض چاہے تو قرض دے، مصیبت میں تعزیت کرے
اسکے جنازے پر حاضر ہو اور فرمایا کہ ہمسایہ کی تین قسمیں ہیں ایک وہ جو مسلمان اور رشتہ دار ہو
اسکے تین حق ہیں حق اسلام، حق قرابت اور حق ہمسائیگی، دوسرا وہ جو فقط مسلمان ہو نہ کہ
رشتہ دار اسکے دو حق ہیں حق اسلام و حق جوار تیسرا وہ جو محض ہمسایہ ہو نہ مسلمان اور نہ قرابت
دار اسکا ایک حق ہمسائیگی ہے، اور دو حق والا ایک وہ بھی جو کافر ہو مگر رشتہ دار ہو اسکے
دو حق ہیں حق جوار اور حق قرابت، امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمسایہ
کے ساتھ حسن سلوک ترقی رزق و عمر اور گھر کی آبادی کا سبب ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے ہمسایہ کو آزار پہنچایا اُسنے مجھے آزار پہنچایا اور جسنے مجھے
آزار پہنچایا اُسنے خدا کو آزار پہنچایا، آنحضرتؐ عائشہ سے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی کو
نمک دے تو ایسا ہی کہ اُسنے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا اور جو شخص ایسی جگہ پر کسی کو
پانی پلائے جہاں پانی نہو تو اُسنے گویا مردے کو زندہ کیا اللہ اکبر پانی پلانے کی نیکی کسقدر قائد
نیکی ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی سوال ہونا چاہیے کہ اگر کوئی کسی پیاسے کو پانی
ندے تو اسکی کیا سزا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کو پیاسا ہی مار ڈالے تو اسکے لئے کیا عذاب ہے
اور اگر کوئی کسی ایسے شخص پر پانی بند کردے جو اسکا مہمان بھی ہو تین روز سے بھوکا پیاسا
بھی ہو بلکہ امام بھی ہو بلکہ اسی کے ساتھ اسکے بچے بھی تشنہ لب ہوں تو اسکا ٹھکانا کہاں ہے۔
ماشاء اللہ محبان حسین کا مجمع ہے ضرور میرا مقصد سمجھ گئے ہونگے۔ آہ آہ کیا پیاس تھی
مظلوم کربلا کی جسکو آپ مرتے دم تک نہ بھولے اور کیونکر بھولتے جب پیاس مرتے وقت تک
رہی اور پیاسا ہی گلا تہ تیغ ہوا تو اسکی اذیت و تکلیف بھی مرتے وقت تک تازہ رہی۔ ہلال
راوی ہے کہ میں عمر سعد کے پاس کھڑا تھا اتنے میں قتل حسینؑ پر مبارکبادیاں میرے گوش
گزار ہوئیں میں لشکر سے باہر نکلا جب قریب سید الشہداؑ پہنچا تو دیکھا کہ آپ قتل نہیں ہوئے

ہیں بلکہ تن پارہ پارہ رو بقبلہ سجدہ میں مصروف ہے واللہ میں نے کسی کو باوجود اسقدر خاک و خون میں آلودگی کے حسین سے زائد حسین اور نورانی نہیں دیکھا کہ اس عالم میں بھی چہرۂ اقدس مثل ماہ تاباں روشن تھا میں حیرت سے کھڑا دیکھ رہا تھا کہ ایسے حسین کو قتل کی جرأت کون کریگا ناگاہ حضرت نے پانی مانگا اور فرمایا کہ ای برحمو اتو مجھے پانی پلادو اسلئے کہ اب میں قابل جنگ نہیں رہا اور قریب مرگ ہوں آہ ایک شقی نے جواب دیا کہ ای حسین تم ایک قطرہ پانی نہ پاؤگے پھر یکبارگی تمام لشکر حسین پر ٹوٹ پڑا ہائے سب سے زیادہ ظلم مالک بن بشیر نے کیا جس سے آسمان و زمین ہلگئے جنت میں رسولخدا نے عمامۂ اقدس پھینکدیا امیرالمومنین سر برہنہ ہوگئے اور حسین کو چکی پیس پیسکر پالنے والی ماں کا کلیجہ شق ہوگیا ضَرَبَہٗ بِالسَّیْفِ ذَاسَہٗ مالک نے ایک تلوار امام ابرار کے سر پر اس زور سے ماری کہ مع کلاہ اقدس شگافتہ ہوگیا حضرت نے غش سے آنکھیں کھولدیں اور فرمایا کہ او ملعون مجھ ایسے مظلوم پر تلوار لگاتے ہوئے رحم نہ آیا تجھے اس ہاتھ سے کھانا نصیب نہو آپ نے وہ ٹوپی اُتار کر اسکے سامنے پھینکدی وہ ملعون اُٹھاکر لے گیا اور گھر جاکر اپنی زوجہ سے کہا کہ اسے دھوڈال اُسنے پوچھا کہ او شقی یہ کس باخدا کی ٹوپی لوٹ کر لایا ہے قَالَ ھٰذَا بُرْنُسُ الْحُسَیْنِ کہنے لگا کہ یہ ٹوپی حسین کی ہے زوجہ نے کہا کہ تجھپر ولاے ہو فرزند رسول کو ذبح کرکے ٹوپی لوٹکر لایا ہے اب نہ میں تیری زوجہ نہ تو میرا شوہر ہے اسنے غضبناک ہوکر مومنہ کو طمانچہ مارا بقدرت خدا اسکا ہاتھ دریر پڑا اور مجروح ہوگیا روایت میں ہے کہ ہرچند علاج کیا مگر اچھا نہوا آخر کار وہ خشک ہوگیا اور مالک ہمیشہ فقیر و محتاج رہا یہانتک کہ واصل نار ہوا۔

بہرحال اشقیا طرح طرح سے فرزند خاتم الانبیا کو اذیت پہنچاتے تھے اور آنجناب عالم بیکسی میں ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے کبھی انصار پر نظر جا پڑتی تھی جو سربریدہ میدان میں پڑے ہوئے تھے کبھی جوانان بنی ہاشم کی تصویریں آنکھوں میں پھر جاتی تھیں عبدالحمید راوی کہتا ہے کہ اُس وقت تین لڑکے روتے ہوئے خیمہ سے باہر نکلے جنمیں دو امام حسن علیہ السلام کے فرزند اور ایک

جعفر طیار کا پوتا تھا وہ بچے مظلوم کربلا کی طرف دوڑے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ قسم خدا کی ہم ایسے وقت میں اپنے آقا امام حسین علیہ السلام سے جدا نہوں گے ہائے بیکسی بھی عجب چیز ہے مردوں میں نہ علی اکبر تھے نہ قاسم تھے، نہ عباس علمدار تھے جو ان بچوں کو روکتے چار و ناچار جناب زینب اُن کے پیچھے دوڑیں اور جا کر پٹ گئیں جبکہ اشقیائے کوفہ و شام تیر مارتے تھے مگر آپ انکو نہ چھوڑتی تھیں ناگاہ وہ بچے معصومہ کربلا کے ہاتھ سے جدا ہو گئے اور کہتے ہوئے چلے کہ پھوپی جان اس عالم میں ہم کیونکر اپنے آقا کو چھوڑ دیں جبکہ آپ بے مونس و یار میدان کارزار میں جلتی ریت پر پڑے ہیں غرض وہ جب وہ بچے قریب امام انام آئے تو آپ نے غش سے آنکھیں کھولیں بچوں کو دیکھ کر ایک آہ کی اور پھر بیہوش ہو گئے اُسوقت کعب ولد الحرام شمشیر بکف قتل حسین کے لئے آیا تلوار مارنی چاہتا ہی تھا کہ ان بچوں میں سے حسن مثنیٰ نے کہا کہ اے شخص میرے عم مظلوم پر تلوار نہ لگا مگر اسنے اعتنا نہ کی حسن مثنیٰ نے جھپٹ کر اس سے تلوار چھین لی اور اسکے سر نجس پر ماری وہ شخص اپنے لشکر کیطرف بھاگا، حسن مثنیٰ نے جہاد اور سید الشہدا سے دشمنوں کو روکنا شروع کیا تا اینکہ زخمی ہو کر خاک پر گر پڑے، آہ بڑے بھائی کے شہید ہو جانے کے بعد عبداللہ بن حسن کو زندگی تلخ ہو گئی سید الشہدا کی نصرت کے لئے بڑھے دیکھا کہ ایک ملعون آپ پر تلوار لگایا چاہتا ہے کہنے لگے کہ ادھر دو میرے چچا کو قتل کرتا ہے ادھر تیغ نابکار سید الشہدا کیطرف بڑھی ادھر بچے کا ہاتھ بڑھا بچہ نہ جانتا تھا کہ تلوار کیا کام کرتی ہے ہاتھ قطع ہو گیا یا عماہ کی آواز بلند کی سید الشہدا نے اٹھا کر سینہ سے لگایا اور بدرد و کرب فرمانے لگے کہ چچا کی جان صبر کرو اور اس مصیبت میں اپنے لئے بہتری سمجھو، حضرت جعفر طیار کا پوتا اسوقت حیران و پریشان کھڑا تھا ادھر ادھر سہمی ہوئی نگاہیں ڈالتا تھا کبھی آقائے مظلوم کو غش میں دیکھ کر زار زار روتا تھا، اولاد والو تصور صادق شرط ہے الجرم در خیمہ پر کھڑے ہوئے تاراجی خانوادہ رسالت کا ماجرا دیکھ رہے تھے ماں اسکو روتا دیکھ کر پکاری جان مادر

یہ ماں تیری غربت و تنہائی پر فدا ہو جائے آہ بچپن میں ماں کی محبت بھری آواز کی قدر کوئی بچوں سے ہی پوچھے یہ آواز سن کر وہ بچہ خیمہ کی طرف چلا مگر خالد شقی نے تلوار کے وار سے خیمہ منتظر ماں کے ارمانوں کا خون کر دیا خدا کسی ماں کو اپنے بچے کا یہ حال نہ دکھائے دوڑ کر اس سے لپٹ گئی اور رونے لگی ماں کی آواز گریہ سنکر بچہ بآواز نحیف بولا اماں جان کہاں نامحرم کے مجمع میں آگئیں خیمہ میں چلی جائیے وہ معظمہ خیمہ کیطرف واپس ہوئیں ناگاہ ایک شقی نے تلوار ماری کہ وہ بچہ گلشن جنت کو سدھارا ماں کا دل تھا بچپن ہو گیا اور آ کر بچے کی لاش پر بین کرنے لگی کہ ہائے ای پارہ جگر ہائے ای فرزند افسوس تو مارا گیا اور مجھے موت نہ آئی کاش یہ میں تجھپر فدا ہو جاتی اور تیری لاش پرخوں ان آنکھوں سے نہ دیکھتی الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ہ

مجلس حالات معراج، فرشتوں کا آنحضرت سے حال علی مرتضیٰ دریافت کرنا، خداوند عالم کا اپنے حبیب سے معاملہ علی بن ابیطالب میں ہمکلام ہونا مع نکات لطیفہ، آنحضرت کا آسمان پر قصر علی دیکھنا، ثواب تسبیحات اربعہ سید الشہدا سے مشورہ محمد حنفیہ اور آپ کی آخری رخصت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ فِیْ کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ یعنی وہ ذات قابل تسبیح ہے جس نے اپنے بندے کو رات کے

وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی وہ مسجد اقصیٰ جسکے نواح واطراف کو ہمنے مبارک قرار دیا ہے (یہ سیر اسلئے کرائی) تاکہ ہم اسکو اپنی نشانیاں دکھائیں بیشک وہی خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ معراج میں جبرئیل آنحضرت کو ایک نہر پہ لائے جسکو نور کہتے ہیں اور عرض کیا کہ آپ برکت خداوند عالم اس نہر سے عبور کریں یہ وہ نہر ہے جس سے نہ کسی ملک مقرب نے عبور کیا ہے نہ نبی مرسل نے میں اسمیں روزانہ اکثر تبہ غوطہ لگاتا ہوں اور اپنے پروں کو جھاڑتا ہوں تو ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جسکے بیس ہزار سر اور چالیس ہزار زبانیں ہوتی ہیں وہ ہر زبان سے ایسا کلام کرتا ہے جسکو اور فرشتے نہیں سمجھ سکتے غرض آنحضرت اس نہر سے عبور کر کے حجابوں تک پہنچے کیوں حضرات نانا تو نہر سے اسطرح عبور کر گیا اور نواسا نہر فرات پر ایسی مجبوری کی حالت میں تھا کہ خیمے بھی اٹھا دیئے گئے وہ نہر ایسی نہر تھی کہ کوئی عبور نکر سکتا تھا مگر آنحضرت گزر گئے اور یہ نہر ایسی نہر تھی کہ سگ و خوک تک سیراب ہو رہے تھے مگر فرزند رسول کا ہی گزر نہ تھا۔ بہر حال جب آنحضرت حجاب قدرت کے قریب پہنچے تو آواز آئی کہ میں محمود ہوں اور تم محمد ہو میں نے تمہارا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے جو تمہارا دوست ہے میں اُسپر لطف و رحمت کرتا ہوں اور جو تم سے قطع محبت کرے میں اس سے قطع رحمت کرتا ہوں میں نے ہر پیغمبر کا ایک وزیر مقرر کیا ہے لہٰذا تمہارا وزیر علی کو قرار دیتا ہوں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام کا ملخص یہ ہے کہ جب آنحضرت معراج کیلئے چلے اور آسمان اول کے قریب پہنچے تو نور رسالت سے فرشتوں کی آنکھیں خیرہ کرنے لگیں سب اطراف آسمان میں متفرق ہو گئے اور کہنے لگے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ اسوقت جبرئیل نے دو مرتبہ تکبیر کہی ملائکہ پر سکوت طاری ہوا آسمان کے دروازے کھل گئے تمام فرشتے مؤدبانہ حضرت گرامی بادشاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور بعد سلام

جو سوال سب سے پہلے کیا وہ یہ تھا کہ آپ کے بھائی علی کا کیا حال ہے فرمایا علی اچھی طرح ہیں سب متفق اللفظ کہنے لگے کہ جب آپ زمین پر جائیں تو ہمارا اسلام کہیں حضرت نے فرمایا کہ کیا تم انکو پہچانتے ہو کہا کہ خداوند عالم نے آپکے اور اُن کے متعلق ہم سے پیمان لیا ہے اور ہم ہمیشہ آپ پر اور انپر سلام بھیجا کرتے ہیں کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ مجلس مجلس ملائکہ سے کم رہے اور فرشتے تو اپنی مجلس میں محمد و علی پر درود و سلام بھیجیں مگر آپ حضرات ذکر محمد و علی کو سنکر خاموش بیٹھے رہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

آسمان اول سے گزر کر آنحضرت دوسرے آسمان پر پہنچے وہاں بھی فرشتوں کی وہی کیفیت ہوئی سب نور باری کی جلوہ افزائیاں دیکھکر مصروف تسبیح و تقدیس ہوئے جبرئیل نے تکبیر کہی دوسرے آسمان کے دروازے کھلے فرشتوں نے جبرئیل سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے امین وحی نے کہا کہ حبیب خدا احمد مصطفےٰ ہیں تمام ملائکہ حضرت کی طرف بڑھے آداب سلام بجالا کر کہنے لگے کہ اپنے بھائی علی سے ہمارا اسلام کہیے گا حقتعالیٰ نے ہم سے آپکے اور اُن کے نیز اُن کے شیعوں کے بارے میں قیامت تک کے لئے ولایت و محبت و اعانت کا عہد لیا ہے اور ہم ہمیشہ نماز پنجگانہ میں شیعیان علی کے چہرے دیکھتے ہیں اللّٰہم صلّ علیٰ محمّد و آل محمّد۔

اسکے بعد آنحضرت تیسرے آسمان پر پہنچے وہاں بھی نور رسالت کو دیکھکر فرشتوں کی وہی کیفیت اور وہی علی کا تذکرہ تھا فرشتے آنحضرت سے علی کا حال معلوم کرنے کے لئے اسطرح آرہے تھے جیسے دور افتادگان وطن گروہ در گروہ اہل وطن کے حالات معلوم کرنے کے لئے اُس مسافر کے پاس آیا کرتے ہیں جو وطن سے آرہا ہو سب نے آکر سلام کیا اور علی کا حال معلوم کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ میں علی کو زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کر کے آیا ہوں غرض اسیطرح آنحضرت آسمانوں کی سیر کرتے جاتے تھے اور ہر آسمان پر ملائکہ حالات علی مرتضیٰ پوچھتے تھے کیا کہنا اُس نبی کا جس نے اسقدر جلدی تمام زمین و آسمان اور ان کے عجائبات کی سیر کر لی اور کیا کہنا اُس حبیب [illegible] کی مجلسیں آسمانوں پر قائم ہوئیں اور مجلسیں بھی وہ مجلسیں جن میں ملائکہ

مقربین سامع اور ختم المرسلین ذاکر ہوتے تھے انسانوں کی زبان پر علی علی، فرشتوں کی زبان پر علی علی، رسول کی زبان پر علی علی، زمین پر بھی علی کا ذکر آسمان پر بھی علی کا ذکر معراج میں بھی علی کا ذکر زمین پر ذکر ہوا تو ابوتراب بنگئے آسمان پر ذکر ہوا تو اُستاد ملائکہ بن گئے اور معراجمیں ذکر ہوا تو لسان اللہ ہوگئے فرشتوں کے آسمان پر ذکر علی کرنے سے پورے طور پر ثابت ہوگیا کہ علی کا ذکر عبادت ہے اسلئے کہ فرشتے عبادت ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور ایک دم کیلئے بھی عبادت چھوڑ کر کچھ اور نہیں کر سکتے اَللّٰھُمَّ صلِّ علٰی محمدٍ وال محمدٍ۔

حیات القلوب میں سلمان فارسی سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کا قول منقول ہے کہ میں نے معراج میں آسمان اول پر نقرہ سفید کا آسمان دوم پر طلائی سرخ کا آسمان سوم پر یاقوت سرخ کا، آسمان چہارم پر در سفید کا، آسمان پنجم پر در زرد کا، آسمان ششم پر مروارید کا اور آسمان ہفتم پر نور عرش الٰہی کا ایک قصر دیکھا ہر دروازے پر دو دو فرشتے کھڑے تھے جب میں نے جبرئیل آسمان ہفتم کے قصر کے لئے پوچھا جو سب سے زائد خوشنما اور پر آب تھا تو جواب دیا کہ یہ قصر بنی ہاشم میں سے ایک جوان کا ہے اسکے بعد میں ساتویں آسمان سے آگے بڑھا اور متواتر نور و ظلمت کو طے کرتا ہوا سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا یہاں آکر جبرئیل جدا ہوگئے ہیں دریائے نور میں داخل ہوا عظمت و جلال کی موجیں مجھے نور سے ظلمت میں اور ظلمت سے نور میں پھینکتی ہوئی لیجا رہی تھیں یہانتک کہ میں بحکم خدا ایک مقام پر ٹھہرا آواز آئی کہ اے محمد کھڑے رہو اس آواز کو سنکر میرے جسم میں رعشہ پڑ گیا اور حیرانی و سراسیمگی حد سے بڑھنے لگی دوبارہ آواز آئی کہ اے محمد میں نے کہا لَبَّیْکَ رَبِّیْ وَ سَعْدَیْکَ پالنے والے تیرا بندہ حاضر ہے آواز آئی کہ خداوند عزیز تمکو سلام کہتا ہے۔ بات یہ ہے کہ بندہ نوازیوں کے بھی طریقے ہوتے ہیں سلاطین دنیا اپنے دربار میں بندے کو اجازت سلام عطا کر دیے کا نام بندہ نوازی رکھتے ہیں اور وہاں یوں بندہ نوازی کیجارہی ہے کہ فرط محبت میں خود سلام کہا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ صلِّ علٰی محمدٍ وال محمدٍ۔

اگر حبیب کو یہ خیال ہوتا ہے کہ میں محبوب کا اسوقت نامانوس مقام میں باتیں کر رہا ہوں تو ماحول

باتیں کر کے مقام کی نا ما نوسیت کا بدل کیا کرتا ہے چنانچہ محبوب خدا فرماتے ہیں کہ جب میں مناجات سے فارغ ہوا تو آواز آئی کہ تم نے زمین پر اپنا خلیفہ کسکو کیا ہے میں نے عرض کی کہ اپنے ابن عم کو اسد اللہ

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

قدرت محبوب کی رسیلی باتیں سننے کے لئے تجاہل کر رہی ہے سوال ہوتا ہے کہ تمہارا ابن عم کون ہے اور ادھر سے بھی نہ معلوم کیوں اس سوال کو مہمل نہیں سمجھا جاتا بلکہ جواب دیا جاتا ہے مگر ذرا ناز کے ساتھ کہ خداوندا تو تو جانتا ہی ہے کہ میں اپنے چچازاد بھائی علی کو اپنا جانشین کر کے آیا ہوں یا یوں کہیے کہ محمد بھی محبوب خدا اور علی بھی محبوب خدا علی کی داستان تھی اور محمد کی زبان تھی اور گوش قدرت کو قند مکرر کا لطف آرہا تھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

آپ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے حکم ہوا کہ عرش کی جانب راست نظر کرو میں نے دیکھا تو لکھا تھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ وَاَیَّدْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور سوائے محمد کے کوئی رسول نہیں میں نے اسکے وزیر و وصی علی ابن ابیطالب سے تقویت دی ہے۔ پھر آواز آئی کہ ای احمد میں نے تمہارا اور علی کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے میں محمود اور تم محمد ہو میں علی اعلیٰ ہوں اور وہ علی ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

ارشاد ہوتا ہے کہ مناجات و کلام سے فارغ ہو کر میں واپس آیا جبرئیل نے مجھ سے حالات معلوم کیے میں نے جو کچھ مناسب سمجھا انہیں بتایا اور ساتویں آسمان پہنچکر میں اُس قصر کے پاس آیا جو نور عرش سے بنا تھا اور جسکو میں نے جاتے ہوئے دیکھا تھا یہاں آکر جبرئیل سے کہا کہ اسکے دربانوں سے مالک قصر کا نام دریافت کرو جو فرشتے دربانی کر رہے تھے انہوں نے جواب دیا کہ یہ علی بن ابیطالب کا قصر ہے دوسرے آسمان کے قصر کے متعلق بھی معلوم ہوا کہ اسکے مالک علی مرتضیٰ ہیں اللّٰھم صل علیٰ محمد وال محمد۔

علی بن ابراہیم سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے جناب رسالتمآب کا قول

اسطرح نقل کیا ہے کہ جب میں شب معراج بہشت میں داخل ہوا تو وہاں صاف و پاکیزہ زمینیں نظر آئیں چند فرشتے دیکھے جو بہت سے قصر اسطرح بناہے تھے کہ ایک سونے کی اینٹ رکھتے تھے اور ایک چاندی کی اور کبھی ٹھہر کر بیٹھ جاتے تھے میں نے ان کے بار بار رُک جانے کا سبب پوچھا تو کہا کہ ہم اپنے خرچ کے منتظر رہتے ہیں اور ہمارا خرچ تسبیح اربعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہے جب مومنین اس تسبیح کو زبان پر جاری کرتے ہیں تو ہم قصر بنانے لگتے ہیں ورنہ رُک جاتے ہیں، علامہ شیخ طوسی علیہ الرحمہ والرضوان امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ شب معراج میں نے بہشت میں ایک سونے کا قصر دیکھا جسکی صفائی کی یہ حالت تھی کہ ادھر سے اُدھر کی شے نظر آتی تھی اسمیں موتی اور زبرجد کے دو قبے تھے میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ قصر کسکا ہے کہا کہ اس شخص کا جو کلام نیک زبان پر جاری کرے، ہمیشہ روزے رکھے، بھوکوں کو کھانا کھلائے، جب رات کو لوگ سوتے ہوں تو وہ عبادت کرے، امیر المومنین نے عرض کیا کہ یا حضرت ایسا کون شخص ہے جو ان تمام چیزوں کی طاقت رکھتا ہو فرمایا کہ کلام نیک سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہے، ماہ رمضان کے روزے رکھنا ہمیشہ روزے رکھنے کی برابر ہے اپنے عیال کے لیئے کسب معاش بھوکوں کو کھانا کھلانے کی برابر ہے اور رات کے وقت جبکہ کفار محو خواب ہوں نماز عشا پڑھنا راتوں کو عبادت کرنے کی برابر ثواب رکھتا ہے

دوسری روایت میں ہے کہ شب معراج حضرت ابراہیم نے آنحضرت سے کہا کہ اے محمد اپنی امت والوں کو میرا سلام پہنچاؤ اور اُن سے کہو کہ بہشت کا پانی شیریں، اسکی خاک خوشبو، اسکی زمین پاکیزہ اور اسکے درخت کلمات سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہیں لہذا انکو چاہیئے کہ اسکا ورد رکھیں تاکہ جنت میں انکے درخت زیادہ ہوں اللّٰهم صلّ علیٰ محمد و آل محمد

غرض جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ حالات معراج بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں نے معراج میں سجدہ شکر کیا تو آواز قدرت آئی کہ سجدہ سے سر اٹھاؤ میں نے سر جو اٹھایا

تو دیکھا کہ تمام حجاب اٹھادئے گئے ہیں پھر آواز آئی کہ زیر قدم دیکھو میں نے نظر کی تو خانہ کعبہ کو بیت المعمور کے مقابل دیکھا آواز آئی کہ اے محمد یہ حرم ہے اور حرم کی حرمت تمہارے سبب سے ہے مگر افسوس صد افسوس جس کے سبب سے حرمت کعبہ ہوا اسی کے نواسہ کی اسی خانہ کعبہ میں کوئی حرمت نہ کی گئی اور دلبند رسول کو اشقیائے امت نے کعبہ میں بھی آرام نہ لینے دیا اپنے کے گھر سے دنیائے دولت اسلام حاصل کی وہ حج بھی نہ کرنے پایا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے روانگی کربلا سے قبل امام حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ در کعبہ پر کھڑے ہیں جبرئیل کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے اور جبرئیل پکارتے ہیں کہ ایہا الناس جو خدا سے بیعت کرنا چاہے وہ حسین کی بیعت کرے اسلئے کہ آپکی بیعت کرنا خدا کی بیعت کرنا ہے کیا اب میں عرض کردوں کہ جس ہاتھ میں جبرئیل کا ہاتھ تھا اور جس ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کو جبرئیل خدا سے بیعت کرنا قرار دے رہے تھے اس ہاتھ سے کیا کیا ہوا یہی ہاتھ تھا جو تیر سہ شعبہ سے گردن شیرخوار کے ساتھ پیوست ہوگیا۔ اسی ہاتھ سے کڑیل جوان بھائی کا ماتم کیا ہائے اسی ہاتھ سے حسین نے علی اکبر اور قاسم کی لاشیں اٹھائیں اور یہی ہاتھ انگشتری کے لئے قطع کیا گیا۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس شب کو سید الشہداء نے مکہ سے کوفہ کا عزم کیا اسی شب کو محمد حنفیہ حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے کہ اے بھائی جو مکر و بیوفائی اہل کوفہ نے آپکے پدر بزرگوار اور بھائی کے ساتھ کی ہے اس سے آپ خوب واقف ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ سے بھی یہ لوگ ایسا ہی سلوک کریں مکہ میں آپ عزت و اکرام کے ساتھ رہینگے اور آپ سے کوئی متعرض نہوگا حضرت نے فرمایا کہ بھائی جان میں ڈرتا ہوں کہ مبادا یزید پلید مجھے مکہ میں ہی شہید کردے اور حرمت کعبہ میری وجہ سے ضائع ہو کہا کہ کوفہ جانا میرے نزدیک کسی طرح مناسب نہیں اگر حرمت کعبہ ہی کا خیال ہے تو یمن وغیرہ تشریف لیجائے وہاں آپ کے انصار بہت ہیں حضرت نے فرمایا کہ اچھا میں اس مسئلہ میں غور کرونگا جب صبح ہوئی تو حضرت نے حکم دیا کہ اونٹوں پر اسباب بار کرو جب یہ خبر محمد حنفیہ نے سنی تو بیتابانہ آئے اور مہار ناقہ غریب کربلا سے

لپٹ کر مضطربانہ کہنے لگے کہ آپ نے تو مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں اس معاملہ میں غور وفکر کرونگا اس تعجیل کا کیا سبب ہے عزاداران حسین مظلوم کربلا کا جواب سننے کیلئے دلوں کو تھام لیں فرمایا کہ ای بھائی جب آپ چلے گئے تو میں نے خواب میں نانا جان کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ای حسین جلد سفر کرو خداوند عالم تمہیں خاک وخون میں غلطاں دیکھنا چاہتا ہے محمد حنفیہ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ جب آپ اس قصد سے جاتے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو اپنے ہمراہ کیوں لئے جاتے ہیں یہ سب آپکے بعد تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ منظور خدا یہی ہے کہ وہ انہیں اسیر دیکھے، محمد حنفیہ یہ سنکر زار زار رونے لگے اور حضرت کو مجبوری رخصت کیا۔

کیوں محمد حنفیہ! بس اتنی سی مصیبت امام مظلوم یہ سنی گئی اور رونے لگے آپ نے حسین کو بے یار و مددگار نرغۂ اعدا میں گرفتار تو نہیں دیکھا آپ نے حسین کے جسم پر ایکہزار نو سو پچاس زخم تو نہیں دیکھے، آپ نے علی اکبر کو ایڑیاں رگڑتے ہوئے تو نہیں دیکھا آپ نے عباس کے شانے قلم تو نہیں دیکھے، آپ نے نشانی حسن تو مٹتی نہیں دیکھی، آپ نے گردن شیرخوار سے خون کا فوارہ ابلتے تو نہیں دیکھا کیا حال ہوتا اگر آپ اسوقت موجود ہوتے جب حسین کبھی باواز نحیف استغاثہ کرتے تھے اور کبھی اپنی بیکسی پر رونے لگتے تھے منقول ہے کہ جب آپ کے تمام اعزاء انصار درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے تو آپ زندگی سے سیر ہو کر آخری رخصت کیلئے خیمۂ حرم محترم کی جانب متوجہ ہوئے اور آواز دی یَا سُکَیْنَۃُ وَیَا فَاطِمَۃُ وَیَا زَیْنَبُ وَیَا اُمَّ کُلْثُوْمٍ عَلَیْکُنَّ مِنِّی السَّلَامُ ای سکینہ اے فاطمہ ای زینب اور ای ام کلثوم تم سب پر حسین کا آخری سلام پہنچے جناب سکینہ نے روکر کہا کہ ای بابا کیا آپ نے بھی مرنے پر کمر باندھ لی ہے فرمایا ای سکینہ وہ شخص مرنے پر آمادہ نہ ہو جائے تو کیا کرے جسکا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو فقالت یَا اَبَتِ رُدَّنَا اِلٰی حَرَمِ جَدِّنَا ہائے کمسنی کا بھی عجب زمانہ ہوتا ہے اگر آپ تصور صادق سے سنیں گے تو جناب سکینہ کا یہ مظلومانہ و معصومانہ سوال قیامت تک رونے

لیئے کافی ہوگا عرض کیا کہ بابا جان پھر آپ ہمیں نانا رسول کے روضہ پر ہی پہنچا دیجئے بیکسی باپ
اپنی پارہ جگر کی یہ باتیں سنکر بے تابانہ رونے لگا اور فرمایا کہ اے سکینہ مجھے اتنی مہلت کہاں ہے
اے سکینہ اگر حسین کوئی رہائی کی سبیل کر سکتا تو تمہیں اس بلا میں کیوں مبتلا کرتا۔ الا لعنۃ
اللہِ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ای منقلب ینقلبون۔

مجلس ۸ واقعہ ہجرت وغار مع اثبات فضائل علی مرتضیٰ و ابطال معیت و صحابیت و دیگر فضائل مفروضہ ابوبکر، نکات لطیفہ و لطائف انیقہ، مشورہ ابن عباس و مظلوم کربلا، جناب زینبؑ کا لاش حسینؑ پر بین کرنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللهُ العَزِيزُ الحَمِيدُ فِي كِتَابِهِ المَجِيدِ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ
مَرْضَاتِ اللهِ وَاللهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ۔ خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے کہ بعض آدمی ایسے
ہیں جو خدا کی خوشنودیوں کی خواہش میں اپنی جان بیچ دیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان
محترم سامعین کے کان ۶۔ آیہ ومن الناس من یشری سے ناآشنا نہیں ہیں
حق کی حقانیت کا زور یہی کہنا چاہئے کہ دنیا اسے مٹایا کرتی ہے مگر وہ چمکا کرتا ہے۔ دنیا دبا
کرتی ہے مگر اسکے نقوش دمبدم اُبھرا کرتے ہیں۔ دنیا از راہ حسد اسکو گم کرنے کی تدبیریں
کیا کرتی ہے مگر یہی حسد اسکی شہرت کا سبب ہوا کرتا ہے زمانہ نے علی سے دشمنی کی
اور اتنی دشمنی کی کہ تعمیل حکم خدا و رسول کی کچھ وقعت نہ سمجھی جان کی قربانی بغض پرور
نظروں نے حقیقت موہوم ہوئی، شجاعت و دلیری کے جوہر بے آب نظر آنے لگے، بستر
رسول پر سونا دل پر غلبہ عداوت و عناد نے انھیں نگاہیں نہ ڈالنے دیں، فرشتوں کی خدمت

کو نظر انداز کر دیا۔ ان تمام واقعی اور حقیقی بلندیوں کو تو بلندیاں نہ سمجھے اور غار کی پستی کو بلندی سمجھنے پر تیار ہو گئے، ناخواندہ مہمانی پر فخر کرنے میں شرم نہ آئی ذرا آنجناب سے پوچھئے کہ آپ کو بلایا تھا کس نے اور کیوں اقتاں وخیزاں تشریف لیجانے کی زحمت فرمائی اللّٰہم صلّ علیٰ محمد وآل محمد۔

تمام مفسرین سنی وشیعہ اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت جناب رسولخدا اور علی مرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ جب شمع رسالت کو فروغ ہوا اور اہل عالم یکے بعد دیگر حدود اسلام میں آ کر پروانہ وار شمع رسالت کے گرد ہجوم کرنے لگے تو قریش خائف ہوئے اور مشائخ قریش نے اس شمع کے گل کرنے کا قصد کیا جسکو خدا نے روشن کیا تھا یا یوں سمجھئے کہ ید اللہ کی مدد پر روشن تھی یعنی یہ تہیہ کر لیا کہ آج شب کو محمد قتل کر دئے جائیں، ادھر دشمن نے قتل کا ارادہ کیا اُدھر نگہبان نے حفاظت کا تہیہ کیا اور نگہبان بھی ایسا نگہبان کہ ہاتھ نہیں رکھتا مگر نگہبانی اتنی کامیاب ہوئی کہ جسطرح ہر وفادار محبوب حبیب کے ساتھ رہا کرتا ہے اسیطرح اذان میں آجتک أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ موجود ہے اور قیامت تک رہے گا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ نگہبان کے ہاتھ نہیں اور نگہبانی کامیاب ہے تو پھر آخر عالم اسباب میں اسکا ظاہری ذریعہ کیا ہوا اور ایسا کون ہاتھ ہے جو خدا کا ہاتھ کہلاتا ہو پس یوں کہنا چاہئے کہ یہاں پر ذریعہ بننے کے لئے کوئی ایسا شخص ہونا چاہئے جو حبیب کا بھی دوست ہو اور محبوب کا بھی خدا اور رسول اُسکو دوست رکھتے ہوں اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہو رسول اللہ کی جان خطرے میں تھی اور اللہ نگہبان تھا لہذا ذریعہ بننے کے لئے اسکے سوا کون ہو جو محبت رسول میں نفس رسول بن گیا ہو اور محبت خدا میں ید اللہ کہلاتا ہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ۔

چنانچہ محافظ حقیقی نے اسی معیار پر انتخاب کیا، جبرئیل نے بحکم خدا خدمت رسول میں آ کر آپ کو کفار کے مشوروں کی خبر دی اور کہا کہ آپکے لئے حکم اقدس باری یہ ہے کہ اس شہر سے

باہر تشریف لیجائیں اور علی کو اپنے بستر پر سلائیں یہ پیام رب العزت سنکر حضرت ختمی مرتبت نے شاہ ولایت کو بلایا جبکہ علی کی عمر اکیس سال کی تھی اور فرمایا کہ آج قریش میرے بستر پر مجھ قتل کرنا چاہتے ہیں حکم خدا یہ ہے کہ میں تمہیں اپنے بستر پر سلاؤں اور خود جان بچاکر چلا جاؤں حضرت علی نے عرض کیا کہ اس سے آپ کی جان بچ جائیگی فرمایا کہ ہاں رسول کے سچے جاں نثار نے عرض کیا کہ حضرت کی سلامتی کی خبر سنکر میں اپنی موت سے خوش ہوں اور سجدۂ خالق بجالائے بات یہ ہے کہ دنیا میں دو چیزیں ہیں مصیبت اور نعمت مصیبت کا مقابلہ صبر کیا جاتا ہے اور نعمت کا شکر سے یعنی جب خاصان خدا پر مصیبت نازل ہوتی ہے تو صبر کیا کرتے ہیں اور نعمت ملتی ہے تو شکر خدا بجالاتے ہیں اس سے زائد اور کیا مصیبت ہو سکتی ہے کہ علی سے تلواروں کی چھاؤں میں سونے کے لئے کہا جارہا تھا یاوں کہیئے کہ موت کے منہ میں بھیجا جارہا تھا مگر علی نے اس موقع پر بظاہرہ صبر نہیں کیا بلکہ آداب شکر یعنی سجدے میں مصروف ہوگئے معلوم ہوا کہ علی کا مرتبہ تقرب تمام ایسے خاصان خدا سے بلند تھا کہ جو مصیبت پر صبر اور نعمت پر شکر کیا کرتے ہیں اور آپ تقرب وخلوص میں اس درجہ پر پہنچ گئے تھے کہ مصیبت کو بھی نعمت ہی سمجھنے لگے تھے اس لئے کہ ع ہر چہ از دوست میرسد نیکوست۔ لہذا پیام مرگ سنکر سجدۂ شکر بجالائے اور اس موقع کو کیونکر نعمت نہ سمجھے جسمیں ایک جانب وصال خدا کی امید تھی اور دوسری جانب بستر رسول پر سونے کا فخر اللھم صل علی محمد وال محمد۔

غرض جناب رسالتماب تشریف لیگئے اور علی مرتضیٰ رونق افروز بستر رسالت ہوئے آج وہ بستر قابل مبارکباد ہے کہ مصداق عَلِیٌّ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ کا سر خیبر کو فتح کرنیوالے دونوں ہاتھ (یَفْتَحُ اللہُ عَلٰی یَدَیْہِ) دوش رسالت پر متمکن ہونیوالے پیر اور امامت کے گیارہ پُر آب موتیوں کا معدن پشت مبارک، یہ سب چیزیں ایک وقت میں اس سے متصل ہیں، چادر رسول اور وصی جو جسم وصی پر اسیطرح برابر آئی جسطرح جسم نبی پر آیا کرتی تھی تمام کفار شب بھر دلستر اے رسول کا محاصرہ کئے رہے جب صبح ہوئی تو مجمع

کرکے بیت رسالت میں داخل ہوئے بیشک آج کفار اس گھر میں دراتہ چلے آئے جسمیں علی ابن ابیطالب مصروف استراحت تھے مگر یہ لوگ علی پر حملہ کرنے نہ آئے تھے بلکہ رسول سے مطلب رکھتے تھے علی کے نیچے سے آپ کا بستر کھینچنا نہ چاہتے تھے، علی تندرست تھے مبتلائے تپ و دردسر نہ تھے، ہوش میں تھے غش میں نہ پڑے ہوئے تھے، سیر و سیراب تھے بھوکے پیاسے نہ تھے ذاکرو اسوقت علی بن الحسین کے خیمہ میں ظالموں کا دراتہ چلے آنا یاد آ گیا ہائے عجب بیکسی اور مظلومیت کا وقت تھا علی بن الحسین تپ و دردسر میں مبتلا تھے غش پر غش آرہے تھے، دوا تو دوا تین دن سے آب و غذا بھی بہم نہ تھی کوئی بستر کھینچتا تھا کوئی تازیانہ لگاتا تھا نہ بھیا علی اکبر تھے کہ کمک کو آئیں، نہ چچا عباس تھے کہ دشمنوں سے بچائیں باپ کا سایہ سر سے اٹھ ہی گیا تھا پھر کس سے امداد چاہتے علی کے پوتے تھے صبر و استقلال سے تمام مراحل طے کئے۔

بہرصورت چونکہ وہی نور تھا، وہی شان تھی، اسیطرح چادر برابر تھی، اسلئے شک و شبہ بے محل تھا اور کفار نے بستر رسول پر ایک ایسے شخص کو آرام فرما دیکھکر یہی سمجھا کہ رسول سو رہے ہیں تلواریں علم کرکے حملہ کرنا چاہا یکایک چادر جو ہٹی تو علی نظر آئے یا یوں کہیے کہ دامن سحاب ہٹتے ہی آفتاب عالمتاب نکل آیا آپ بستر سے کود ے اور اُنپر حملہ کیا شیر خدا کے حملآور ہوتے ہی ابوجہل وغیرہ تمام سرداران کفار بھاگے اب میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص علی کی جگہ پر کسی اور کو سُلانا چاہے تو یہ اسکی عین حماقت ہے اگر اسکی گنجائش ہوتی تو رسول سے زیادہ مردم شناس کون ہوسکتا تھا آپ ہی اپنے بستر پر علی کی جگہ کسی دوسرے کو سلا دیتے مگر سچ کہتا ہوں کہ ایسا موقع ہی نہ تھا اور اگر معاذ اللہ آنحضرت ایسا کرتے بھی اور علی کی جگہ کسی دوسرے کو یا دوسرا نہوتا تو تیسرے کو سُلا بھی دیتے تو وہ دوسرا یا تیسرا وہی کام کرتا نظر آتا جو ابوجہل وغیرہ سرداران کفار نے کیا اسلئے کہ علی کے مقابلہ سے ابوجہل وغیرہ بھاگے اور ابوجہل کے مقابلہ سے بیچا سونیوالا بھاگتا اور پھر بھاگتے میں کیسا

بھلا معلوم ہوتا جیسے قطب صاحب کی لاٹ بھاگی جارہی ہے یا دہلی کا گھنٹہ گھر بھاگا جارہا ہے" تصور صادق شرط ہے" اللّٰہم صلِ علیٰ محمدٍ وّ آل محمدٍ۔

یا اگر کوئی ایسا شخص سلادیا جاتا جس پر ردائے رسول رسول کیطرح برابر نہ آتی جس سے انوار رسالت ساطع نہ ہوتے جس پر کفار کو رسول کا دھوکا نہ ہوتا تو مقصد ہجرت فوت ہو جاتا اسلئے کہ ہجرت سے مقصد یہ تھا کہ کفار تو سونیوالے کو رسول سمجھکر یہیں اپنے موقع کے منتظر رہیں اور رسول دور نکلجائیں لہٰذا کسی غیر کے سلانے میں فوراً راز رسالت فاش ہو جاتا اور کفار یہ دیکھتے ہی کہ بستر پر رسول نہیں ہیں رسول کی تلاش میں قبل از وقت چل دیتے اللّٰھم صلِ علیٰ محمد وال محمد۔

اب ادھر کا حال سنیئے کہ جب آنحضرت دولتسرائے نکلکر کچھ دور چلے تو اگرچہ تاکید کر گئے تھے کہ کوئی شخص آج کی شب اپنے گھر سے باہر نہ نکلے مگر کسی ناخواندہ مہمان کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی سمجھے کہ کوئی کافر آرہا ہے مڑکر دیکھا تو ایک ایسے بزرگ تھے جنہیں ساتھ لیکر مرتبہ صحابیت عطا کرنے پر آنحضرت مجبور ہوگئے ہیں اسوقت اس سے بحث نہیں نہیں کرتا کہ آپ ساتھ لینے پر کیوں مجبور ہوئے اسلئے کہ حفاظت خدا پر مطمئن نہ تھے اور کسی دوسرے مددگار کی ضرورت تھی یا اسلئے کہ ناخواندہ مہمان کی رازداری کا یقین نہ تھا یہ آپ کے ایمان پر موقوف ہے جو ایماناً مناسب ہو سمجھ لیجئے مجھے اس سے انکار نہیں کہ کسی صورت سے بھی آیا صحابیت کا نام آگیا مگر ساتھ ہی ساتھ یہیں سے حقیقی وغیر حقیقی جانشین میں تمیز بھی ہوگئی حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا دشمن اسکے وصف کو تسلیم کرلے تو وہ وصف سب کے لئے مسلم ہو جاتا ہے اور اس سے انکار کی گنجایش نہیں رہتی اسیطرح اگر کسی شخص کا دوست اسکے عیب کو تسلیم کرلے تو وہ عیب سب کے لئے قابل قبول ہو جاتا ہے اور اس سے گریز کا موقع نہیں رہتا یہ نکتہ سنکر آپ بیحد مسرور ہونگے کہ رسول کے دو جانشینوں میں سے ایک تو بستر پر لیٹا ہوا ہے جسے کفار رسول سمجھ رہے ہیں اور دوسرا رسول کے پیچھے پیچھے بحواس جارہا ہے

سے رسول کفار میں سے سمجھ رہے ہیں اب فیصلہ سامعین پر موقوف ہے اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

میں طول دینا اور مکرر سنی ہوئی باتیں سنانا نہیں چاہتا مختصر کرکے یہ عرض کرتا ہوں کہ دشمنوں نے اتنا تعاقب کیا کہ کسی نے غل مچا کر رسول کو مبتلائے بلا کرنے کی کوشش کی کوئی تعاقب کرتا ہوا غار تک پہنچ گیا مگر نگہبان ان سب سے زائد قوی تھا مکڑی کو حکم ہوا کہ غار کے منہ پر جالا تن دے ببول کا درخت اپنی قدرت سے پیدا کر دیا کبوتری نے انڈے دئے ظاہر ہے کہ ان اسباب کو دیکھکر کفار کو پلٹ جانا چاہئے تھا چنانچہ سب یہ خیال کرکے چلے گئے کہ اگر محمد یہاں ہوتے تو داخل ہوتے وقت یہ جالا وغیرہ باقی نہ رہتا یا تو وہ آسمان پر چلے گئے یا زمین میں سما گئے لیکن یہاں پر یہ امر قابل غور ہے کہ اس واقعہ میں وقت سرائے روانگی کے بعد رسول کو چند ہستیوں سے سابقہ پڑا ایک آپ کے ساتھی دوسرے مکڑی، ببول کا درخت اور کبوتری تیسرے گروہ کفار۔ کفار تو قطعی طور پر آپ کے خون کے پیاسے تھے، مکڑی، ببول کا درخت اور کبوتری یہ سب چیزیں حفاظت رسول کا ذریعہ بن رہی تھیں اسلئے ان کو رسول کا ہمدرد کہئے رہے آپکے ساتھی انہیں بحث ہے لیکن یہ بحث ایسی ہے کہ دنیا بے وجہ انہیں طوالت کررہی ہے اگر انکو رسول کا دشمن کہئے تب تو ہمیں اس سے کوئی تعرض نہیں چشم ما روشن دل ما شاد اور اگر دوست کہئے اور ہم کہنے والے کی خاطر سے مان بھی لیں تو یہ دوستی وہ دوستی ہے جو حیوانات بعد نباتات کے درجہ میں آ گئی اسلئے کہ غار پر رسول کی نصرت کرنا کوئی بڑی بات نہ تھا بلکہ ایسی خدمت تھی جسے حیوانات بلکہ جمادات بجالائے تھے یعنی مکڑی، کبوتری اور ببول کا درخت اگر اسموقع پر دو تین شخص مدعی ہمدردی ہوتے تو میں ایک کو مکڑی، دوسرے کو کبوتری اور تیسرے کو ببول کا درخت کہہ دیتا مگر چونکہ یہاں مدعی ایک ہے لہذا اسکو دعوی صحبت کرکے یہ تینوں شرف حاصل کرنا ہونگے کوئی خدمت اگر تھی تو وہی تھی جسکو بستر پر سونے والا بجالا رہا تھا اور آسمان سے کبھی آیت آتی تھی کبھی ملائکہ آتے

تھے اور کبھی قدرت فخر و مباہات کرتی نظر آتی تھی، اسکے علاوہ اگر ہم ان باتوں کو نظرانداز کرکے بھی رسول کے ساتھی کو آپکا دوست مانیں تو زیادہ سے زیادہ نادان دوست کہینگے جو زہریلے دشمن سے بدتر ہے سہ

ترا اژدہا گر بود یار غار ازاں بہ کہ جاہل شود غمگسار

بدقسمتی سے اس مقام پر لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی ورنہ معاذ اللہ یہ تو کہاہی نہیں جاسکتا کہ قدرت نے آیہ غار نازل کرنے میں کوئی غفلت کی دہاں سے تو سیدھے سیدھے لفظ آئے تھے نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا

یعنی خداوند عالم نے اپنے رسول کی اسوقت مدد کی جبکہ اسکو کافروں نے نکالدیا تھا جسوقت کہ دو دو میں کا دوسرا تھا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے اور جبکہ وہ اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ تم کیا افسوس کرتے ہو میرے ساتھ تو خدا ہے پس (ایسے وقت میں) خدا نے (یوں مدد کی کہ) اسپر تسلی نازل فرمائی اور ایسے لشکروں سے مدد کی جنکو تم دیکھتے نہیں تھے۔ اس آیت سے باطل پسند لوگ دھوکے میں پڑگئے اور حضرت ابوبکر کی فضیلت ثابت کرنے کی سعی کرنے لگے مگر کاغذ کی ناؤ اور شاخ ظلم کی زندگی معلوم، وہ کشتی پار لگا سکتی ہے جسمیں بیٹھنے والا یقیناً نجات پائے اور اس سے پھر جانیوالا اعتماً گمراہ و ہلاک ہوجائے اور شاخ اس درخت کی ہو سکتی ہے جسکی اصل زمین پر ہو اور شاخ آسمان پر ہبت کچھ الفاظ کے معنی بدلے، فقرات کو توڑ موڑ کر اپنا کام نکالنے کی بیحد کوششیں کیں مگر بے سروپا بات کہاں تک چل سکتی ہے سب سے زیادہ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ پر زور دیا جاتا ہے کہ خداوند عالم نے آپ کو صاحب رسول فرمادیا حالانکہ اگر صاحب کے معنی پر غور کیا جائے تو اس فضیلت کا استیصال ہوجائیگا اسلیئے کہ "صاحب" محض ساتھی کو کہتے ہیں محاورۂ عرب میں جو شخص کسی کے ساتھ ہوتا ہے اسکو اسکا ساتھی کہتے ہیں قرآن اسپر بار بار شہادت دے رہا ہے حضرت یوسف

قیدخانہ میں دو ساتھی تھے ان سے لئے اب یَا صَاحِبَیِ السِّجْنِ (اے میرے قید کے ساتھیو) فرماتے ہیں اور قرآن اسکی حکایت بھی کر رہا ہے، قرآن میں رسول کو کافر کا ساتھی کہا گیا ہے ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى تمہارا ساتھی گمراہ نہیں ہے دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے یہ دونوں خطاب کفار سے ہیں اور صاحب سے مراد آنحضرت ہیں لہذا آپ اگر اس مصاحبت پر کچھ فخر کر سکتے ہیں تو بس اسیقدر جتنا کہ حضرت یوسف کے اور آنحضرت کے کافر ساتھی اس سے زائد واقعات ہجرت میں آپ کا کوئی حصہ نہیں اللھم صلے علی محمد و آل محمد

اسکے بعد اِنَّ اللہَ مَعَنَا پر بڑا ناز ہے کہ آپ بھی خدا کی معیت کے مرتبہ پر فائز ہیں لعنی آپ کو اپنے ساتھ شامل کر کے رسول نے فرمایا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے لیکن یہ تمام ہوائی تعمیر منہدم ہو جائیگی جب میں انہیں کے وار انہیں کے سینہ کیطرف رد کرنیکے لئے یہ سوال کرونگا کہ خدا کس کے ساتھ نہیں ہے اور نَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ہم انسان کی رگ گردن سے زائد قریب ہیں) کے کیا معنی ہیں اگر اس معیت سے ایک کافر کوئی شرف حاصل ہو سکتا ہے، اگر ایک مشرک اسپر فخر کر سکتا ہے، اگر ایک منافق اسپر کچھ ناز کرنے کا حق رکھتا ہے اسلئے کہ ان سب کے ساتھ خدا ہے تو آپ بھی شوق سے ناز کیجئے اور بس اس معیت سے اتنی ہی بات پیدا ہو سکتی ہے کہ جسطرح خداوند عالم کافر، مشرک اور منافق کے ساتھ ہے اسیطرح آپ کے بھی ساتھ ہے اللھم صلے علی محمد و آل محمد۔

تیسرا وہ موقع جسکو لوگ اپنے مطلب کے موافق سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بھی حق کی طرف آیہ غار میں حضرت غراسمہ کلیا ارشاد ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا بس خداوند عالم نے اسپر تسکین نازل فرمائی اور اسکی ایسے لشکروں سے مدد کی جنہیں تم نے دیکھا نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر کے لئے تسکین نازل فرمائی

کیونکہ وہی رو رہے تھے اور اس سے آپ کی منزلت بلند ہو گئی تعجب ہے کہ دنیا آیات قرآنی
کو محض طفلانہ تسلیاں سمجھتی ہے اور واقعات موجودہ و نیز اصول فصاحت و بلاغت پر نظر
نہیں اس شخص کو تو مستحق تسلی سمجھا جاتا ہے جو محض رو رہا تھا اور اسکی اپنی جان کسی
طرح کے خطرے میں نہ تھی اسلئے کہ تقرب طرفین حاصل تھا اور جسکے قتل کے لئے سیکڑوں
تلواریں علم تھیں کفار جان کے خواہاں تھے موجود دشمنوں کے خوف سے گھر چھوڑ کر نکلا تھا
اسکی ذات کو اپنی خواہش نفس کے سامنے بالکل صاف اڑا دیا جاتا ہے یہ سب لغویات
ہیں بلکہ ہجرت کے خوفناک واقعات بتا رہے ہیں کہ یہ تمام تسکین و تسلی خود آنحضرت
کے لئے تھی نہ حضرت ابو بکر کے لئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔
اسکے علاوہ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ سے متصل بعد کا جملہ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا
(اسکی اسے لشکروں سے مدد کی جنہیں تم نے نہیں دیکھا) اس امر کی بولتی ہوئی دلیل
اور سیاق کلام شاہد ہے کہ منزل تسکین و تشفی اور منزل قرآن ایک ہے ایک ادنی عربی داں
بھی خداوند عالم جیسے قادر الکلام کے کلام میں ایسی فاش غلطی اور صریحی انتشار کا قائل
نہیں ہو سکتا جس غلطی کے وہ لوگ قائل نظر آرہے ہیں جو اپنے نفس کے سامنے نہ خدا
کی کوئی حیثیت سمجھتے ہیں نہ رسول کی ظاہر ہے کہ اس جملہ میں بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا سے جنود ملائکہ
مراد ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضرت ابو بکر کبھی اس شرف سے مشرف نہیں ہوئے کہ فرشتے
آپکی مدد کے لئے آئے ہوں خصوصا ہجرت میں تو واقعات و حالات مذکورہ پر نظر کرتے
ہوئے اسکی کوئی ضرورت ہی نہ تھی کہ آپکی مدد کے لئے جنود ملائکہ کو عبادت چھوڑ کر زمین تک
آنے کی زحمت دیجائے اور جب یہ ثابت ہے کہ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ کا مرجع آنحضرت ہیں تو
اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ کو کسی اور کے لئے کہنا سراسر حق کشی اور ظلم ہے اگر ایسا ہوتا
نعوذ باللہ قدرت کو اپنے کلام کے اسطرح زیر و زبر کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ آسان ترکیب
یہ تھی کہ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ کو فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ کے قریب ذکر کیا جاتا تاکہ سیاق کلام درست

ہوجاتا مگر ایسا نہیں ہوا لہذا معلوم ہوگیا کہ جسکی مدد کی گئی اسی کو تسلی بھی دیگئی اللھم صل علی محمد وآل محمد۔

اور ادنیٰ تامل سے یہ امر بھی واضح ہو رہا ہے کہ تمام آیت میں مثنیٰ واحد کی بارزو مستتر ضمیریں ہیں سب کا مرجع جناب رسالتمآب ہیں نصرہ اخرجہ یقول لصاحبہ ایدہ یہ تمام ضمیریں آپ ہی کی طرف راجع ہیں اور علیہ کی ضمیر معرض بحث میں رکھی جاتی ہے لیکن اگر تمام ضمیروں کے آنحضرت کی طرف پھرنے کی صورت میں ایک علیہ کی ضمیر کا مرجع بدل کر کسی اور کو رکھا جاتا ہے تو یہ انتشار ضمائر کو مستلزم ہے جو نظم قران کے خلاف اور فصاحت و بلاغت کے منافی ہے لہذا ماننا پڑیگا کہ تمام ضمیروں کا مرجع ایک ہی ہے اور تسلی و تسکین آنحضرت پر نازل کیگئی تھی نہ آپ کے ساتھی پر اللھم صل علی محمد وآل محمد۔

اب طے ہوگیا کہ جو فضیلتیں آیہ غار سے پیدا کی جاتی ہیں وہ محض بے بنیاد ہیں بلکہ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ اسی سے رسول کے ساتھی کی انتہائی منقصت اور ہجو پیدا ہو رہی ہے اول تو غار میں آنحضرت کی ہمدردی کرنے کے لئے انسانوں کی ضرورت ہی نہ تھی بلکہ اس خدمت کو مکڑی، کبوتری، اور ببول کا درخت جیسے حیوانات وجمادات بجالا رہے تھے اسی سے آپ کی امیدوں کی پامالی ظاہر ہے کہ رونا پیٹنا سب بیکار رہا اسکے علاوہ لا تحزن سے تمام سازشیں فاش ہو رہی ہیں اسلئے کہ آپ اسکے مدعی ہیں کہ ساری بے چینی رسول پر آنے والی مصیبت کے خوف سے تھی اور لا تحزن کہہ رہا ہے کہ کوئی شیرازہ منتشر ہوگیا تھا اسکا ملال تھا اسوجہ سے کہ خوف یعنی ڈر آنیوالی مصیبت سے ہوتا ہے اور حزن یعنی رنج وملال کسی آرزو کے منقطع ہوجانے کے بعد ہوتا ہے گویا آپسے رسول یہ نہ کہہ رہے تھے کہ مجھپر آنیوالی مصیبت سے خوف نکرو بلکہ یہ فرمارہے تھے کہ تم اپنے مکر کے ٹوٹ جانے یعنی میرے کفار کے ہاتھوں سے صحیح وسالم نکل آنے پر رنج وملال نکرو اسلئے کہ میرے ساتھ

خدا ہے اور اسی کی معیت میرے لیے مفید ہے نہ تمہاری اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّد۔

تیسرے یہ کہ وہی اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ رسول کے لیے تھا نہ حضرت ابوبکر کے لیے متمنی فضیلت کے ایمان میں قادح ہو گیا غور فرمائیں آپ کہ جہاں رسول کے ساتھ مومنین کو بھی تسلی دیگئی ہے وہاں تسکین دونوں کے لیے شامل نازل ہوئی ہے اور آیت میں اسکی تصریح کر دی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہو رہا ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی خداوند عالم نے رسول پر تسلی نازل فرمائی اور مومنین پر مگر غار میں جب تسکین نازل ہوئی تو باوجود اسکے کہ ایک شخص اور بھی موجود تھا مگر تسکین فقط آنحضرت پر نازل ہوئی اور کسی دوسرے شخص کی تصریح نہیں کیگئی معلوم ہوا کہ خدا نے انہیں مومن بھی نہیں سمجھا پھر کوئی بندۂ خدا مومن سمجھکر کیوں خدا اور رسول کی دشمنی خریدے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّد۔

واقعی مومن بلکہ امیر المومنین وہی تھا جسکی صفات آیہ مَنْ يَّشْرِىْ میں صاف صاف بیان کی گئیں اور جس نے ایثار نفس کا بہترین ثبوت دیکر پیغمبر خدا کی حفاظت کی ادھر حکم ہوا کہ تلواروں کی چھاؤں میں سو جاؤ اور ادھر علی نے تعمیل حکم پر کمر باندھکر اس تعمیل سے وہ فضیلت حاصل کی کہ دنیا آجتک انگشت بدنداں ہے "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" آیت کے الفاظ کو توڑ موڑ کر خواہش نفس کے مطابق کر لینا اور بات ہے اور خود آیت کا بول اُٹھنا کہ میری منزل کون ہے اور چیز ہے رسول کو ہرگز اسکی ضرورت نہ تھی کہ کوئی میرے ساتھ چلے یہ خدا کی طرف سے ایک امتحان تھا جسطرح حکم خدا ہو رہا تھا رسول عمل کر رہے تھے ادھر رسول معرض امتحان میں تھے اُدھر علی کی جان مقام آزمائش میں تھی جسطرح یہاں محبت خدا کا اور اسکے اعوان و انصار کا امتحان ہو رہا تھا اسیطرح مجھے ایسا ہے محبت خدا مع اعوان و انصار امتحان میں مبتلا یاد آ رہا ہے یہاں بھی ہجرت کے ذریعے امتحان لیا جا رہا تھا اور وہاں بھی امتحان کی پہلی منزل ہجرت تھی یا صاف کہدوں کہ یہ

نانا کا امتحان تھا اور وہ نواسہ کا، یہ نانا کی ہجرت تھی اور وہ نواسہ کی۔ میں چاہتا ہوں
کہ نانا کی ہجرت کے باقی حالات آئندہ مجلس کے لیے چھوڑ کر نواسے کی ہجرت کا تذکرہ کروں
گرمی کا موسم چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ، پہاڑوں کا راستہ، وسعت خیال دشمنوں سے
آباد قتل و قید کا خوف دوش بدوش، جب ابن عباس آخری رخصت کے لیے مظلوم کربلا
کی خدمت میں آئے ہیں تو آپ نے عجب بیکسی سے فرمایا یَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا تَقُوْلُ فِیْ قَوْمٍ
اَخْرَجُوا ابْنَ بِنْتِ نَبِیِّہِمْ مِنْ وَطَنِہٖ وَدَارِہٖ وَحَرَمِ جَدِّہٖ وَقَرَارِہٖ ای ابن عباس تم
اُس قوم کے حق میں کیا کہتے ہو جس نے اپنے نبی کے نواسے کو آوارہ وطن کیا، نانا کی قبر سے
جدا کیا اور اسے یقین ہو کہ اگر میں ترک وطن نہ کرونگا تو یہ جفاکار مجھے قتل کر دینگے اور کسیطرح
روضۂ رسول پر نہ رہنے دینگے اسلئے وہ مظلوم خائف و ترساں بیگناہ سفر غربت اختیار کرے
فَلَمَّا سَمِعَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذٰلِکَ بَکٰی بُکَاءً شَدِیْدًا یہ سننا تھا کہ ابن عباس نعرہ مار کر رونے
لگے کیوں حضرت امام مظلوم نے تو اشارۃً ہی اپنی مصیبت بیان فرمائی تھی جسپر ابن عباس
اسقدر روئے کیا حال ہوتا اگر ابن عباس میدان کربلا میں اسوقت موجود ہوتے جب آنجناب
استغاثہ فرما رہے تھے اور اشقیاء کوفہ و شام تیر اور تلواریں مارتے تھے بلکہ بعض سنگدلوں
نے جھولیوں میں پتھر بھر لئے تھے جس سے گوہر صدف امامت کو ایذا پہنچاتے تھے۔

غرض ابن عباس نے عرض کیا کہ میری جان آپ پر فدا ہو اگر سفر عراق کا مصمم قصد ہے
تو آپ عورتوں اور بچوں کو اپنے ہمراہ کیوں لئے جاتے ہیں فرمایا کہ ای ابن عباس انہیں یہاں
کیونکر چھوڑ دوں یہ سب امانت رسول ہیں جد بزرگوار نے مجھے ان کے ساتھ لیجانے کا حکم
دیا ہے اور نہ کوئی ایسا معتمد شخص ہے جسکے پاس انہیں چھوڑ دوں اسکے علاوہ یہ بھی مجھ سے
ایسے مانوس ہیں کہ میرے جیتے جی مجھے نہ چھوڑینگے۔ ابھی ابن عباس اور سید الشہداء میں
یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ناگاہ ایک معظمہ نے پس پردہ سے فرمایا کہ واہ ای ابن عباس کیا یہی
زیبا و مناسب ہے کہ تم ہمارے وارث و آقا کو یہیں وطن میں چھوڑ کر تنہا چلے جانے کا مشورہ دو

ای ابن عباس اب سوائے حسین کے ہمارا والی و وارث کون ہے ای ابن عباس خدا
ہمیں حسین کے بعد زندہ ہی نہ رکھے بلکہ ہم سب آپ کے سامنے مرجائیں اور سب کو امام
مظلوم اپنے ہاتھ سے غسل وکفن دیں فَبَکَی ابْنُ عَبَّاسٍ فَعَرَفَ اَنَّهَا زَیْنَبُ بِنْتُ
اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ ابن عباس رونے لگے اور پہچان گئے کہ وہ معظمہ دختر امیرالمومنین جناب
زینب ہیں۔

عزادارو زینب کو حسین سے کسقدر محبت تھی کہ اتنا کہنا بھی ابن عباس کا گوارا نہ تھا
آہ آہ اس معظمہ کو کیا قلق ہوا ہوگا جب مظلوم بھائی کی لاش خاک پر زیر آفتاب دیکھی ہوگی
لکھا ہے کہ جب جناب زینب نے لاش بے سر حسین مظلوم پارہ پارہ دیکھی تو اسطرح بین
کرنے لگیں بِاَبِیْ مَنْ عَسْکَرُهٗ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ نَهْبًا اس بیکس پر میرے ماں باپ قربان
ہوں جسکا لشکر روز دوشنبہ لوٹا گیا یعنی اٹھارہ جوانان ہاشمی وعقیلی وجعفری وعلوی
جن کا مثل ونظیر زمین پر نہ تھا سب کے سب ظہر میں قتل ہوگئے بِاَبِیْ مَنْ هُوَ غَائِبٌ فَیُرْتَجٰی
وَلَا جَرِیْحٌ فَیُدَاوٰی میرے ماں باپ اس مظلوم پر قربان ہوں جو ایسا غائب نہیں ہے جسکے لوٹنے
کی امید کیجائے اور ایسا زخمی نہیں ہے جسکا علاج ہوسکے بلکہ موت نے اسکے متعلق تمام
امیدیں منقطع کردی ہیں اور میری ماں کے چاند کو ایسا گہن لگا ہے کہ نکلنے کی امید نہیں
بِاَبِی الْمَهْمُوْمُ حَتّٰی قَضٰی بِاَبِی الْعَطْشَانُ حَتّٰی مَضٰی میرے ماں باپ اس غم سے چور
ہوں جو بڑے بڑے رنج اٹھا کر سدھارا اور جسکو تا دم سحر قطرۂ آب میسر نہ ہوا بِاَبِیْ شَیْبَتُهٗ
یُقْطِرُ بِالدِّمَاءِ میرے ماں باپ اس مجروح پر فدا ہوں جسکی ریش اقدس سے خون کے قطرے
ٹپکتے ہیں اسی کی طرف امام عصرؑ زیارت ناحیہ میں ارشاد فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَی الشَّیْبِ
الْخَضِیْبِ اس بزرگ پر میرا سلام جسکی ریش مقدس اسکے خون سے خضاب دار ہوئی۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا
اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس نکات لطیفہ متعلقہ آیہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ، واقعاتِ ہجرت سے تقیہ پر استدلال، شبِ عاشور سیدالشہداؑ کا اپنے اصحاب و انصار کو رخصت کرنا، جناب سکینہؑ، جناب امِّ کلثومؑ اور حضرت زینبؑ کی بےچینی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّ سُلْطَانُہٗ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَہُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ بعض آدمی ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودیوں کی خواہش میں اپنی جان بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ بندوں پر مہربان ہے گزشتہ مجلس میں واقعاتِ ہجرت تشریح کے ساتھ عرض کئے جا چکے ہیں اس مجلس میں میں متن آیت کے بعض عجیب پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں آیت وَمِنَ النَّاسِ سے شروع ہوتی ہے جس کا ترجمہ ہے "بعض انسان" بادی النظر میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آیت کی ابتدا نہایت کمزور ہے فرشِ رسول پر سونا رسول کی جانشینی تھی، جان پر کھیل جانا تھا، نفس کی قربانی تھی، تلواروں کا سایہ تھا، موت سے مقابلہ تھا اور یہ سب مرحلے ایسے ہیں جنکو طے کرنے والے کا ذکر نہایت شاندار الفاظ میں ہونا چاہئے تھا ایسے شخص کو امام کہنا مناسب تھا خلیفہ سے تعبیر کرنا چاہئے تھا، بہادر کہا جاتا، شجاع کہا جاتا، بہتر سے بہتر خطاب عمدہ سے عمدہ لقب کے ساتھ یاد کیا جاتا جس سے یہ معلوم ہو جاتا کہ فرشِ رسول پر سونے والا معمولی انسان نہیں بلکہ ارتقاءِ انسانی کی اعلیٰ مدارج طے کئے ہوئے ہے نہ یہ کہ سرسری طور سے انسان کہہ کر ذکر شروع کر دیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام فضیلتیں فضیلتیں ہی نہ تھیں بلکہ کوئی معمولی باتیں تھیں جنہیں ہوا خواہوں نے بڑھا چڑھا دیا لیکن حقیقت یہ ہے

کہ رموز قرآن تو منزل قرآن ہی میں ملیں گے اور متکلم ہی بہتر جانتا ہے کہ کس عنوان سے کلام شروع کرے بیشک یہ تمام مراحل ایسے ہی عظیم الشان تھے بلکہ اس سے بھی کہیں بلند، علی کے بستر رسول پر آرام فرمانے سے آپ کی امامت وخلافت اور ہمت وشجاعت ہی کا ثبوت نہیں مل رہا تھا بلکہ یہ وہ منظر تھا جس کو دیکھکر ظاہر عقل اپنی کوتاہی پرواز کا معترف تھا پیک فہم اپنی تہی دستی کا مقر تھا اور دونوں کے چہرے نفیری کے مقابلہ پر زرد پڑکر اظہار شکست کر رہے تھے، کیفیت یہ تھی کہ اسوقت علی رسولخدا کی نگہبانی کر رہے تھے اب آپ جانتے ہی ہیں کہ بندوں کا نگہبان کون ہے، کفار پر یہ اثر تھا کہ جب تک سونیوالے کو رسول سمجھتے رہے اسوقت تک ارادے بہت بلند رہے تلواریں علم رہیں بلکہ حملہ بھی کر دیا اور جب ہی علی نظر آئے ہیں بدحواس ہو کر یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ تم سے مطلب نہیں ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں رعب وجلال کے اعتبار سے علی کو رسول پر فوقیت ہوگئی اور آپ جانتے ہی ہیں کہ نبوت کے مافوق کیا ہے جبرئیل ومیکائیل جیسے مقرب بارگاہ قدس فرشتے آکر علی کی اطاعت وخدمت کرنے لگے اور آپ کو معلوم ہی ہے کہ فرشتے کسکی اطاعت کرتے ہیں یہ سب ایسے اسباب تھے جن سے ظاہر بیں لوگوں کے لئے نفیریت کی تائید مترشح تھی اور ذات علی پر آثار الوہیت کا پرتو تھا لہذا خداوند عالم پر واجب ہوا کہ اس شبہ کو باطل کرے اس بنا پر بڑھتے ہوئے زور کو روکنے کے لئے ارشاد ہوا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ یعنی قدرت الیسا خیال کرنیوالوں کو سمجھا رہی ہے کہ علی کی شان وشوکت اور موجودہ آثار واطوار دیکھکر اسیر خدائی کا شبہ نکرنا بلکہ وہ تو ہم ہی میں سے ایک انسان ہے، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

مِنَ النَّاسِ کے بعد ارشاد ہوتا ہے مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ آدمی ایسے ہیں جو خدا کی خوشنودیوں کی خواہش میں اپنی جان بیچ دیتے ہیں ظاہر ہے کہ اس جملہ میں معاملہ بیع وشرا بیان کیا گیا ہے لہذا جسطرح پر معاملہ بیع وشرا میں چار

چیزیں ہوتی ہیں ایک بائع یعنی بیچنے والا، دوسرے مشتری یعنی خریدنے والا، تیسرے مبیع یعنی جو چیز بیچی جائے چوتھے ثمن یعنی قیمت اسیطرح اس معاملہ میں بھی یہ چاروں چیزیں ماننا پڑینگی اور موجود ہیں مگر ہر چیز عجیب شان رکھتی ہے بیچنے والے علی ہیں، خریدنے والا خدا ہے مبیع علی کی جان، اور قیمت رضائے خدا، بیع کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مبیع کا مالک مشتری ہو جاتا ہے اور قیمت کا مالک بائع لہذا اس بیع کا بھی یہی نتیجہ ہونا چاہئے یعنی معاملہ بیع واقع ہوتے ہی علی کی جان کا مالک خدا ہو گیا اور رضائے خدا کے مالک علی ہو گئے یہی وجہ تو تھی کہ جان بیچ دینے کے بعد علی کو اسکی بالکل پرواہ نہیں جانتے تھے کہ جو اسکا مالک ہو گیا ہے وہی اسکی بقا کا بھی ذمہ دار ہے چنانچہ آپ سے پوچھا گیا تو جواب دیا کہ جسقدر اطمینان سے میں آج سویا ہوں اس سے قبل کبھی نہیں سویا اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ وّآلِ محمّدٍ۔

اب نتیجہ کے دوسرے حصہ پر غور کیجئے کہ معاملہ بیع کے بعد قیمت کا مالک بائع ہو جاتا ہے یعنی جسطرح اس معاملہ کے بعد علی کی جان خدا کی ملکیت میں چلی گئی اسیطرح رضائے خدا علی کی ملکیت میں آگئی لہذا دنیا سنبھل جائے اور علی کو ناخوش کرنے سے ڈرنا چاہئے اسلئے کہ رضاء خدا کے مالک ہو گئے ہیں جسے چاہیں رضاء خدا دیں اور جسے چاہیں نہ دیں اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ وّآلِ محمّدٍ۔

نیز علی کے جاں نثاری پر اسقدر جری ہونے کا مجھے ایک اور سبب ملتا ہے اور وہ خداوند عالم کا قول وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ خداوند عالم بندوں پر مہربان ہے اب جو قرآن پر ایمان رکھتا ہو وہ اس وعدے پر بھی ایمان رکھے اور اس کی مہربانی کا یقین کر کے تعمیل حکم باری میں جان پر کھیل جائے اسلئے کہ مہربان و نگہبان جان پشت پناہی کر رہا ہے اور جسکا ایمان قرآن پر نہ ہو جو قرآنی وعدہ وعید کو بے اصل و بے بنیاد سمجھتا ہو وہ شوق سے میدان چھوڑ دے اسلئے کہ خدا کی مہربانی سے مایوس ہو گیا ہے

پھر جان کی مایوسی کے مقام سے بھاگ جانا کتنی بڑی بات ہے اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ واٰلِ محمّدٍ۔

آج میں واقعات ہجرت سے ایک اہم مسئلہ پر ایسا استدلال کرنا چاہتا ہوں جسکے متعلق مجھے یہ خیال ہے کہ آج سے قبل آپ نے کبھی نہ سنا ہوگا آپ کو معلوم ہے کہ تقیہ کو دنیا نے کسقدر عجیب و غریب مسئلہ بنا دیا ہے' یوں تو جسطرح دنیا کی ہر چیز اپنی اپنی زبان میں خدا کی تسبیح کرتی ہے اسیطرح ہر شے اپنے اپنے طور پر تقیہ کرتی ہے لیکن جب ہمارے منہ سے لفظ تقیہ نکلتا ہے تو بجاد شمن آگ بگولا ہو جاتے ہیں مگر ہم نہایت اطمینان و استقلال کے ساتھ اس امر کا ثبوت دینے پر آمادہ ہیں کہ ہم ہی تقیہ نہیں کرتے بلکہ خدا و رسول نے تقیہ کیا غور کرے معترض لعنۃ انصاف کے دائرے میں رہکر جواب دے کہ خدا کے حکم سے رسول کا اپنے بستر پر علی کو سُلانا یعنی کفار کو خلاف واقع یہ وہم دلانا کہ بستر پر خود رسول آرام کر رہے ہیں' رسول کا کفار کے منہ پر کنکریاں کا پھینکنا ایسا فعل جسکے متعلق خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ تم نے کنکریاں نہیں ماری نہیں بلکہ یہ فعل ہمارا تھا یعنی کفار کو خلاف واقع یہ یقین دلانا کہ میں باہر نہیں جا رہا بلکہ اپنے گھر میں بستر پر موجود ہوں' مکڑی کو حکم عدا ہونا کہ غار کے منہ پر جالا تن دے' کبوتری کو القا ہونا کہ انڈے دے اور رسول کا درخت اگا دینا یعنی خداوند عالم کا کفار کو خلاف حقیقت اس غلط فہمی میں مبتلا کرنا کہ غار میں رسول نہیں ہیں یہ سب باتیں اگر تقیہ نہیں تو اور کیا ہیں بیشک یہ تقیہ ہیں اور تقیہ وہ سیاست سے لبریز قانون ہے جسپر خداوند عالم جیسے حکیم اور رسول جیسے یگانہ روزگار عاقل نے عمل کیا اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّدٍ واٰلِ محمّدٍ۔

مختصر یہ ہے کہ اگر جاں نثاری نفی تھی بھی تو بستر رسول پر آرام کرنیوالے نے کی تعصب کا پردہ پڑ جائے تو کوئی علاج نہیں ورنہ رونے اور ہنسنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے رونیکو بہادری اور جاں نثاری سے کیا واسطہ پھر یہ جو واقعی جاں نثار ہوتا ہے وہ ہر جگہ ثابت

قدم رہتا ہے اور بزدل کہیں بھی نہیں ٹھہرتا یہی سبب تھا کہ علی جس جنگ میں گئے
کشتوں کے پشتے لگادیئے اور بھاگنے والوں نے لفظ صحابیت کا بھی خون کردیا۔ بات یہی
کہ رسول نے تو کسی نہ کسی طرح، کسی نہ کسی کی نصرت و معیت سے تبلیغ کرہی لی مگر ساتھ
والوں کی بات دیکھی گئی اور اصحاب رسول کا وزن معلوم ہوگیا اسی لئے تو سید الشہدا نے
اپنے اصحاب کو بہترین اصحاب فرمایا ہے اگر اصحاب رسول کی فداکاریاں نظر میں لانے
کی قابل ہوتیں تو حسین جیسا منصف کبھی اپنے اصحاب کا ترجیحانہ الفاظ میں تذکرہ نہ کرتا
فرماتے ہیں اِنِّی لَا اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَوْفٰی وَلَا خَیْرًا مِنْ اَصْحَابِیْ وَلَا اَهْلَبَیْتٍ اَبَرَّ
وَلَا اَوْصَلَ مِنْ اَهْلِبَیْتِیْ فَجَزَاکُمُ اللّٰهُ عَنِّیْ خَیْرًا یعنی میں کسی کے اصحاب کو اپنے
اصحاب سے زیادہ وفادار و بہتر اور کسی کے اہلبیت کو اپنے اہلبیت سے زیادہ متقی
اور صلہ رحم کرنے والا نہیں جانتا اے میرے اہلبیت خدا تمکو میری جانب سے جزائے خیر دے
صاحب مجالس علویہ اعلی اللہ مقامہ اس مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس کلام میں عجب نکتہ
ہے سید الشہدا کا مطلب یہ تھا کہ میں ایسا مجبور و ناچار ہوں کہ تمہیں بدلا نہیں دے سکتا یا
یہ کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ تمہاری خدمات کے مقابل میں ہیچ ہے البتہ خداوند عالم تمہیں
اسکا اجر دیگا۔

انہیں جاں نثاریوں پر نظر کرتے ہوئے حضرت حجت زیارت عاشورا میں فرماتے ہیں
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَنْصَارَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتُمْ وَاُمِّیْ طِبْتُمْ وَطَابَتِ الْاَرْضُ الَّتِیْ
فِیْهَا دُفِنْتُمْ اے میرے جد مظلوم کے جاں نثارو تم پر میرا سلام پہنچے میرے ماں باپ تم پر فدا
ہوں تم بھی پاک و پاکیزہ ہو اور تمہارے مدفن بھی۔

مگر مومنین کہاں تھے یہ انصار روز عاشورا جب فرزند رسول یکہ و تنہا نرغۂ اعدا میں
استغاثہ کر رہے تھے ہائے اسوقت کون تھا جو حسین کی نصرت کو آتا اور اس سے زائد سخت
آل رسول کے لئے وہ وقت تھا جب مخدرات عصمت کے پردہ کا اہتمام کرنے والے تو سر کٹائے

ہوئے خاک پر آرام کر رہے تھے اور اشقیائے بے دین زینب و کلثوم کی چادریں چھین رہے تھے خیموں میں آگ لگی ہوئی تھی اور غارتگری کی نوبت یہاں تک پہنچی ؎

شامیاں بستند بازو زینب و کلثوم را ای فلک آں ابتدا ایں انتہائے اہلبیت

انصار تو بیشک مرنے کے بعد امام کی نصرت نہ کر سکے مگر سید الشہدا نے تو بعد شہادت بھی بنی زادیوں کا ساتھ نہ چھوڑا عجب جانسوز واقعہ ہے کہ جس اونٹ پر جناب زینب سوار تھیں اسی کی برابر امام غریب کا سر بھی علم تھا۔

الغرض کہاں تک مصائب الشہدا کا تذکرہ کروں اور کیا حال بیان ہو سکتا ہے آپ کی بیکسی اور ان حضرات کی نصرت وجاں نثاری کا جنہوں نے باوجود تاکید و اجازت کے بھی امام مظلوم کو نہ چھوڑا۔ کتاب نور العیون میں جناب سکینہ سے منقول ہے کہ شب عاشور کو میں بعالم حسرت و یاس اپنے خیمہ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ یکایک پشت خیمہ سے میرے کان میں کسی کے رونے کی آواز آئی میں خیمہ سے اس آواز کے تجسس میں نکلی تو دیکھا کہ میرے پدر بزرگوار بیٹھے ہوئے بآواز دردناک رو رہے ہیں، گرد اصحاب جمع ہیں اور اُن سے فرما رہے ہیں کہ تم میں سے جو شخص جانا چاہے وہ پردۂ شب میں چلا جائے کہ یہ جفا کار بجز میرے اور کسی سے مطلب نہیں رکھتے جناب سکینہ فرماتی ہیں کہ ابھی کلام امام تمام نہوا تھا کہ دس دس بیس بیس آدمی اُٹھکر متفرق ہونے لگے تا اینکہ ستر سے کچھ زائد آدمی رہ گئے۔ عزاداران حسین یہی وہ انصار تھے جن پر سید الشہدا کو ناز تھا اور انہیں پر امام عصر نے سلام بھیجا ہے فرماتی ہیں کہ مجھے بے اختیار رونا آ گیا اور خیمہ کی طرف آئی میری پھوپی ام کلثوم نے مجھے روتا دیکھکر پوچھا کہ اے سکینہ کیوں روتی ہو میں نے تمام ماجرا بیان کیا جسکو سنکر میری پھوپی فریاد کرنے لگیں کہ اے نانا رسولخدا، اے بابا علی مرتضیٰ، اے بھائی حسن افسوس ہے میرے بھائی حسین کی بیکسی و تنہائی پر معلوم نہیں کہ کیونکر ان ظالموں کے ہاتھ سے رہائی ہوگی کاش یہ اشقیار ہم سب کو قتل کر دیں تاکہ ہم شہر بشہر اور دیار بدیار نہ پھرائے جائیں فاجتمعت الذین ...

مِنْ بُکَائِهَا فَبَکَیْنَ ام کلثوم کے یہ بین سنکر سب بیبیاں جمع ہو گئیں اور ملکر رونا شروع کیا جناب سکینہ کا ارشاد ہے کہ جب میرے پدر بزرگوار نے یہ آواز سنی تو خود بھی روتے ہوئے اپنے خیمہ سے نکلے اور خیمۂ الحرم میں تشریف لا کر فرمایا کہ یکبیک رونا ہے میری پھوپی قریب آئیں اور کہنے لگیں کہ بھیا ہمیں ہمارے نانا کے روضہ پر پہنچا دیجئے آہ حضرت نے عجب حسرت کا جواب دیا فرمانے لگے کہ ای بہن اب یہ کہاں ممکن ہے اب تو میں ایسا مجبور ہو گیا ہوں کہ کسی امر میں میرا اختیار باقی نہیں جناب ام کلثوم نے عرض کیا کہ اچھا آپ لوگوں سے اپنا حسب ونسب تو بیان فرمائے حضرت نے جواب دیا کہ ای بہن سب طرح اتمام حجت کر چکا مگر انپر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

یہاں پر شیخ مفید علیہ الرحمہ نے عجب مضمون لکھا ہے' بھائی اور بہن کی محبت کی قدر جاننے والے تصور صادق سے سنیں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت خیمہ میں تشریف لائے تو جناب زینب نے بکمال درد و یاس عرض کیا کہ ای بھائی اس امر سے میرا دل اور زخمی ہوا جاتا ہے کہ آپ اپنا حال دل بھی اچھی طرح نہیں بیان فرماتے اور گھٹ گھٹ کے اپنے آپکو ہلاک کئے دیتے ہیں اے بھیا یہ مجھے معلوم ہے کہ آپ دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں مگر مجبور بہن سے باتیں تو کر لیجئے ممکن ہے جناب زینب کا مطلب یہ ہو کہ مجھے آج کی رات اپنے بھائی کی زیارت اور سیر ہے اچھا ہے کہ صبح تک بیٹھے باتیں کرتے رہیں شاید صبح تک طبیعت سیر ہو جائے غرض یہ کہکر جناب زینب نے اپنے منہ پر طمانچے مارے گریبان چاک کیا اور غش کر گئیں حضرت نے کہیں سے پانی بہم پہنچا کر اپنی غمدیدہ بہن کے منہ پر چھڑکا یہی حسرت تو جناب زینب کو اسوقت یاد آ گئی جب شمر مصحف ناطق کو زیر پا لئے ہوئے شمع امامت کو گل کیا چاہتا تھا اب قریب آ کر کہنے لگیں کہ ای شمر ستمدیہ ظلم نہ کر اور ہمارے والی وارث کو چھوڑ دے جب بہن کو غش آیا تو بھائی نے پانی چھڑک دیا مگر بھائی کو غش میں دیکھکر سکینۂ بہن پانی کی کیا سبیل کرے سر و سینہ پیٹنے لگیں اور بزبان حال شمر سے فرمایا ہ

اے شمر پاس بھائی کے آؤں جو تو کہے | زخموں سے ملتا رہے پھر آؤں جو تو کہے
سینہ کو ابن زہرا سے میں لٹاؤں جو تو کہے | چادر بدن کے نیچے بچھاؤں جو تو کہے

پانی تو یہاں یگانہ زہرا کی جاں کو
آنسو بھر کے بوش میں لاؤں گی بھائی کو

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس واقعہ مباہلہ، مباہلہ میں جانیوالوں کی شان، حسنین اور سیدہ کے مباہلہ میں جانے کی مصلحتیں، مصائب جناب سیدہ، آپکا اور سید الشہدا کا مع شہدائے کربلا میدان حشر میں ورود

قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ؁

ارشاد عز اسمہ ہے کہ ای رسول جو شخص تم سے بعد اسکے کہ تمہارے پاس علم آچکا ہے عیسیٰ کے متعلق حجت کرے تو تم اس سے کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ، ہم اپنی جانوں کو بلاتے ہیں تم اپنی جانوں کو بلاؤ پھر ہم تم مباہلہ کریں اور جو جھوٹا ہو اُسپر خدا کی لعنت قرار دیں۔

تیور بتا رہے ہیں کہ حق و باطل میں فیصلہ کرنیوالی آیت ہے واقعہ مباہلہ کی بابت تفاسیر و تاریخ سنی و شیعہ تفصیل کے بولتے ہیں جنمیں زبان حق خود بخود بول رہی ہے خاص طور پر تفسیر بیضاوی، تاریخ الخلفاء اور مودۃ القربیٰ جیسی اہلسنت کی معتبر و مستند کتابوں کا

ملخص یہ ہے کہ یہ جب آیت نازل ہوئی تو جناب [illegible] نصاریٰ نجران سے مباہلہ کیلئے اس شان سے چلے کہ آگے آگے خود آنحضرت تھے داہنی جانب امام حسن علیہ السلام انگلی پکڑے، بائیں جانب امام حسین علیہ السلام گود میں، آپ کے پیچھے پیچھے سیدۂ عالم اور سیدۂ عالم کے عقب میں علی مرتضیٰ، میں کہتا ہوں کہ رسول کے داہنی جانب حسن اور بائیں جانب حسین تھے یا یوں کہیے کہ داہنے بازو پر جوشن کبیر تھی اور بائیں جانب بازو پر جوشن صغیر اور آنحضرت دونوں کو تعویذ بازوے حق بنائے ہوئے مباہلہ کے لئے جا رہے تھے اور اسیطرح رسول کے بعد سیدہ اور سیدہ کے بعد علی تھے یا یوں سمجھئے کہ آگے آگے رسالت تھی اور پیچھے پیچھے امامت اور رسالت و امامت کی حفاظت میں عصمت جا رہی تھی گویا کہتا ہے کہ اگر سیدۂ عالم نہوتیں تب بھی مباہلہ کامیاب ہو جاتا ہرگز نہیں اگر اسی عصمت کا رسالت سے تعلق نہوتا تو وہ بیکار تھی اور امامت سے واسطہ نہوتا تو وہ لغو تھی لہٰذا پیچھے علی تو اپنے مال و اولاد کو تصرف نبی میں دئے ہوئے اسطرح جا رہے تھے کہ جیسے بالکل بے پروا ہیں اور آیت قرآنی اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (نبی مومنین کے جان و مال و اولاد میں ان کے نفوس سے زائد مستحق تصرف ہے) پر عملی سبق دیتے ہوئے جا رہے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

غرض مفسرین لکھتے ہیں کہ رسول اسوقت اپنے اہلبیت سے کہتے جا رہے تھے کہ جب میں بد دعا کردوں تو تم آمین کہنا اور میں کہتا ہوں کہ امت کو تعلیم دے رہے تھے کہ دیکھو میری طرح تم بھی اپنی دعاؤں میں اہلبیت سے توسل کیا کرو اور جب نبی کی دعا واسطہ اہلبیت کی محتاج ہے تو امت کو بغیر اس واسطے کے قبولیت دعا کی کیا امید ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اسکے بعد مفسرین فریقین لکھتے ہیں کہ جب نصاریٰ نجران نے ان حضرات کو آتے دیکھا تو مرعوب ہو گئے اور نصاریٰ نجران کا پادری کہنے لگا کہ دیکھو میں اسوقت

ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا سے پہاڑ بھی اپنی جگہ چھوڑ سکتا ہے تم اُنسے مب
نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے یہ سنکر نصاریٰ نے آنحضرت سے صلح کرلی اور سالانہ جز
ستو سرخ حلّے اور تیس لوہے کی زرہیں مقرر کیا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر مردوں کے چہروں
اتنے انوار ساطع ہو رہے تھے کہ نصاریٰ مرعوب ہو گئے تو کوئی تعجب نہیں اسلئے کہ ان
چہرے کھلے ہوئے تھے مگر سیدہ کا عفت پاش چہرہ کسقدر روحانیت و نورانیت سے لبریز
کہ نقاب عصمت پڑی ہوئی تھی مگر پھر بھی انوار حقانیت کی ایسی تیز شعاعیں چھن
رہی تھیں کہ اُسکو بھی اُسقف نصاریٰ نے بلا امتیاز امامت کے چہروں کی برابر ہی سمجھ
اور خدا جانے کہ معصومۂ عالم کی ذات والاصفات کو مباہلہ سے کیا مناسبت تھی کہ نقا
عصمت کے اندر روئے مبارک کی آب و تاب صدف کے اندر آب گوہر سے کم نہ تھی اللّٰہ
صَلِّ علیٰ محمّد وآلِ محمّد۔

مباہلہ وہ عظیم الشان واقعہ گزرا ہے جسنے مخالفین کی بنیادوں کو ہلا دیا اسکا فلس
اور اسکی حکمتیں بیان کرنے کے لئے ایک دفتر کثیر اور مدت طویل چاہیے اس واقعہ سے
اہلبیت کے فضائل، دشمنان اہلبیت کے مطاعن و مناقص اور ارتقاء اسلام
اسقدر تعلق ہے کہ زبان میں تاب تقریر نہیں اور مباہلہ اسقدر اسرار و رموز کو مشتمل ہے کہ
حل غیر معمولی وسعت چاہتا ہے۔ میں اسوقت مختصر طور پر چند امور کیطرف اذہان مو
کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ مباہلہ میں ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصحاب رسول کا جو
میں موجود تھے، خوف کا مقام تھا، اسلام و کفر کی لڑائی تھی پھر بہادران اسلام کو چھوڑ کر
جناب رسالتمآب دو بچوں اور ایک عورت کو اپنے ساتھ کیوں لے گئے اسکے جواب میں
یہ کہتا ہوں کہ اگر مباہلہ کا کامل فائدہ حاصل ہوا اور اسلام کا دامن گرد و غبار سے صاف ہوا
اسکا سبب یہی تینوں ہستیاں تھیں دشمنان ایمان کا وہ زہریلا اعتراض جسکو مخالفین بڑی
شد و مد سے وارد کرتے ہیں اور جسکے بارے اگر یہ تینوں حضرات نہوتے تو اسلام کی گردن قیامت

تک کے لیئے جھک گئی تھی یعنی یہ کہنا کہ "اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے" اگر وقع ہوا تو انہیں کے سبب سے ہوا۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرد اور پھر مرد بھی بالغ مرد جہاد کے مکلف ہیں اور انہیں پر جہاد واجب ہے اگر رسول اپنے ساتھ قابل جہاد مردوں کو لیجاتے تو نصاریٰ بھی یہی سمجھتے اور آج تک بھی زبان زد خلائق یہی بات رہتی کہ پیغمبر اسلام کے پاس تھا ہی کیا سوائے لشکر اور تلوار کے مگر سب جانتے ہیں کہ بچوں اور عورتوں پر سے جہاد ساقط ہے انکو دیکھکر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ رسول جہاد کے لیئے آئے ہیں اسلیئے رسول نے حسنین اور سیدہ کو تجویز کیا اور یہ دکھاتے ہوئے چلے کہ دنیا والو دیکھو اسلام کو لشکر کشی اور تلوار سے کوئی واسطہ نہیں ورنہ میں لشکر بھی اپنے ساتھ لا سکتا تھا لیکن تلوار چلانا میرا مطمح نظر ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ بچوں اور عورتوں کو لایا ہوں جنپر سے جہاد ساقط ہے لہذا اسلام اور اسلام والوں کو حسنین اور سیدہ کا ممنون احسان ہونا چاہیئے کہ انہوں نے ایک زبردست بار کو ان کے سر سے ہٹا دیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اسکے علاوہ رسول معلم اسلام و اخلاق تھے زمانہ کو یہ سبق دے رہے تھے کہ اگر کسی کو کہیں اپنا حق ثابت کرنا ہو اور اپنی حقیت کے زور میں کسی سے بیعت لینا ہو تو اسکو چاہیئے کہ ہماری طرح خالی ہاتھ جائے اور ساتھ لیجائے تو ایسے بچوں اور عورتوں کو جنکی زبان میں اثر ہو اور جن کی روحانیت و نورانیت چہروں سے نمایاں ہو رہی تاکہ دوسرے دیکھتے ہی مرعوب ہو کر اپنے ہتھیار چھوڑ دیں اور بیعت کر لیں ایسے تیغ بکف مردوں کو ساتھ نہ لیجاؤ کہ جو مقابل والوں کو دھمکیاں دیں دروازہ پر آگ اور لکڑیاں جمع کر کے کہیں کہ اگر بیعت کرنا ہو تو کرو ورنہ گھر میں آگ لگادی جائیگی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

سب سے بڑی مصلحت حسنین و سیدہ کو مباہلہ کے واسطے لیجانے میں یہ تھی کہ بزرگ عالم پر ان حضرات کی عصمت و صداقت کا سکہ جمانا چاہتے تھے اور یہ دکھانا منظور تھا کہ آج سیدہ کی زبان اس قابل ہے کہ وہ خدا کی الوہیت کو ثابت کرے اور میں اسیواسطے

اسکو اپنے ساتھ لیئے جا رہا ہوں ایسا نہو کہ کل سیدہ تمہارے یہاں کوئی استغاثہ کرے اور دریئے مطالبہ ہو تو تم اسکی تکذیب کر کے گواہ طلب کرو اور حسنین کی بھی وہی ہستیاں ہیں کہ آج خدا کی خدائی ثابت کرنے کے لیئے جا رہی ہیں درحالیکہ کمسن ہیں کل ان پر نابالغیت کا عذر قائم کر کے انکی گواہی کو رد نہ کر دینا۔

محبان اہلبیت کا یہ معمول ہے کہ جب کوئی بلا آتی ہے تو حفاظت جان و مال کیلیئے حسین کی مجلس کرتے ہیں کوئی خواب بد دیکھتے ہیں تو ذکر حسین سے اسکی تعبیر بد کو دفع کیا جاتا ہے وبا پھیلتی ہے تو مجلسیں برپا کیجاتی ہیں، علم اُٹھائے جاتے ہیں یعنی تمام اہلبیت میں حسین ہی کی ذات کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ مصیبت کے وقت یاد کیا جاتا ہے آخر یہ کسکی تعلیم اور کسکا دیا ہوا سبق ہے غالبًا میرا یہ کہنا بالکل حق بجانب ہوگا کہ یہ سب قولًا و فعلًا رسول کا اتباع ہے کہ خود آنحضرت نے مباہلہ میں جاتے وقت ردّ بلا کے لئے تمام اہلبیت سے حسین کو یوں ممتاز کر دیا تھا کہ علی و فاطمہ و حسن تو پیدل جا رہے تھے مگر حسین کو گود میں اُٹھا لیا تھا اور ہم کو سبق دیگئے تھے کہ مصیبت و بلا کے وقت حسین کے دامن کے ساتھ تمسک کرنا جیسے میں نے حسین کو معہ انکے دامن کے اُٹھا کر گود میں رکھ لیا ہے ابھی عقدہ نہیں کھلا کہ سیدہ اور حسین کی شان اسقدر بلند و بالا کیوں تھی شاید یہ وجہ ہو کہ سیدہ کی پیشانی میں ایک ہی نور نہ تھا جو نبوت کا ٹکڑا تھا بلکہ یہ جبین مبارک گیارہ ائمہ کے انوار مقدسہ کی منزل بھی اور حسین کے دامن میں صرف ایک حسین ہی کی تصویر روحانیت نہ تھی بلکہ نو ائمہ کے اشباح نور کے ساتھ بہتر شہیدوں کے خونی مرقع کی گلکاریاں بھی تھیں اسلیئے رسول نے حسین کو گود میں لیکر عملی صورت سے تبلایا کہ اس دامن سے اسطرح تمسک کیا کرو یہی وجہ تو ہے کہ مجلس میں کسی شہید کا ذکر کیجیئے مگر وہ مجلس حسین ہی کہلاتی ہے۔ لیکن ان تعلیمات کا امت نے کیا عملدرآمد کیا اسکو نہ پوچھیئے رسول پر مرض الموت کا غلبہ ہوا تھا امت نے اپنی نااہلی کا ثبوت دینا شروع کر دیا اُسیوقت ایک گروہ نے حسبنا کتاب اللہ

کہکر رسول کے دل پر نہیں نہیں بلکہ صداقت و اطاعت و تہذیب کے دل پر ایک ناسور پیدا کر دیا جو تا صبح قیامت رستا رہے گا رسول کی آنکھ بند ہوئی ابھی صبح کی تمام نہیں ہوئی کفن رسول میلا نہیں ہوا کہ دنیا سیدۂ عالم کے لئے تنگ و تاریک ہو گئی زمانہ برگشتہ ہو گیا، ظلم و ستم کی آندھیاں چلنے لگیں، ایمان کشی کے طوفان آنے لگے، حق پوشی کی بجلیاں گرنے لگیں، امت نے انہدام باب کے ساتھ محسن کشی اختیار کی، باب مدینۃ العلم کے گلے میں رسی ڈالکر کھینچا، مدینہ نبی کی دیواروں میں ٹکرا کر سیدہ کے نالہائے شب گیر ان الفاظ میں فضائے مظلومیت کے اندر گونجنے لگی ۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا　　صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

یعنی اے بابا مجھپر وہ مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر وہ دنوں پر پڑتیں تو مثل شبہائے تاریک ہو جاتے۔ آہ مومنین سیدہ عالم کی مصیبتیں وہ مصیبتیں تھیں جو آپ کی زندگی ہی میں تمام نہیں ہو گئیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اشقیا روح بتول کو تڑپاتے رہے زندگی میں تو سیدہ مدینہ کی حدود بلکہ بیت الحزن کی چار دیواری ہی میں گریہ و بکا کیا کرتی تھیں مگر مرنے کے بعد تو کبھی مدینہ سے کربلا تک حسین آوارہ وطن کے ساتھ ساتھ روتی پیٹتی آئیں کبھی کربلا میں علی اکبر کی لاش پر روئیں، کبھی عباس کی لاش پر نوحہ کیا، کبھی دم آخر حسین کے سر کو گود میں لیکر سینہ زنی کی کبھی رانڈوں کے لٹے ہوئے قافلہ کے ساتھ باسر عریاں ماتم کرتی ہوئی گئیں۔ الحاصل اس معصومہ نے ایسے ایسے داغ اٹھائے کہ نہ زندگی بھر بھولیں اور نہ قیامت تک بھولینگی۔ چنانچہ مودۃ القربیٰ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ سے منقول ہے کہ جب میری بیٹی فاطمہ زہرا عرصۂ محشر میں آئیگی تو ایک منادی ندا کریگا کہ اہل محشر اپنی آنکھوں کو بند کر لیں تاکہ فاطمہ دختر رسول خدا گذر جائیں۔ بنا بر روایت خلاصۃ المصائب ایک شخص نے معصوم سے پوچھا کہ یا حضرت مردوں کا آنکھیں بند کرنا تو بجا ہے مگر عورتوں کے آنکھیں بند کرنے کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ وہ مظلومہ اس شان سے تشریف لائینگی کہ کسی کو دیکھنے کی تاب نہ ہوگی ایک ہاتھ پر دندان شکستۂ رسول خدا، دوش راست پر پیراہن زہر آلودہ حسن مجتبیٰ

دوش چیب پر جامہ خون آلودہ سید الشہدا سر پر عمامہ پرخون علی مرتضیٰ اور گود میں محسن کی لاش ہوگی، اسقدر گریہ وزاری کرتی ہونگیں کہ تمام ملائکہ و انبیا ومرسلین شور گریہ بلند کرینگے پایہ عرش پکڑ کر عرض کرینگی کہ خداوندا میرے اور قاتلان حسین کے مابین انصاف فرما۔ ای داد محشر اشقیائے میرے پدر بزرگوار کے دندان مبارک شہید کیے، میرے گھر میں دروازہ توڑ کر گھس آئے، میرے پہلو کو مجروح کیا، محسن کو شہید کیا، ابن عم رسول کے سر پر تلوار لگائی حسن کو زہر دیا اور حسین کو تشنہ و گرسنہ مثل گوسفند بجانب قفا سے شہید کیا یہ فریاد سنکر اہل محشر میں شور گریہ بلند ہوگا، دریائے غضب الٰہی جوش میں آئیگا جبرئیل خدمت رسول میں عرض کرینگے کہ یا رسول اللہ آپ کی بیٹی اس حال سے محشر میں آتی ہے قریب ہے کہ آپ کی امت ہلاک ہو جائے جلد خبر لیجئے، رسول خدا بیتابانہ ممبر سے اوترینگے اور سیدۂ عالم سے کہیں گے کہ ای نور نظر ای پارۂ جگر یہ فریاد کا وقت نہیں ہے بلکہ فریاد اسی کا وقت ہے یہ عالم محل ہے کہ قہر خدا کو جوش میں لانے کا عرض کرینگی کہ بابا سینۂ حسین اور زانوئے شمر کو نکر بھول جاؤں۔

پروردگار عالم فرمائیگا کہ ای فاطمہ ٹھیرو کہ میں حسین کا منتظر ہوں ناگاہ سید الشہدا مع شہدائے کربلا تشریف لائینگے تمام بدن ٹکڑے ٹکڑے ہوگا ایک جانب عباس شانے کٹائے ایک سمت علی اکبر سناں کھائے، ایکطرف باقی شہدا خون میں نہائے، آپ لاش علی اصغر کو گود میں لئے ہوئے عرض کرینگے کہ خدایا ان لوگوں کے حق میں میری شفاعت قبول فرما جو میری مصیبت پر روئے ہیں آہ آہ اپنے فرزند کا یہ حال دیکھکر جناب سیدہ ایک چیخ مارینگی تمام ملائکہ آپکے ساتھ گریہ و بکا کرینگے حکم قہار و غفار ہوگا کہ دشمن اہلبیت داخل نار ہوں اور محبان اہلبیت داخل جنت الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

مجلس شرح حدیث ثقلین، سوادہ کا جناب رسولخدا سے قصاص طلب کرنا، جناب سیدہ اور حسنین کی آپ سے آخری رخصت، جبرئیل کا وقت وفات آنحضرت صلعم کا فوراً آنا

وفات جناب رسالتمآب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رُوِیَ اَنَّہٗ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلَ اللّٰہِ الْمَرَضَ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ عَرَجَ عَلَی الْمِنْبَرِ وَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ...... فَقَالَ یَا مَعْشَرَ النَّاسِ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ وَاَھْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ وَاِنَّہُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ روایت میں وارد ہے کہ جب جناب رسالتمآب صلعم کو مرض الموت لاحق ہوا تو آپ ممبر پر تشریف لیگئے اور خدا کی حمد وثنا کی اور فرمایا کہ ای گروہ مردم میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑتا ہوں ایک کتاب خدا جو ایک رسی ہے کہ آسمان سے زمین تک دراز ہے۔ دوسرے میرے اہلبیت اگر تم ان سے تمسک کئے رہوگے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ بھی ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں۔

یہ حدیث ایسی حدیث ہے جسکو تقریباً دو سو علماء اہلسنت نے اپنی اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے اور کسی نے اسکی تضعیف نہیں کی بلکہ نقلی حیثیت کے علاوہ عقلاً بھی یہ حدیث اپنے لئے وجوہ و دلائل رکھتی ہے چونکہ دین اسلام کو آنحضرت نے بڑی محنت اور تکالیف شاقہ اٹھا کر رونق دی تھی اسوجہ سے عقلاً ناممکن تھا کہ آپ اسکو بغیر راہبر چھوڑ جاتے اس تکلیف عقلی کی تکمیل کے لئے مرتے وقت رسول کے قلب میں درد اسلام اٹھا اور ارشاد فرمایا اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَی

الْاَرْضِ وَاَهْلَ بَيْتِيْ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

کاش مسلمان رسول کے کلام کو خدا کی آواز سمجھتے اسکو ہذیان نہ بتاتے اور رسول کے آخری لمحہ کی تبلیغ کو ایک کارآمد پیش بندی خیال کرتے مگر نبی اسلام کی جو اہم ترین وصیت بآواز بلند عالم میں حذف سمجھی گئی اور بخاری جیسی مستند کتاب جسکو بعد کلام الباری کا مرتبہ دیا جاتا ہے باواز بلند شہادت دے رہی ہے کہ اس وصیت کو لوگوں نے اپنے لئے زہر سمجھا فی البخاری عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَضَرَ النَّبِيَّ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيْهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ قَالَ عُمَرُ اِنَّ النَّبِيَّ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغْطَ وَالْاِخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ قَالَ قُوْمُوْا عَنِّيْ (الی آخر الحدیث) یعنی بخاری میں ابن عباس سے منقول ہے کہ وقت آخر آنحضرت کے پاس کچھ لوگ آئے جنمیں حضرت عمر بھی تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ لاؤ میں تمہیں ایک ایسا کاغذ لکھدوں جسکی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہو حضرت عمر بولے کہ رسول پر درد کی شدت ہے تم لوگوں کے پاس خدا کی کتاب موجود ہے ہمیں وہی کافی ہے جتنے مونہہ تھے اتنی ہی زبانیں ہوگئیں جھگڑا ہونے لگا کسی نے کہا کہ دوات قلم دے کیوں نہیں دیتے کوئی حضرت عمر کا ہمزبان ہوگیا یہ شور و شغب دیکھکر رسول نے فرمایا کہ میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ اب مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اَلْبَادِيْ اَظْلَمُ جو فعل بد کی ابتدا کرتا ہے اسکا مظلمہ سنگین ہوتا ہے خانہ رسول کی بحرمتی کے بانی یہی لوگ تھے اگر آج رسول کے گھر میں اس بے تہذیبی کا تخم نہ بوتے تو کربلا میں بھی رسول زادیوں کے خیمہ کا احترام ہوتا انہیں کا برپا کیا ہوا فتنہ تھا جسکے شعلے جلتے ہوئے خیموں سے نکل رہے تھے اور نبی زادیوں کی یہ حالت تھی کہ ایک دوسرے کے پیچھے چھپتی تھیں ایک خیمہ جلنے لگا

تو دوسرے خیمہ میں چلی گئیں دوسرا خیمہ جلنا شروع ہوا تو تیسرے خیمہ میں پہنچیں آخرکار خیمے ختم ہوگئے سہ

وَاِنْ نَبَاتُهَا فِی الْکَرْبَلَاءِ　　خَرَجْنَ مِنَ الْخِیَامِ بِلَا رِدَاءٍ

رسول کے زمانے میں لوگوں کا بویا ہوا شجر فتنہ و فساد اب بری طرح پھل پھول رہا تھا اور فاطمہ کی بیٹیاں خیموں سے نکلکر بے مقنعہ و چادر سراسیمہ و حیران پھر رہی تھیں۔

بہرطور اس روایت سے حدیث ثقلین کا ربط ظاہر ہے جب لوگوں نے رسول کو مجبور سمجھکر دوات قلم نہ دیا تو آپ نے زبانی فرمایا اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ وَاَهْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ کتنی بھی تاویلیں تراشی جائیں مگر یہ ظاہر ہے کہ ہر گمراہ فرد کے عقیدے کا خون اس کی گردن پر ہے جس نے دوات قلم نہ خود دیا اور نہ دوسروں کو دینے دیا۔ چنانچہ وہ ہدایت نامہ نہ لکھا گیا جس کے لئے رسول یقینی طور پر فرما رہے تھے کہ اس پر عمل کرکے تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے یعنی جس نے رسول کے زبانی ارشاد پر عمل کیا وہ تو ہدایت یافتہ ہوگیا اور جس نے تحریر نہ ہونے کے پردے میں تقریر سے انحراف کیا وہ گمراہ ہوگیا۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ جس نے ثقلین سے تمسک رکھا وہ آخرت میں بھی ثقلین کے ساتھ ہوگا اور جس نے انکا دامن چھوڑ دیا اسکو وہاں بھی یہ دامن نصیب نہ ہوگا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اس حدیث میں یہ عجیب و غریب نکتہ ہے کہ اس سے وجود حضرت حجت ثابت ہوتا ہے فرماتے ہیں لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہانتک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے اب یا تو مخالفین حضرت حجت یہ کہیں کہ رسول نے جو کچھ کہا تھا وہ لغو تھا (معاذ اللہ) یا قرآن کے ساتھ ساتھ افراد اہلبیت میں سے کسی ایسی فرد کا وجود مانیں جس سے قول رسول صحیح ثابت ہو جائے کہ وہ دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے اور ایسی فرد سوائے حضرت حجت امامت کے کوئی نہیں

نیز چونکہ آنحضرتؐ فرما چکے ہیں کہ اگر تم ان دونوں کا دامن پکڑے رہو گے تو ہرگز ہلاک نہ ہو گے (ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے) لہذا جو فرقہ قرآن کے ساتھ حضرت حجت کا وجود مانتا ہے وہ دامن اہلبیت سے متمسک اور ناجی ہے اور جو کتاب خدا پر اکتفا کرکے امام عصر سے منحرف ہے وہ وصیت رسولؐ کے خلاف عمل پیرا اور ناری ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

ایسا مہربان اور امت کا ہوا خواہ نبی اور اسکو مرتے وقت اسطرح ستانا پناہ بخدا بس خدا ہی جانتا ہے کہ آخری وقت میں رسول کو بےچین کرنے والوں کا ٹھکانا کہاں ہو گا اسوقت مجھے یہ خیال آرہا ہے کہ رسول کے ساتھ اس دل آزار طرز عمل کیوقت رسول کی لاڈلی بیٹی سیدہ کی کیا حالت ہوگی، سرہانے موت، دم واپسیں، مرض کی شدت اور اُسپر اسقدر ظلم کرنا کہ رسول جیسا خلیق قُوْمُوْا عَنِّیْ کہنے پر مجبور ہو گیا پھر عورتوں کا دل تو نہایت ہی نرم ہوتا ہے سیدہ عالم کی کیا کیفیت ہوئی ہو گی جو رسول کی ادنیٰ تکلیف پر تڑپ جاتی تھیں چنانچہ امت کو دو گرانقدر چیزوں کی سپرد کرنے کے بعد جب آپنے یہ فرمایا کہ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں لہذا جس شخص کا میرے ذمہ کوئی حق یا قصاص ہو وہ آکر لیلے اور آخرت پر نہ رکھے تو سوادہ بن قیس کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ یا حضرت جسوقت آپ طائف سے تشریف لارہے تھے اور میں استقبال کو گیا تھا اسوقت آپ کے دست اقدس میں تازیانہ ممشوق تھا جو آپنے ناقہ کے مارنا چاہا مگر وہ میرے بطن پر پڑا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایسا عمداً ہوا یا بلاقصد حضرت نے فرمایا مَعَاذَ اللّٰہِ یَا سَوَادَۃ ای سوادہ معاذ اللہ یہ کب ہو سکتا تھا کہ میں تجھے بےگناہ تازیانہ لگا پھر بلال کو حکم دیا کہ جاؤ سیدہ سے تازیانہ ممشوق لے آؤ تاکہ سوادہ پر اتمام حجت ہو جائے سوادہ نے باب سیدہ عالم پر جاکر حکم رسول عرض کیا آپنے پوچھا کہ ای سوادہ یہ وقت تو سواری کا نہیں حضرت نے تازیانہ کس لئے منگایا ہے بلال عرض کرنے لگے کہ ای شاہزادی حضرت نے ممبر پر تشریف لیجا کر فرمایا تھا کہ میں اب تم سے رخصت ہوتا ہوں لہذا جسکا مجھپر کوئی حق یا قصاص ہو وہ لیلے سوادہ آنحضرت سے قصاص طلب کرتا ہے اسلئے آنحضرت تازیانہ مانگتے ہیں

باپ کی خدائی بیٹی نے ایک آہ کی اور فرمایا کہ ای بلال سوادہ کو میرا پیام دینا کہ ای سوادہ تو دیکھتا ہے کہ رسول خدا کا شدت مرض سے کیا حال ہے میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ میرے باپ سے قصاص نہ لے اسلئے کہ آنحضرت اسکے متحمل نہو سکینگے بلال تازیانہ لیکر روانہ ہوئے اور ان کے جاتے ہی حسنین داخل دولتسرا ہوئے ماں کو روتا دیکھکر سبب گریہ پوچھا جناب سیدہ نے فرمایا کہ ای نور چشمو! سوادہ اس حالت مرض میں حضرت سے قصاص چاہتا ہے ابھی بلال تازیانہ مشتاق لیگئے ہیں تم جاکر سوادہ سے کہو کہ ہمارے نانا نہایت ضعیف و ناتوان ہیں لہذا تو قصاص سے درگزر کر اور اگر وہ نہ مانے تو تم دونوں نانا کی عوض تازیانے کھاؤ اور نانا کو اذیت قصاص سے بچالو۔ یہ سنا تھا کہ صاحبزادے مسجد کی طرف روتے ہوئے چلے جب داخل مسجد ہوئے اور جناب رسالتمآب نے بچوں کا یہ حال دیکھا تو گود میں اٹھاکر سینہ سے لگایا پیار کیا آنسو پونچھے اور سبب گریہ دریافت کیا صاحبزادے عرض کرنیلگے کہ نانا جان سنا ہے کہ سوادہ اس عالم میں آپسے طالب قصاص ہے ہم اسلئے آئے ہیں کہ وہ آپ کی جگہ ہمارے تازیانہ لگائے بلکہ ایک کی عوض سو تازیانے مارے مگر آپکو تکلیف نہ دے فرمایا کہ بچو اس معاملہ میں ایک شخص دوسرے کے بدلہ ایذا نہیں اٹھا سکتا پھر سوادہ سے فرمایا کہ اٹھو اور اپنا قصاص لے اُسنے کہا کہ یا حضرت آپ کا تازیانہ میرے برہنہ جسم پر پڑا تھا لہذا آپ بھی اپنا لباس ہٹالیں یہ سنتے ہی حضرت نے پیراہن اقدس اٹھایا اسوقت مسجد میں یہ عالم تھا کہ تمام حضار باواز بلند رو رہے تھے حسنین ایک جانب تڑپ رہے تھے جونہیں سوادہ نے جسم اقدس برہنہ دیکھا اپنا منہ شکم مبارک پر رکھدیا اور درگاہ باری میں عرض کرنے لگا کہ بار الہا اس بطن اقدس کی برکت سے مجھے آتش جہنم سے محفوظ رکھنا جب حضرت نے دیکھا کہ سوادہ منہ نہیں اٹھاتا تو فرمایا کہ ای سوادہ تجھے قصاص لینا ہے یا نہیں عرض کیا کہ مولا مجھے قصاص منظور نہیں آپ نے درگاہ باری میں عرض کیا کہ خداوندا جسطرح سوادہ نے قصاص سے درگزر کیا اسیطرح تو بھی اسکے گناہوں سے درگزر فرما۔

چاہتا ہوں کہ اس مجلس میں حالات سرور کائنات ختم کردوں اور اسی لیے میں نے آپ حضرات کو یہاں تک زحمت دی۔ صاحب بحار الانوار نے وقت وفات جناب سالار سیدۂ عالم کا عجب حال لکھا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپکی حالت متغیر ہوئی تو جناب سیدہ روتی ہوئی اپنے باپ کے پاس آئیں دیکھا کہ حضرت پر غش طاری ہے اور کوئی ساعت کے مہمان ہیں سر اقدس کو سینہ سے لگایا اور موہنہ سے موہنہ ملکر بین کرنے لگیں کہ بابا جان ذرا غش سے آنکھیں کھولکر مجھ ناتوان و شیفتہ دیدار سے تو باتیں کیجئے کہ میری جان نکلی جاتی ہے ناگاہ آنحضرت کو غش سے افاقہ ہوا آنکھیں کھولیں تو فاطمہ کا عجب حال نظر آیا اپنی پارۂ جگر کی بیقراری دیکھکر خود بھی بہت بیقرار ہوئے اور اشارہ کیا کہ اے سیدہ میرے سینہ سے لگ جاؤ جناب سیدہ سینہ سے لپٹ گئیں اسوقت آپنے اپنی نور چشم کو عبا میں لے لیا اور دیر تک باہم کچھ باتیں ہوتی رہیں اسکے بعد فاطمہ زہرا نے سینۂ اقدس سے سر اٹھایا آنحضرت نے امر بصبر فرمایا اور حسنین کو رخصت کے لئے بلوایا صاحبزادے آئے آپ نے ہاتھ پھیلاکر اپنے دل کے ٹکڑوں کو سینہ سے لگالیا ہر ایک کی بو سونگھنے لگے اسقدر گریہ طاری ہوا کہ غش کر گئے حسنین نے بھی باواز بلند رونا شروع کیا امیر المومنین نے بہ خیال اذیت صاحبزادوں کو سینہ سے جدا کرنا چاہا دفعۃً حضرت نے آنکھیں کھولدیں اور فرمایا اے علی ابھی حسنین کو میرے سینہ سے جدا نکرو تاکہ میں انہیں خوب پیار کرلوں کہ یہ میرا آخری وقت ہے میرے بعد یہ کسکے سینہ سے لپٹینگے۔

اسی اثنا میں جبرئیل آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ هٰذا كافورٌ من الجنّة تقسمه حصّة لحنوطك ثم فتقسمه على بنيك اے نبی خدا یہ کافور جنت ہے اپنے حنوط کے لیے اسمیں سے لیکر باقی اپنے اہلبیت پر تقسیم فرمادیجے حضرت نے اس کافور کے چار حصے کئے ایک حصہ اپنے لیے اور تین حصے علی مرتضیٰ، فاطمہ زہرا، حسن مجتبیٰ کے لئے۔

راوی کہتا ہے کہ اس وقت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام نے بحسرت و یاس اپنے نانا

کی طرف دیکھا اور رو کر عرض کیا کہ نانا جان تعجب ہے کہ آپ نے اس کافور سے مجھ
میرے سب کو مرحمت کیا آیا میں اسکی لایق نہ تھا جب آپ نے اپنے فرزند مظلوم سے
یہ کلام جگر خراش سنا تاب ضبط نہ لاسکے اور بے اختیار حسین کو اپنے گلے سے لگا کر لب
دنداں کے بوسے لینے لگے جب امام غریب نے بہت اصرار کیا تو آپ رونے لگے اور فرمایا کہ
ای فرزند تو وہ مظلوم ہے کہ میرے بعد ایکروز زمین کربلا پر یکہ و تنہا غریب الوطن شدت تشنگی
میں مثل گوسفند قربانی پس گردن سے ذبح کیا جائیگا اور تیری لاش بے غسل و کفن و بے حنوط کئی
روز تک ریگ گرم پر پڑی رہیگی اسلئے تجھکو حاجت کافور نہیں بلکہ تیرا غسل خون اور
حنوط خاک کربلا سے ہوگا۔

جلاء العیون میں ہے کہ جناب سیدہ جناب رسالتمآب کا غیر حال دیکھکر بہت مغموم
اور پریشان تھیں ناگاہ کسی نے دروازے پر آواز دی کہ میں رسول سے ملنا چاہتا ہوں
جناب سیدہ نے فرمایا کہ ای شخص یہ وقت ملاقات کا نہیں ہے اسلئے کہ رسول شدت مرض
سے غشی میں ہیں وہ شخص یہ سنکر چپ ہوگیا تھوڑی دیر میں پھر آواز دی ادھر سے وہی جواب
دیا گیا تیسری مرتبہ اُسنے پھر پکارا مگر اس مرتبہ اسکی آواز اسقدر مہیب تھی کہ جناب سیدہ
خوفزدہ کانپنے لگیں رسول غش سے بیدار ہوئے دیکھا کہ معصومہ کا جسم کانپ رہا ہے
سبب خوف دریافت کیا عرض کیا کہ بابا جان ایک شخص اذن حضوری چاہتا ہے میں جسقدر
کہتی ہوں کہ اسوقت حضرت غش میں ہیں مگر وہ نہیں جاتا فرمایا کہ ای پارۂ جگر تم اسے منع نہ
کرو اور اندر آنے کی اجازت دو بیٹی یہ بچوں کو یتیم کرنیوالا اور عورتوں کو بیوہ بنانیوالا ملک
الموت ہے یہ تمہارے ہی دروازے کو مرتبہ حاصل ہے کہ ملک الموت بھی بغیر اذن نہیں آسکتا
غرض حضرت نے ملک الموت کو اجازت دی ملک الموت آئے بعد تسلیم عرض کیا کہ یا
حضرت خداوند عالم بعد تحفۂ درود و سلام ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم ہم سے ملنے کے متمنی اور
موت پر آمادہ ہو تو روح قبض کیجائے ورنہ دنیا میں جبتک چاہو رہو ہمیں تمہاری خوشی منظور ہے

حضرت نے فرمایا کہ اے ملک الموت اتنی دیر ٹھیرو کہ جبرئیل آجائیں ملک الموت ٹھہر گئے جبرئیل آئے پیام خداوند عالم عرض کیا اگر نبی مرسل ہو یا ملک مقرب اولیا ہوں یا اتقیا موت سب کے لیئے ضروری ہے تھوڑی دیر نہ گزری تھی جبرئیل و میکائیل نے آواز دا محمدا المبندی رخسارۂ مبارک رسول دست علی مرتضیٰ میں تھا کہ روح جانب جنت پرواز کر گئی آہ مومنین کیسی غنیمت وقت تھا کہ رسول کا رخسارہ تھا اور علی کا ہاتھ روح سیدہ عالم کو حسین کی غربت و تنہائی پر پرسا دیجئے کہ یہاں زیر رخسارہ حسین بجز خاک گرم کربلا کچھ نہ تھا چنانچہ زیارت ناحیہ میں حضرت حجت فرماتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَى الْخَدِّ التَّرِيْبِ سلام ہو اس رخسار پر جو خاک و خون میں آلودہ ہو اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ۱۱ نور جناب سیدہ ولادت جناب سیدہ، حدیث نبوی معصومہ، احادیث مودۃ القربیٰ درشان آں معظمہ، وجہ تسمیہ زہراؑ جراحات مظلوم کربلا مع شہادت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فِیْ مَوَدَّۃِ الْقُرْبٰی عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَحَوَّآءَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ كَانَ يَفْتَخِرَانِ فِی الْجَنَّۃِ فَقَالَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا اَحْسَنَ مِنَّا فَبَيْنَهُمَا كَذٰلِكَ اِذْ رَاَیَا صُوْرَۃَ جَارِيَۃٍ لَهَا نُوْرٌ شَعْشَعَانِیٌّ يَكَادُ ضَوْئُهٗ يُطْفِئُ الْاَبْصَارَ عَلٰی رَاْسِهَا تَاجٌ وَفِیْ اُذُنَيْهَا قُرْطَانِ قَالَا وَمَا هٰذِهِ الْجَارِيَۃُ قَالَ هٰذِهٖ صُوْرَۃُ فَاطِمَۃَ سَيِّدَۃِ وُلْدِكَ قَالَا وَمَا هٰذَا التَّاجُ عَلٰی رَاْسِهَا قَالَ هٰذَا بَعْلُهَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَا وَمَا الْقُرْطَانِ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ

اِبْنَاهُمَا وُجِدَ ذٰلِكَ فِیْ غَامِضِ عِلْمِیْ قَبْلَ اَنْ اَخْلُقَكَ بِاَلْفَیْ عَامٍ ۔ گزشتہ مجالس
میں کتاب مودۃ القربیٰ کا تعارف کرایا جا چکا ہے یہ اہلسنت کی مستند ترین کتاب ہے
اسی میں بروایت ابن عباس جناب رسالتمآب کی حدیث مرقوم ہے کہ جب خداوند عالم
نے آدم و حوا کو پیدا کیا تو وہ دونوں جنت میں فخر کرنے لگے اور کہا کہ خداوند عالم نے ہم سے
بہتر کوئی مخلوق پیدا نہیں کی اسی خودستائی میں تھے کہ دفعتاً ایک لڑکی نظر آئی جسکے
نور سے آنکھیں خیرہ کرتی تھیں اسکے سر پر ایک تاج اور کانوں میں دو گوشوارے تھے متعجبانہ
کہنے لگے خداوندا یہ لڑکی کون ہے آواز آئی کہ یہ فاطمہ بنت محمد کی صورت ہے پوچھا
اسکے سر پر تاج کیسا ہے ارشاد ہوا کہ یہ اسکا شوہر علی بن ابیطالب ہے کہا یہ دونوں گوشوارے
کیسے ہیں ندا آئی کہ یہ ان دونوں کے فرزند حسن و حسین ہیں اے آدم و حوا یہ میرے علم میں تم سے
دو ہزار سال قبل پیدا ہوئے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

بنابر روایت امام جعفر صادق علیہ السلام لوگوں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وآلہ سے دریافت کیا کہ یا حضرت قبل پیدائش جناب آدم نور فاطمہ کہاں تھا اور اسکی
غذا کیا تھی فرمایا کہ ایک شیشہ میں ساق عرش کے نیچے تھا اور اسکی غذا تسبیح و تقدیس و تہلیل
باری تعالیٰ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

راوی نے امام جعفر صادق جناب معصومہ کی کیفیت ولادت پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ
زنان مکہ جناب خدیجہ سے زوجیت رسول میں آجانے کی وجہ سے بہت عداوت رکھتی تھیں
یہاں تک کہ سلام و کلام بھی ترک ہو گیا تھا آپ تنہائی کی وجہ سے بہت گھبراتی تھیں
جب سیدۂ عالم سے حاملہ ہوئیں تو آپ اپنی مادر گرامی سے شکم میں باتیں کیا کرتی تھیں صبر
و تسلی دیتی تھیں ایکروز جناب رسولخدا داخل بیت الشرف ہوئے تو دیکھا کہ جناب خدیجہ
تنہائی میں کسی سے باتیں کر رہی ہیں پوچھا کہ تم کس سے باتیں کر رہی ہو عرض کیا کہ یہ فرزند جو
میرے شکم میں ہے مجھ سے باتیں کرتا ہے فرمایا یہ دختر ہے اس سے میری نسل چلیگی

اور ائمہ پیدا ہونگے جب آپ کو دردِ زہ عارض ہوا تو تنہائی کے سبب سے بہت پریشان تھیں ناگاہ چار عورتیں آئیں جناب خدیجہ پر خوف طاری ہوا انہوں نے کہا کہ اے خدیجہ تم ہم سے خوف نہ کرو ہم کو خدا نے تمہاری خدمت کے لئے بھیجا ہے یہ چار عورتیں حضرت سارا زوجہ جناب ابراہیم، حضرت آسیہ، جناب مریم اور خواہر حضرت موسیٰ تھیں یہ سب ضروری خدمت بجالائیں اور جناب سیدہ پیدا ہوئیں تو اس شان سے کہ نہایت پاک و پاکیزہ جبین اقدس سے نور ساطع جس سے مکہ کے در و دیوار روشن ہوگئے حوروں نے آپ کو آبِ کوثر سے غسل دیا جب غسل کے بعد جامہ جنت میں لپیٹا تو بزبان فصیح فرمایا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ اَبِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ سَیِّدُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنَّ بَعْلِیْ عَلِیٌّ سَیِّدُ الْاَوْلِیَاءِ وَوُلْدِیْ سَادَةُ الْاَسْبَاطِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

آپ کی ولادت پر حوریں مسرور ہوئیں، ملائک نے باہم مبارکبادیاں دیں، آسمان پر نور ساطع ہوا اور کیوں نہ ہوتا نور خدا کا ٹکڑا تھیں، نور خدا کی پارۂ جگر تھیں، نور خدا کی ہمسر تھیں، انوار الٰہیہ کا معدن تھیں، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

بنا بر روایت شہر آشوب اسماء مبارکہ فاطمہ۔ بتول۔ حصان۔ حرہ۔ سیدہ۔ عذرا۔ زہرا حورا۔ مبارکہ۔ طاہرہ۔ زکیہ۔ رضیہ۔ راضیہ۔ محدثہ۔ مریم کبریٰ۔ صدیقہ کبریٰ۔ اور کنیات ام الحسن۔ ام الحسین۔ ام المحسن۔ ام الائمہ اور ام ابیہا ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون میں بروایت امام زین العابدین علیہ السلام تحریر فرمایا ہے کہ جناب سیدہ ایک دن میں اس قدر بڑھتی تھیں جتنا عام بچے ایک ہفتہ میں بڑھتے ہیں، ایک ہفتہ میں ایک ماہ کی برابر اور ایک ماہ میں ایک سال کی مثل بڑھتی تھیں یہ حدیث نموئے سیدہ مشہور ہے جو بحث طلب ہے شبہ یہ ہوتا ہے کہ جب ایک دن کا نمو ایک ہفتہ کی برابر تھا تو ایک ہفتہ کا نمو ایک ماہ انتیس دن کی برابر ہونا چاہئے حالانکہ روایت میں ایک ہفتہ کا نمو ایک ماہ کی برابر وارد ہے، علیٰ ہذا ایک ماہ کا نمو دو سو ۲۱۰

دس دن یعنی سات ماہ کی برابر ہونا چاہئے حالانکہ حدیث میں ایک سال کی برابر مروی ہے
اگرچہ اس شبہ کو مختلف تاویلات کے ذریعہ سے زائل کیا گیا ہے اور علمائے اعلام نے نہایت
قابل تحسین اور کامیاب توجیہات پیدا کی ہیں مثلاً یہ کہ حدیث میں کنایۃً سرعت نمو مراد ہے
یا یہ کہ نموئے قوائے باطنہ مدّ نظر ہے لیکن جناب علامہ مولانا سید آلن صاحب قبلہ اعلیٰ
اللہ مقامہ نے ایک ایسی تاویل فرمائی ہے جسکو سنکر مومنین وجد کرینگے فرماتے ہیں کہ
حدیث نمو میں تزاید نمو سے تزائد علی سبیل التناقص مراد ہے یعنی اگرچہ نمو عام اطفال
سے بدرجہا زائد ہوا لیکن عمر کی زیادتی کے ساتھ ساتھ نمو میں کمی بھی ہوتی گئی اسطرح
کہ ایک دن میں ایک ہفتہ کی برابر ہوا اسکے بعد چھ دن میں نمو دیگر اطفال سے تو نسبتہً
مزید زائد ہوا مگر علی سبیل التناقص ہوا یعنی ہر روز سات دن کی برابر نہ ہوا بلکہ چھ دن میں فقط
ہوا جتنا کہ اور اطفال تیئیس ۲۳ دن میں بڑھتے ہیں اس حساب سے ایک دن میں ایک ہفتہ کی برابر
نمو ہوگا اور پورے ہفتہ میں ایک ماہ کی برابر پھر ہفتہ ختم ہوجانیکے بعد تیئیس ۲۳ دن تک اگرچہ
عام اطفال کی بہ نسبت زائد ہوا مگر پہلی سابق مقدار پر نہ ہوا بلکہ تیئیس ۲۳ دن میں گیارہ ماہ کی برابر
ہوا لہٰذا کل ماہ کے نمو کا مجموعہ ایک سال کی برابر ہوگیا اور یہ مقام عجب نہیں ہمارا مشاہدہ
ہے کہ بعد ولادت، رضاعت نمو نمایاں مقدار میں ہوتا ہے اور اسکے بعد کمی ہوتی رہتی ہے یہاں
تک کہ بیس برس کے بعد نمو اسقدر کمی کے ساتھ ہوتا ہے کہ محسوس بھی نہیں ہوتا لہٰذا اسی
معیار پر اگر نموئے جناب سیدہ قائم کیا جائے تو حدیث کی صحت و معنویت ظاہر ہے اللّٰھمّ
صلِّ علیٰ محمّدٍ وآلِ محمّدٍ۔

غرض جناب سیدہ کے فضائل کہانتک عرض کئے جائیں یہ وہ مقام ہے جہاں غیر
بھی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ کتاب مودۃ القربیٰ کی چند احادیث
پیش کرتا ہوں جن سے واضح ہوجائیگا کہ دنیا نے کہاں تک عظمت سیدہ عالم کے ستارۂ بیضا
کی رفعت کو تسلیم کیا ہے کتاب مذکور میں ہے کہ حضرت عائشہ سے سوال کیا گیا مَن کانَ

اَحَبَّ النِّسَاءِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ قَالَتْ فَاطِمَۃُ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِب رسول اللہ عورتوں میں سب سے زیادہ کسے دوست رکھتے تھے عائشہ نے کہا فاطمہ کو اور مردوں میں علی کو دیکھا آپ نے کلمہ حق کیونکر زبان پر جاری ہو کر رہتا ہے بات تو عجب ہے کہ ع ت بولنے لگیں کہ ھذا لا شریک ہے۔ ام المومنین آخری جملہ بغیر سوال ہی کہہ گئیں کہ مردوں میں سب سے زائد علی کو دوست رکھتے تھے قدر دانان ام المومنین تو کچھ ایسے سیدھے نکلے کہ گویا محبت ان کے نزدیک معیار افضلیت ہی نہیں اور اس شخص پر جسکو رسول سب سے زیادہ دوست رکھتے ہیں ان لوگوں کا مقدم کرنا جائز ہے جن سے محبت کا نام بھی نہ تھا یا بالفرض کم محبت کرتے تھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ مِثْلُھَا فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ مِثْلُ مَرْیَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ مودۃ القربیٰ ہی میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب نے ارشاد فرمایا کہ سب سے اول جو عورت داخل جنت ہوگی وہ فاطمہ بنت محمد ہیں اس امت میں وہ ایسی ہیں جیسے بنی اسرائیل میں مریم بنت عمران اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

کتاب علل الشرائع میں بسند معتبر مروی ہے کہ ابان بن تغلب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ جناب سیدہ کو زہرا کس وجہ سے کہتے ہیں فرمایا اسلئے کہ آپ کا نور جناب امیر کے لئے دن میں تین مرتبہ ظاہر ہوتا تھا ایکمرتبہ علی الصباح جب وہ معظمہ نماز صبح کو کھڑی ہوتی تھیں اور لوگ سوتے ہوتے تھے اُسوقت نور سفید آپ سے ظاہر ہوتا تھا جس سے اہل مدینہ کے در و دیوار سفید اور روشن ہو جاتے تھے اس حال کے مشاہدہ سے سب لوگ متعجب ہوتے اور خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اسکا سبب پوچھتے تھے حضرت فرماتے تھے کہ فاطمہ کے گھر پر جاؤ اس نور کا سبب ظاہر ہو جائیگا جب وہ لوگ بیت الشرف عصمت میں آتے تھے تو دیکھتے تھے کہ معصومہ محراب عبادت میں مصروف نماز ہیں اور روئے منور سے

نور سفید سا طلع ہے تب سمجھتے تھے کہ جس نور سے ہمارے گھر روشن ہیں وہ نور جناب سیدہ ہے۔ دوسری مرتبہ جب آپ وقت زوال آمادہ نماز ہوتی تھیں تو ایک شعلہ نور زرد چہرہ وجبین سیدہ سے ساطع ہوتا تھا اور تمام بام و در یہانتک کہ کپڑے اور آدمیوں کے چہرے زرد ہو جاتے تھے پھر مردمان مدینہ خدمت نبوی میں آ کر استفسار کرتے تھے اور انکو وہی جواب ملتا تھا جب خانہ جناب سیدہ میں جاکر دیکھتے تھے تو پتہ چلتا تھا کہ آپ ہی کے نور نے ہمیں نورانی کر دیا ہے تیسری مرتبہ شام کو وقت غروب آفتاب چہرۂ اقدس سے نور سرخ نمایاں ہوتا تھا جس سے ہر چیز سرخ ہو جاتی تھی پھر لوگ جناب رسالتمآب سے اسکا استفسار کرتے تھے آپ انکو خانہ جناب معظمہ میں بھیج دیتے تھے اور وہ وہاں آ کر قدرت خدا کا جلوہ مشاہدہ کرتے تھے معصوم فرماتے ہیں کہ اسی نورانیت کی وجہ سے اسم گرامی فاطمہ زہرا ہے اور یہ نور برابر جبین مبین سیدۂ عالم میں رہا یہانتک کہ امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے اور وہ نور انکی طرف منتقل ہو کر جبین باسعادت نواسہ رسول میں جلوہ افشانیاں کرنے لگا مگر اسی جبین پرنور کی کربلا میں کیا قدر ہوئی اسکے ذکر سے کلیجہ شق ہوتا ہے کبھی وہ پیشانی خون علی اصغر سے رنگین ہوئی کبھی اسپر پتھر آ کر لگا۔

چنانچہ منقول ہے کہ جب سید الشہداء نے لڑتے لڑتے ضعف و ناتوانی کے سبب ایک مرتبہ کچھ آرام لینا چاہا تو کھڑے ہوئے تھے کہ یکایک ایک پتھر پیشانی پر آ کر لگا پتھر کا لگنا تھا کہ جبین پرنور فوارہ خون بنگئی حضرت نے چاہا کہ دامن سے خون صاف کریں ناگاہ ایک تیر سہ پہلو سینۂ اقدس پر پڑا اور بعض روایات میں ہے کہ وہ تیر حضرت کے دل پر لگا آپ نے فرمایا بِسۡمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ پھر سوئے آسمان سر بلند کر کے عرض کرنے لگے خداوندا تو عالم و دانا ہے کہ یہ لوگ اس شخص کو قتل کرتے ہیں جسکے سوا روئے زمین پر کوئی فرزند رسول نہیں ہے۔ زہے جرأت کہ یہ کہکر کہ خود ہی اپنے سینہ سے تیر کھینچا اور زخم سے خون کا پرنالہ بہنے لگا خون کی یہ روانی دیکھکر زخم پر ہاتھ رکھ لیا جب

ہاتھ پھر گیا تو سر اقدس اور ریش مقدس کو آخری خضاب کرکے فرمایا کہ میں اسیطرح جد امجد سے ملونگا اور کہونگا کہ یا جداہ اپنی امت کے مظالم ملاحظہ فرمائیے۔

اب حسین کی یہ حالت تھی کہ طاقت حرب جواب دے چکی تھی مجبور و مایوس کھڑے ہوئے تھے جو شخص قریب آتا تھا ناطاقت دیکھکر چلا جاتا تھا مگر خدا لعنت کرے صالح بن وہب مزنی پر کہ اس شقی نے گلوئے اقدس پر ایک نیزہ کا وار کیا جس سے حضرت شیم گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے، پھر تڑپ کر کھڑے ہوگئے، عزادارو کیا میں عرض کروں کہ حسین اسقدر بے چینی کے ساتھ کیوں اُٹھ کھڑے ہوئے آہ آہ جسم مطہر پر اسقدر تیر لگے ہوئے تھے کہ زمین پر گرنے سے آنحضرت انکی خلش برداشت نہ کرسکے مگر اشقیاء نے آقائے مظلوم کو کھڑا بھی نہ رہنے دیا اور دونوں شانے تلواروں سے زخمی کردئے آنحضرت منہ کے بھل سپرد خاک ہوئے اسوقت امام غریب کا عجب حال تھا کبھی سر اُٹھا لیتے تھے اور کبھی جھکا لیتے تھے سنان ابن انس نے آپ پر پے درپے نیزوں کے وار کرنا شروع کئے جناب زینب خیمہ سے روتی پیٹتی نکل آئیں وا اخاہ وا حسیناہ کی آواز گوش فرزند زہرا میں پہنچی مگر چونکہ گلوئے اقدس پر تیر لگا تھا بولا نہ گیا اور اشارے سے فرمایا کہ ای بہن خیمہ میں چلی جاؤ ابھی حسین زندہ ہے میرے جیتے جی خیمہ سے نہ نکلنا اُدھر جناب زینب خیمہ کو چلیں لو اِدھر روح حسین نے سامان سفر جنت کیا سیاہ آندھی چلنے لگی، آفتاب کو گہن لگا، دن میں ستارے نظر آنے لگے آب فرات نیزوں جوش مارنے لگا منادی نے آواز دی اَلَا قَدْ قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءِ۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ط

مجلس ۱۲ فضائل جناب سیدہ، روایت گلوبند ایک ملعون کا جناب سکینہ کے سر سے چادر اُتارنا اور گوشوارے چھینا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فِی مَوَدَّۃِ الْقُرْبٰی عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَمَا سَمِعْتَ اِبْنَتِیْ فَاطِمَۃَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَطَمَہَا وَفَطَمَ مُحِبِّیْہَا مِنَ النَّارِ۔ مودۃ القربیٰ میں امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کیا تمنے نہیں سنا کہ خداوند عالم نے میری بیٹی فاطمہ اور محبانِ فاطمہ کو آتش دوزخ سے رہا فرمایا ہے اس سبب سے اسکو فاطمہ کہتے ہیں اللّٰھم صلے علےٰ محمد وآل محمد

سبحان اللہ کیا مراتب ہیں سیدۂ عالم کے باپ سید الانبیا شوہر سید الاوصیا ذریے سرداران جوانانِ جنت خود معصومہ اور ایسی معصومہ کہ ہلاکت ونجات امت کی مختار جسکی دلیل اس سے زائد کیا ہوسکتی ہے کہ صاحب مودۃ القربیٰ ہمارے امام اول یا اپنے خلیفہ چہارم سے اس معنی پر مشتمل قول رسول نقل کررہے ہیں آپ کا اسم گرامی بتول بھی ہے جسکی وجہ اسقدر مسرت انگیز ہے کہ دوستداران اہلبیت کے قلب شگفتہ ہوجائینگے بروایت امام محمد باقر علیہ السلام جناب رسالتمآب سے پوچھا گیا کہ جناب فاطمہ کا نام آپنے بتول کسلئے رکھا ہے فرمایا اسلئے کہ جو امراض کثیفہ عورتوں کو ہوا کرتے ہیں اُنسے وہ معصومہ بالکل پاکیزہ اور طاہرہ ہیں اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ وّ آلِ مُحمّد

منقول ہے کہ جناب رسولخدا نے بعد ہجرت جناب سیدہ کو حضرت ام سلمہ کی سپرد کیا تھا تاکہ آپ کی تربیت وخدمت فرمائیں ام سلمہ فرماتی ہیں کہ بخدا میں خود سیدہ عالم سے آداب سیکھتی تھی اور آپ کو آداب سیکھنے کی ضرورت نہوتی تھی بلکہ سب چیزوں کو مجھ سے اور سب سے بہتر جانتی تھیں۔ آپکے ایثار وکرم اور جود وسخا کے متعلق وہ روایت نہایت درج پردرد

اور ایمان افزا ہے جو کتاب بشارۃ المصطفیٰ میں مرقوم ہے کہ ایکدن جناب رسالتمآب بعد
نماز عصر محراب میں بیٹھے تھے اصحاب مثل نجوم ماہتاب فلک رسالت کے گرد جمع تھے ناگاہ
ایک مرد عرب بوسیدہ لباس پریشان صورت حاضر ہوا شدت مرض سے جسم میں رعشہ
تھا حضرت نے اسکا حال پوچھا عرض کیا کہ یا حضرت میں بھوکا ہوں کھانا عطا فرمائیے
برہنہ ہوں کپڑا مرحمت فرمائیے، فقیر ہوں غنی کیجئے آپ نے فرمایا کہ خیر کا راستہ بتانیوالا بھی
خیر کرنے والے کی مثل ہے تو فاطمہ کے گھر جا وہاں مراد بر آئیگی یہ کہکر آپ نے بلال کے
ساتھ اسکو خانہ سیدۂ عالم پر بھجوادیا باب فاطمہ پر آکر اُسنے سلام کیا اندرون بیت الشرف
سے جواب سلام آیا اعرابی نے کہا کہ میں ایک مرد عرب عریاں و گرسنہ سفر دور و دراز طے
کرکے آپ کے پدر بزرگوار کی خدمت میں آیا تھا آنحضرت نے مجھے یہاں بھیجا ہے آپ
میری دستگیری فرمائیے یہاں یہ کیفیت تھی کہ جناب سیدہ، امیر المومنین اور جناب رسالت
مآب نے تین روز سے کھانا نہیں کھایا تھا فاقہ پر فاقہ ہو رہے تھے گھر میں ایک
پوست گوسفند جسپر دن کو اونٹ دانہ کھاتا اور رات کو حسنین آرام فرماتے تھے وہ اسکو
عنایت فرمادیا گیا اور ارشاد ہوا کہ اسے لیجا شاید حقتعالیٰ تیرے لئے اس سے بہتر مہیا
فرمائے مرد فقیر نے عرض کیا کہ میں تو بھوکا ہوں اور آپ مجھے جلد گوسفند عطا فرماتی ہیں یہ
سننا تھا کہ دریائے عصمت میں جوش آیا اور امواج عفت دریائے سخاوت ساحل پر
پھینکنے لگیں دست کرم گلوئے اقدس کیطرف بڑھا اور گلوبند اتار کر سائل کو دیدیا گیا
وہ اعرابی گلوبند لئے مسجد رسول میں آیا خدمت رسالت پناہ میں عرض کیا کہ یا حضرت مخدومۂ
عالم نے خادم کو یہ گلوبند فروخت کرنیکے لئے دیا ہے یہ سننا تھا کہ عمار یاسر اُٹھے اور گزارش کی
کہ یا حضرت کیا آپ مجھے اس گردن بند کے خریدنے کی اجازت دیتے ہیں فرمایا کہ ہاں
خریدلو اگر تمام جن و انس بھی اسکی خریداری میں شریک ہوں تو بہ برکت سیدۂ عالم عذاب
خدا سے نجات پائیں گے اللّٰھم صل علیٰ محمد وآل محمد۔

عمار یاسر نے اعرابی سے قیمت پوچھی جواب دیا کہ اسقدر گوشت روٹی جس سے میں سیر ہو جاؤں ایک یمنی چادر جس سے اپنا ستر اور عبادت پروردگار کروں اور ایک دینار طلا جو زاد راہ کے کام آئے اسکی قیمت ہے عمار یاسر نے کہا کہ میں اسکی عوض بیس دینار طلا اور دوسو درہم ہجری، ایک چادر یمنی اسقدر گوشت روٹی کہ تو سیر ہو جائے اور ایک اونٹ دینے پر تیار ہوں۔ قیمت ادا کردی گئی گلوبند لے لیا گیا۔ اعرابی خدمت رسول میں آیا حضرت نے فرمایا کہ کیا تم سیر ہوئے اور کپڑا ملگیا عرض کیا کہ ہاں مولا میں مستغنی و بے نیاز ہوا فرمایا کہ فاطمہ کو دعا دے جسنے تیرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اعرابی نے کہا کہ خداوندا فاطمہ کو وہ عنایت فرما جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو اور نہ کسی کان نے سنا ہو حضرت نے آمین کہی اور اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے فاطمہ کو وہ سب کچھ دنیا میں دیا ہے جسکی اعرابی نے آخرت کے لئے دعا کی ہے اسلئے کہ میں اسکا باپ ہوں اور عالم میں میرا مثل نہیں، علی اُسکا شوہر ہے اور اگر علی نہوتے تو فاطمہ کا ہمسر نا ممکن تھا، حسنین اسکے فرزند ہیں جو بہترین فرزندان انبیا اور سرداران جوانان بہشت ہیں اللّٰھم صلّ علیٰ محمد وآلِ محمد۔

لکھا ہے کہ اسوقت حضرت کے پاس سلمان، مقداد اور ابوذر بیٹھے ہوئے تھے آپنے اُن سے فرمایا کہ کیا کچھ اور سننا چاہتے ہو عرض کیا کہ ہاں فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا کہ جب فاطمہ دنیا سے رحلت فرمائینگی اور اُن کو دفن کر چکیں گے تو اُسوقت دو فرشتے ان کی قبر میں آئینگے اور سوال کرینگے کہ تمہارا رب کون ہے جواب دینگی کہ خداوند عالم، پھر پوچھیں گے کہ تمہارا پیغمبر کون ہے جواب دینگی کہ میرا باپ پیغمبر ہے، فرشتے کہیں گے کہ تمہارا ولی کون ہے فرمائیں گی کہ یہ مرد جو کنارۂ قبر پر کھڑا ہے یعنی علی بن ابیطالب پھر حضرت رسالتمآب نے فرمایا کہ کچھ اور بیان کروں تحقیق کہ خداوند عالم نے فرشتوں کے بہت گروہ فاطمہ پر موکل کیئے ہیں جو زندگی میں پس و پیش اور چپ و راست سے محافظت کرتے ہیں اور بعد وفات قبر کی مجاورت کرینگے وہ فرشتے فاطمہ پر، اسکے باپ پر، اسکے

شوہر پر اور اسکی اولاد پر متواتر درود بھیجتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔
فرماتے ہیں کہ جو شخص وفات کے بعد میری زیارت کرے تو گویا اُسنے زندگی میں میری زیارت کی جسنے فاطمہ کی زیارت کی اُسنے میری زیارت کی جسنے علی کی زیارت کی اُسنے فاطمہ کی زیارت کی جسنے حسنین کی زیارت کی اُسنے علی کی زیارت کی اور جسنے باقی ائمہ کی زیارت کی اُسنے حسنین کی زیارت کی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔
الحاصل عمار نے اس گردن بند کو مشک سے خوشبو کیا چادر یمنی میں لپیٹکر حصہ غنیمت میں سے ایک مقدار کے ساتھ سہم غلام کو دیا اور کہا کہ اسے خدمت نبوی میں لیجا اور میں نے تجھے بھی حضرت ہی کو دیا جب اس غلام نے خدمت جناب رسالتمآب میں آکر عمار کی گزارش عرض کی تو آپ نے فرمایا تو فاطمہ کے پاس جا یہ گردن بند بھی فاطمہ ہی کو دیدے اور میں نے تجھے بھی فاطمہ ہی کو بخشا وہ خدمت معصومہ عالم میں آیا اور حضرت کا پیام عرض کیا آپنے گلوبند لے لیا اور سہم کو آزاد کر دیا غلام ہنسنے لگا جناب سیدہ نے پوچھا کہ کیوں ہنستا ہے کہا کہ اس گردن بند کی برکت پر تعجب کرتا ہوں کہ بھوکے کو سیر کیا، برہنہ کو کپڑا پہنایا، فقیر کو غنی کیا، غلام کو آزاد کیا اور پھر اپنے مالک کے پاس آگیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔
اب میں تمہید کو ختم کرکے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جسکے گردن بند کی یہ برکت و عزت تھی اُسکی ذریت کے زیور کے ساتھ کربلا میں کیا سلوک کیا گیا بس اسکے اظہار کے لیے حمید بن مسلم کی روایت پیش کرتا ہوں راوی کہتا ہے کہ جب سیدالشہدا وارد کربلا ہوئے تو میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ دو چھوٹی چھوٹی چادریں اور دو گوشوارے لئے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپنے یہ سب چیزیں اُس سے خرید لیں اور پھر اُن میں سے ایک چادر اسی کو دیکر فرمایا کہ دیکھ میں نے یہ چادر تجھے اس شرط پر ہبہ کی ہے کہ میرے بعد اگر یہ دوسری چادر کسی کے سر پر دیکھے تو ایک ہی پر اکتفا کرنا اُسے نہ لوٹنا اللہ

دوسری چادر جناب سکینہ کو عنایت فرما کر اپنے ہاتھ سے وہی دونوں گوشوارے بھی پہنا دئے حمید کہتا ہے کہ بعد شہادت سید الشہداء میں نے اس شخص کو دیکھا کہ ہاتھ میں چادر لئے مٹھی میں کوئی شئے بند کئے چلا آرہا ہے اور اسکی مٹھی سے خون ٹپک رہا ہے مینے اس سے پوچھا کہ یہ کیا چیز چھپائے ہے یہ سنکر اُسنے مٹھی کھولدی مینے دیکھا کہ وہی دو گوشوارے ہیں جو سید الشہداء نے اس سے خرید کر اپنی لاڈلی سکینہ کو پہنائے تھے مینے کہا کہ او بے حیا حسینؑ نے تو تجھے چادر اس شرط پر ہبہ فرمائی تھی کہ دوسری چادر اور گوشواروں کو ہاتھ نہ لگائے مگر تو نے شرط و پیمان کو بھی بھلایا اور گوشواروں کے لئے یتیمہ حسینؑ کے کانوں کو بھی زخمی کیا اُس مردود نے جواب دیا کہ جس سے میں نے وعدہ کیا تھا وہ تو قتل ہو گئے اب میرا شرط پر قائم رہنا کیا ضروری ہے

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس عقد جناب سیدہؑ و وفات معصومہؑ حالات جنت البقیع مصائب جناب سیدہ و سید الشہداءؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ الْمَلِكُ الدَّيَّانُ الْقَادِرُ الْمُسْتَعَانُ فِيْ سُوْرَةِ الرَّحْمٰنِ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے کہ خدا نے دو دریا جاری کئے ہیں جو باہم ملتے ہیں ان کے درمیان ایک حد فاصل ہے جس سے وہ تجاوز و تعدی نہیں کرتے، ان دونوں سے موتی اور مونگا نکلتے ہیں مفسرین سنی و شیعہ کہتے ہیں کہ یہ آیت خمسۂ نجبا علیہم التحیۃ والثنا کی شان میں نازل ہوئی ہے چنانچہ در منثور صفحہ ۱۴۲ میں ابن عباس اور انس بن مالک سے جناب رسالتمآبؐ کا قول مروی ہے کہ بحرین سے علیؑ و فاطمہؑ، برزخ سے خود آنحضرت اور لؤلؤ و مرجان سے حسنینؑ مراد ہیں۔ مقتضائے مجلس یہ ہے کہ میں بحرین کے التقاء پر روشنی ڈالوں یہ وہ مقام ہے

جہاں ائمہ اہلسنت بھی سرنگوں ہو گئے ہیں چنانچہ امام شافعی جیسے معتبر و مستند عالم کو شعر

أُعَاتِبُ فِی حُبِّ ھٰذَا الْفَتیٰ   اِلیٰ مَا الْاَمْرُ وَحَتّٰی مَتیٰ

یعنی میں کبتک اور کہانتک شیر خدا علی مرتضیٰ کی محبت میں ملامت کیا جاؤں گا۔

وَفِی غَیْرِہٖ ھَلْ اَتیٰ ھَلْ اَتیٰ   فَھَلْ زُوِّجَتْ فَاطِمُ غَیْرَہٗ

میں پوچھتا ہوں کہ کیا فاطمہ کی تزویج بجز شیر خدا کسی اور سے ہوئی ہے اور برائے خدا بتاؤ کہ کیا سورہ ہل اتی اکسی اور کے لئے آئی ہے۔

حقیقتاً یہ فیصلہ ازروئے نقل ہی نہیں بلکہ عقلاً بھی قابل تسلیم ہے کہ اگر علی مرتضیٰ نہوتے تو جناب سیدہ کا ہمسر ملنا ناممکن تھا اسلئے کہ اگر نظر انتخاب پڑتی تو سب سے پہلے صفوف انبیاء پر پڑتی مگر تمام انبیاء کی خلقت نور محمدی کے اُن قطروں سے ہوئی تھی جسمیں نور علی بھی شامل تھا جب نور محمدی بیس دریاؤں سے غوطہ زن ہو کر نکلا تو جبین اقدس سے ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے گرے ہر قطرے سے ایک نبی پیدا ہوا اور وہ سب نور محمدی کا طواف کرنے لگے چونکہ نور محمدی و نور علی مرتضیٰ بمقتضائے اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ (میں اور علی ایک نور سے ہیں) دونو ساتھ ساتھ بلکہ ایک تھے اسلئے دونوں انبیاء سے افضل ہوئے اور سیدہ کی خلقت خاص نور محمدی سے تھی اسلئے انبیاء جو گویا فضلہ نور سے پیدا ہوئے تھے سیدہ کی ہمسری کیا کر سکتے تھے اگر ہمسری کی قابل تھا تو بس وہی تھا کہ جو نور محمدی میں برابر حصہ دار تھا اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اسی لئے جب اکابر و اشراف قریش یہانتک کہ بڑی بڑی مایہ ناز ہستیاں سیدہ کی خواستگاری کر کے شرمندہ و محجوب ہو چکیں اور رسول اللہ نے ہر ایک کی خواہش پر اظہار نفرت و کراہت فرمایا تو امیر المومنین خدمت نبوی میں حاضر ہوئے سلام کر کے بیٹھ گئے مگر نظر نیچی ہوئی اور چہرہ شرم آگین تھا جناب رسالتمآب نے فرمایا اے علی معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی کام کو آئے ہو جو حاجت ہو بیان کرو عرض کیا یا حضرت سب جانتے ہیں کہ آپ نے

مجھے بڑے ناز و نعم سے پالا، اپنی غذا میں سے غذا دی، آداب تسلیم فرمائے، ماں باپ سے زیادہ شفقت فرمائی، ضلالت کفر سے بچایا، ہدایت فرمائی، آپ ہی میرے لئے تمام شرافتوں کا ذخیرہ ہیں ایسا امیدوار ہوں کہ مجھے گھر اور زوجہ بھی ملے یعنی اپنی صاحبزادی فاطمہ زہرا کو مجھ سے منسوب فرما کر ممتاز فرمایا جائے یہ سننا تھا کہ چہرۂ رسالت شگفتہ ہو گیا فرمایا کہ ای علی مہر کے لئے تمہارے پاس کیا ہے عرض کیا کہ ایک اسپ، ایک شتر آبکش اور ایک تلوار رکھتا ہوں، ارشاد ہوا کہ اسپ و تیغ تمہیں جہاد کے لئے ضروری ہے اونٹ بغیر بھی کام نہ چلے گا البتہ ذرہ کی تم ایسے شجاع کو کوئی ضرورت نہیں اسکو بیچکر قیمت لے آؤ جس سے مہر و جہیز مرتب ہو، علی مرتضیٰ بازار گئے ایک اعرابی کے ہاتھ پانسو درہم میں ذرہ فروخت کی قیمت لیکر خدمت حضرت خاتم الانبیا میں آئے اور تمام قصہ بیان کیا آپنے فرمایا کہ ای علی تم اس اعرابی کو جانتے ہو عرض کیا کہ نہیں فرمایا وہ جبرئیل تھے اور تمہارے آنے سے قبل ہی مجھکو ذرہ دیگئے یہ کہکر ذرہ امیرالمؤمنین کو مرحمت فرمائی اللّٰہم صلّ علیٰ محمدٍ وآلِ محمد۔

غرض سامان شادی ہوا، خانہ آبادی کا وقت آیا، اعلان عقد اور ولیمہ کے لئے لوگ جمع ہوئے رسول اللہ رونق افروز ممبر ہوئے خطبہ پڑھکر فرمایا ایہا الناس خداوند عالم نے بیت المعمور میں فاطمہ کا عقد علی سے کیا ہے اور مجھ کو حکم ہوا کہ زمین پر عقد کردوں اسلئے آپ لوگوں کے سامنے یہ عقد عمل میں لایا گیا اللّٰہم صلّ علیٰ محمدٍ وآلِ محمد۔

ام ایمن کہتی ہیں کہ جب ہم دلہن بنانے کے لئے فاطمہ کے پاس گئے تو پیشانی پر آفتاب کیطرح نور چمکتا ہوا دیکھا ہم نے انکو طرح طرح کے لباس پہنائے قسم قسم کی خوشبوئے معطر کیا خود وہ معصومہ بھی ایک شیشہ گلاب اور چند ریزے پروں کے لائیں جو ہزاروں مشک سے خوشبو میں زائد تھے، ام سلمہ نے پوچھا کہ ای فاطمہ یہ کیا چیزیں ہیں فرمایا یہ عرق تو پسینۂ رسول ہے اور یہ ایک شخص کے ہیں جو خدمت نبوی میں آیا کرتا تھا جب وہ واپس ہوتا تھا تو کچھ ریزے اس سے گر جاتے تھے اور میں انہیں جمع کر لیتی تھی، غرض جب

مراحل طے ہوچکے تو رسول اللہ نے علی کو بلایا، سیدہ کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیکر انتہائی مسرت کے ساتھ مبارک باد دی اور فرمایا مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ مبارک ہو ان دو دریاؤں کو جو مل رہے ہیں اور ان دو ستاروں کو جنکا قران ہو رہا ہے اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اب دو جملوں میں حال رخصت دختر شاہ رسالت عرض کرنا چاہتا ہوں آنحضرت نے اپنا ناقہ مع عماری طلب کیا، اپنی پارۂ جگر کو اُسپر سوار کیا، سلمان فارسی مہار تھامے تھے، پیغمبر خدا ہنکاتے رہے تھے، جبرئیل و میکائیل ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ جلو داری میں تکبیر کہتے جاتے تھے، دختران خاندان عبدالمطلب اور زنان مہاجرین و انصار خوشیاں مناتی، رجز کے اشعار پڑھتی، تکبیر و تحمید میں مشغول جناب سیدہ کے ساتھ ساتھ تھیں، ستر حوریں آپ کو حلقہ میں لئے ہوئے، حضرت حمزہ و عقیل و جعفر اور سب اہل خاندان تلواریں کھینچے ہوئے، ازواج نبی اشعار رجز پڑھتی ہوئی ہمرکاب تھیں اور اس شان سے سب عورتیں داخل خانہ امیرالمومنین ہوئیں اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اللہ اللہ سیدہ کی کیا شان تھی، کیسا تجمل تھا، جناب رسالتآب کسطرح دل و جان سے فدا تھے، ملک کسطرح حاضر خدمت رہتے تھے اصحاب کیونکر بسر و چشم موجود رہتے تھے مگر ارباب غیرت ذرا انصاف سے جواب دیں کہ ؎

زیور زنان طالب دنیا کے واسطے ۔۔۔ اور تازیانہ بازوئے زہرا کے واسطے

اس منزلت کی بی بی اور زمانہ کی شکایت یوں کرے ؎

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا ۔۔۔ صُبَّتْ عَلَی الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

بابا جان مجھپر وہ مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو رات ہو جاتے، حالت یہ تھی کہ بیٹھنا اٹھنا دشوار ہو گیا تھا، سر مبارک سے عصابہ بندھا رہتا تھا، ہر وقت آنسو جاری رہتے تھے بس حدیہ ہے کہ مصائب و مظالم کے ہجوم ہی نے معصومہ کو جان بحق کیا، چند روز رسول

کے بعد زندہ رہ سکیں، واقعات وفات اسقدر دلخراش ہیں کہ آپ سُن نہ سکینگے جب
وقت رحلت قریب ہوا تو آپ سب کو وداع کرنے لگیں امیرالمومنین نے پوچھا کہ ای
بنت رسول تمہیں اپنی رحلت کی کیونکر خبر ہوئی عرض کیا کہ ای ابوالحسن ابھی میں سوگئی تھی
خواب میں پدر بزرگوار کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ای فاطمہ میں
تمہارا بہت مشتاق ہوں تاب مفارقت نہیں ای نورچشم اب آمادہ رہو کہ کل تم میرے پاس
آؤگی پھر آپ کہنے لگیں کہ ای ابوالحسن میں آپسے چند خواہشیں کرتی ہوں ایک یہ کہ
اگر مجھ سے کبھی کوئی قصور ہوا ہو تو معاف فرمائیں امیرالمومنین نے فرمایا کہ ای دختر رسول
معاذاللہ آپسے کب کوئی خطا سرزد ہوسکتی ہے اسلئے کہ آپ خداشناس اور معصومہ ہیں
صاحبان دل دوسری خواہش سنکر بیچین ہوجائینگے کہنے لگیں کہ اگر حسنین سے کبھی کوئی
امر قابل ناگواری صادر ہو تو اس سے آپ درگزر کریں اسلئے کہ میرے مرنیسے بیچارے نہایت
شکستہ دل اور مجروح خاطر ہو جائیں گے۔ تیسرے یہ کہ میری قبر کو فاتحہ خوانی سے محروم
نہ رکھنا۔ چوتھے یہ کہ میرا جنازہ شب کو اٹھانا اور میرے دشمنوں کو میرے جنازے پر نہ آنے دینا
پانچویں یہ کہ اگر آپ میرے بعد عقد کریں تو امامہ دختر زینب سے کریں اسلئے کہ وہ میری اولاد
سے میری طرح محبت کرتی ہے آہ شیر خدا بنت رسول کی پُردرد وصیتیں سنکر رونے لگے
اور فرمایا کہ ای ام الحسن جب آپ خدمت رسول میں پہنچیں تو میرا سلام کہیں اور تمام
مظالم کی شکایت کریں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حسن و حسین روتے ہوئے آگئے امیرالمومنین
نے بچوں سے رونیکا سبب پوچھا صاحبزادوں نے عرض کیا کہ ہم ابھی اپنے نانا کے روضہ
سے آرہے ہیں وہاں ہم نے ایک آواز سنی کہ ای فرزندو تم گھر میں جاؤ اور اپنی ماں سے
رخصت ہولو کہ وہ دنیا سے رخصت ہوتی ہے یہ سنکر حسنین علیہما السلام بیتابانہ
داخل حجرہ ہوئے دیکھا کہ مادر گرامی غش میں ہیں اپنے آپ کو قدم مبارک سیدہ عالم پر
گرادیا اور کہنے لگے کہ اماں جان ہم سے کچھ باتیں کریجئے کہ غم سے ہماری جان نکلی جاتی ہے

ہائے کیا عرض کروں کہ ستم رسیدہ ماں کا کیا حال ہوا آنکھیں کھولدیں اور ہاتھ پھیلا بچوں کو سینہ سے لگالیا علی مرتضیٰ بچوں کی غیر حالت دیکھکر انہیں بہلانے کے لئے روضۂ رسول پر لیگئے ادھر جناب سیدہ نے اسما کو طلب کیا اور فرمایا کہ ای اسما ابھی ایک ساعت تک میرے پاس نہ آنا اور اس کے بعد مجھے پکارنا اگر میں جواب دوں تو خیر ورنہ سمجھنا کہ میں نے انتقال کیا اسما کہتی ہیں کہ ایک ساعت کے بعد میں نے آواز دی تو کچھ جواب نہ آیا میں گھبرا کر حجرے میں گئی روئے مطہر سے چادر اٹھائی تو روح پرواز کر چکی تھی۔

امیر المومنین فرماتے ہیں کہ تجہیز و تکفین کے بعد جب میں نے بند کفن باندھنے کا ارادہ کیا تو آواز دی کہ ای زینب، ای ام کلثوم، ای فضہ، ای حسن اور ای حسین ھَلُمُّوا تَزَوَّدُوا مِنْ اُمِّکُمْ آؤ اور اپنی ماں کی زیارت کرلو یہ سنتے ہی سب نے جنازے کے گرد ہجوم کرلیا اور رونا پیٹنا شروع کیا حسنین بھی چلاتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اماں جان جب آپ نانا کے پاس جائیں تو کہدیں کہ ہم نے آپ کے بعد بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں دو مہینے نہ گزرے تھے کہ ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں بخدا میں نے دیکھا کہ اسوقت فاطمہ کی لاش نے حرکت کی، حسنین کی طرف متوجہ ہو کر اک آہ کی اور دونوں ہاتھ پھیلا کر دیر تک اپنے فرزندوں کو سینہ سے لگائے رہیں ہاتف کی آواز آئی کہ اے علی جلد حسنین کو فاطمہ کے سینہ سے جدا کرو کہ ملائکہ میں حشر برپا ہے اور رسول اللہ سیدہ کے مشتاق ہیں۔ کیوں عزادارو حسین کے رونے سے فرشتوں میں اسقدر بےچینی پھیل گئی حالانکہ حسین بھوکے پیاسے نہ تھے یکہ و تنہا نہ تھے زخمی نہ تھے اسوقت ملائکہ پر کیا گزری ہوگی جب سید الشہدا بیکس و بے یار زخموں میں چور کبھی لاشہ جناب قاسم پر ٹھہرے ہوکر روتے تھے کہ بیٹا کیا آرام سے سو رہے ہو اٹھکر حسین کی مدد کرو، کبھی لاشہ عباس پر جاکر کہتے تھے کہ بھیا عباس سکینہ خالی مشکیزہ لئے کھڑی ہے اسکے لئے

پانی کی کوئی سبیل کرو اور کبھی لاشہ جناب علی اکبر پر نعرے مارتے تھے کہ اے بیٹا بجھتے ہو کہ یہ مظلوم باپ کس بلا میں مبتلا ہے اٹھکر میری نصرت کرو اور دشمنوں سے بچاؤ۔ غرض جب سیدۂ عالم کے جنازے کو شب کے وقت جنت البقیع میں لائے تو دیکھا کہ قبر کھدی ہوئی ہے امیرالمومنین نے آپ کو قبر میں اُتارنا چاہا دفعتہً دونوں ہاتھ جناب رسولخدا کے ظاہر ہوئے اور آواز آئی کہ اے علی لاؤ میری امانت مجھے دو یہ فرماکر جناب رسالتمآب نے فاطمہ زہرا کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اُتارا قبر خود بخود بند ہوگئی اور علی مرتضیٰ روتے پیٹتے واپس آئے۔

مومنین سنا ہے کہ مرنے پر انسان کی مصیبتیں ختم ہوجاتی ہیں کیا سیدۂ عالم کی مصیبتیں بھی ختم ہوگئیں آہ ایسا نہیں ہے بلکہ آپ قبر میں بھی چین سے نہ سو سکیں جنت میں اطمینان سے نہ بیٹھ سکیں، ابن سعود مردود نے اپنے بزرگوں کے مظالم کو تازہ کیا، روح رسول کو تڑپایا اور نشان قبر اسطرح مٹایا کہ جنت البقیع کی اینٹیں بزبان حال آواز هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا کہہ رہی ہیں اور ہم بھی معہ زیارت میں يَا لَيْتَنَا كُنَّا مَعَكُمْ فَنَفُوزَ مَعَكُمْ کہتے ہیں اگر کچھ اور نہیں کرسکتے تو ابن سعود ملعون کے لئے بددعا ہی کرنی چاہئے کہ خداوند عالم بحق محمد و آل محمد اس سے جلد انتقام لے اپنا قہر و عذاب نازل فرمائے جنت البقیع کے تباہ و برباد کرنیوالے جلد تباہ و برباد ہوں قدیم قبریں ازسرنو تعمیر ہوں اور یوم غم سال آئندہ سے یوم سرور ہوجائے اور تمام مومنین سابق کیطرح اس مقام مقدس کی زیارت سے مشرف ہوں۔

مجھے اسوقت یہ خیال آرہا ہے اور دل بھرا آتا ہے کہ سیدۂ عالم کو اپنے نورِ چشم حسین سے کیسی محبت تھی کہ زندگی میں تو دونوں کے مصائب دلسوز تھے ہی مرنے کے بعد بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ یکساں ہی ہیں ماں کی وفات کے وقت بھی حضرت علی ابن ابیطالب جناب زینب، حضرت ام کلثوم، جناب فضہ اور امام حسن علیہم السلام

موجود تھے اور بیٹے کی شہادت کے وقت بھی علی بن الحسین، زینب و کلثوم، حضرت فضہ اور بیوۂ امام حسن علیہم السلام موجود تھیں مگر فرق اتنا ہے کہ ماں کے مرنے کے وقت سب قریب کھڑے ہوئے تھے اور جب شمع لحد فاطمہ گل ہوئی ہے تو علی بن الحسین خیمہ کے اندر غش میں تھے اور اہلحرم در خیمہ پر کھڑے ہوئے سینہ زنی کر رہے تھے، ماں کو بھی علی بن ابیطالب نے دفن کیا اور بیٹے کو بھی علی بن الحسین نے باعجاز تشریف لاکر سپرد خاک کیا لیکن فرق یہ ہے کہ ماں کی میت اسیوقت دفن ہو گئی اور حسین کی لاش تین دن تک بے گور و کفن جلتی ریت پر پڑی رہی۔ ماں کی قبر بھی ابن سعود کے ہاتھوں برباد ہوئی اور بیٹے کی قبر پر بھی ہل چلوائے گئے اور نشان قبر مٹانے کے لئے پانی جاری کرایا گیا لیکن فرق یہ ہے کہ ماں کی قبر مسمار ہو گئی اور بیٹے کی قبر پر ہل چلایا گیا تو بیل رک گئے اور ارواح طیبہ خمسہ نجباء کا احترام کیا اسیطرح جب پانی قریب قبر آیا تو چاروں طرف حلقہ باندھکر کھڑا ہو گیا اسی مقام کو حائر حسین کہتے ہیں کیوں عزادارانِ حسین پانی کے قبر پر نہ گزرنے کا کیا مطلب تھا بس دو توں بہنوں پر مجلس کو ختم کرتا ہوں آپ ارواح اہلبیت کو پرسا دے لیں اسلئے کہ میں نے بہنیں کے لئے زحمت دی تھی۔

آہ آہ شاید پانی کو پیاسے کی قبر پر سے گزرتے ہوئے شرم آتی ہو کہ اس مظلوم کو اب کیا منہ دکھاؤں جسکے تمام عزیز و یاور میرے لئے تڑپتے تڑپتے گزر گئے قاسم جیسا بھتیجا، علی اکبر جیسا کڑیل جوان لال، عباس جیسا برابر کا بھائی اور شیر خوار جیسا رشک قمر دنیا سے پیاسا اٹھگیا اور خود بھی تشنہ لب سدھارا۔

یا شاید پانی کا حلقہ باندھکر رک جانے سے یہ مقصد ہو کہ اہلحرم حسین کی لاش پر ماتم بھی نہ کرنے پائے میں ان بیکسوں کی نیابت میں سید الشہداء کی لاش پر دل کھول کر ماتم کروں الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس ۱۴ آیات بینات ولادت علیؑ مرتضیٰ، دفن لاشہائے شہداء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی کتابہ المبین وھو اصدق الصادقین اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا یعنی پہلا وہ گھر جو آدمیوں کے لئے بنایا گیا وہی جو مکہ میں ہے وہ بابرکت اور اہل عالم کے لئے باعث ہدایت ہے اسمیں چند روشن آیات ہیں جسمیں سے ایک مقام ابراہیم ہے جو اسمیں داخل ہوتا ہے وہ بےخوف ہوتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

چونکہ اس مجلس میں مصدر آیات حجت خدا آیت اللہ علی بن ابیطالب کا تذکرہ مقصود ہے اسلئے آیہ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ کے فقرے فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ پر روشنی ڈالنا مقصود ہے شاید کوئی توجیہ پسند خاطر ہو آیات خدا کا حصر تو خدا ہی کو معلوم ہے لیکن بزبان معصوم ناطق امام جعفر صادق علیہ السلام اتنا ہم نے بھی سنا کہ الاٰیات ھم الائمۃ یعنی آیات سے ہم ائمہ اثنا عشر مراد ہیں اس ارشاد کی بنا پر بارہ آیات ائمہ قرار پائینگے اور ایک آیت مقام ابراہیم خود متن آیت میں مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معصوم کا ارشاد آیات کے حصر و انحصار کے لئے نہیں ہے بلکہ الاٰیات ھم الائمہ فرما کر آپنے ان آیات کا تذکرہ فرمایا ہے جو تمام آیات سے زائد باعظمت اور مہتم بالشان ہیں اور ائمہ سے زائد پر عظمت کوئی آیات ہوسکتی ہیں جو مصدر آیات اور باعث ایجاد عالم ہیں علاوہ بریں چونکہ کسی شے کی آیت کی آیت بھی خود اس شے کی آیت ہوتی ہے اسلئے بھی آیات کا بارہ کے اندر محدود ہو جانا لازم نہیں آتا خصوصاً آیہ خدا علی مرتضیٰ کی آیات پر نظر کرتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ اس

گھر کی آیات کے شمار کو گھر والا ہی جان سکتا ہے اور وُضِعَ لِلنَّاسِ سے معلوم ہوتا ہے کہ بندے بھی اس گھر والے ہیں لہذا کہا جا سکتا ہے کہ حصر آیات کو وہی بندے جانتے ہونگے اور کیوں نہ ہو اَهْلُ الْبَيْتِ اَدْرٰى بِمَا فِي الْبَيْتِ گھر کے حال سے تو گھر والے ہی خوب واقف ہوتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

چونکہ اثنا عشریوں کا مجمع ہے اسلئے بارہ ہی آیات عرض کرتا ہوں تاکہ نعرۂ درود بھی کم سے کم بارہ ہی مرتبہ بلند ہو اور جو دیکھ نہیں رہے وہ سن لیں کہ اثنا عشری جمع ہو کر اجر رسالت ادا کر رہے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

۱۔ پہلی آیت یہ ہے کہ جب مادر عیسیٰ جناب مریم کو درد زہ عارض ہوا اور کعبہ میں تھیں تو حکم خدا ہوا کہ باہر چلی جاؤ یہ عبادت گاہ ہے ولادت گاہ نہیں ہے مگر جسوقت مادر علی بنت ابیطالب کو دردزہ محسوس ہوا تو دیوار کعبہ سے بطن مبارک کو مس کیا اور دعا کی کہ خداوند مرحلۂ ولادت کو میرے لیے سہل فرما فوراً دیوار شق ہو گئی اللّٰہم صلّ علیٰ محمد وآل محمد۔

۲۔ دوسری آیت یہ ہے کہ آپ شگاف دیوار سے خانہ کعبہ میں داخل ہوئیں اور پھر دیوار کعبہ ویسے ہی مل گئی جیسے پہلی تھی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

۳۔ تیسری آیت یہ ہے کہ بنت اسد کے داخل کعبہ ہونے کے بعد لوگوں نے ہر چند قفل کعبہ کھولنا چاہا مگر نہ کھلا اور کیونکر کھلتا اللہ کے بھید کو ید اللہ ہی کھول سکتا ہے اللّٰہم صلّ علیٰ محمد وآل محمد۔

۴۔ چوتھی آیت یہ ہے کہ وقت ولادت علی مرتضیٰ حوران جنت خدمات ولادت انجام دینے کے لئے آئیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

۵۔ پانچویں آیت خود آپ کی ولادت ہے یعنی مصدر آیات عالم شہود میں تشریف لائے مگر اس آیت کے ساتھ ہی ساتھ آپ یہ نکتہ سنکر وجد کرینگے کہ علی کے چہرے پر نظر کرنا اور آپ کا ذکر کرنا وغیرہ وغیرہ تمام امور تو عبادت تھے ہی ان آثار و اطوار سے معلوم

ہو رہا ہے کہ مادر علی کے لئے علی کی ولادت بھی عبادت تھی اسلئے کہ بحکم خدا ایسے مقام پر ہوئی جہاں سوائے عبادت کے اور کوئی کام ہو ہی نہ سکتا تھا اور اگر کوئی دوسرا کام جائز ہوتا تو سب سے پہلے مادر حضرت عیسٰی کے لئے ہوتا کہ آپ نبی کی ماں تھیں مگر اُنسے کہدیا گیا کہ چلی جاؤ یہ عبادت گاہ ہے ولادت گاہ نہیں ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

۶۔ چھٹی آیت یہ ہے کہ جب یہ نورانی صورت عالم میں ظہور میں آئی تو چہرۂ اقدس سے ایک نور ساطع ہوا جس سے تمام کعبہ منور ہو گیا لہذا اسے سورۂ نور کی آیۂ نور کہیے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

۷۔ ساتویں آیت یہ ہے کہ آپ کو غذا کی ضرورت ہوتی تھی تو جنت سے کھانے آتے تھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

۸۔ آٹھویں آیت یہ ہے کہ جب بنت اسد مصحف ناطق کو تیسرے دن خانہ کعبہ سے باہر لائی ہیں تو آپ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے یعنی یہ اعلان کر رہے تھے کہ خادم اپنے مخدوم کی طرح دنیوی معلمین سے بے نیاز آرہا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

۹۔ نویں آیت یہ ہے کہ اِدھر فاطمہ بنت اسد علی کو لیکر دیوار سے باہر آئیں اور اُدھر حُسنِ اتفاق سے اسیوقت رسول اللہ آغوش محبت پھیلائے ہوئے وہیں تشریف لے آئے یعنی رسالت امامت کی تلاش میں آئی یا رحل مصحف کی جستجو میں آئی، یا دریا گوہر کی طلب میں آیا یا آفتاب قمر کی تلاش میں آیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

۱۰۔ دسویں آیت یہ ہے کہ دیوار سے باہر آنے کے بعد علی کی آنکھیں بند ہیں اسلئے کہ بت شکن پہلی نگاہ بتوں پر نہیں ڈالنا چاہتا تھا بلکہ اس چہرہ کو دیکھنا چاہتا ہے جسکی زیارت میں عبادت کا ثواب ہے اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ مُحَمَّدٍ عِبَادَۃٌ۔ اُدھر آنحضرت نے اپنے ابن عم کو گود میں لیا اُدھر مشتاق دیدار نے آنکھیں کھولدیں ایک دوسرے کو دیکھکر ہنسا مدت کے

بچھڑے ہوئے ایک ہو گئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

۱۱۔ گیارہویں آیت یہ ہے کہ حبیب خدا نے اپنی زبان علی کے منہ میں داخل کی تو علیؑ علم کے ہزار دروازے روشن ہوئے اور پھر ہر دروازہ سے ایکہزار دروازے کھل گئے ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَدْخَلَ لِسَانَہٗ فِیْ فَمِیْ فَانْفَتَحَ لِیْ اَلْفُ بَابٍ مَعَ کُلِّ بَابٍ اَلْفُ بَابٍ رسول اللہ نے میرے دہن میں اپنی زبان داخل کی جس سے میرے لئے علم کے ایسے ہزار دروازے کھل گئے کہ ہر دروازہ کے ساتھ ایکہزار دروازے تھے اور اس علم کا نتیجہ ان الفاظ میں ظاہر کیا گیا کہ اگر میرے لئے مسند و تکیہ آراستہ کیا جائے اور میں اس پر بیٹھوں تو توریت والوں کے لئے توریت کی موافق، انجیل والوں کو انجیل کے مطابق، زبور والوں کو زبور کی موافق اور قرآن والوں کو قرآن کی مطابق حکم کروں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

۱۲۔ بارہویں آیت یہ ہے کہ جب رسول اللہ نے مکہ پر فتح پائی تو باوجودیکہ حضرت علیؑ بھائی تھے، داماد تھے، مرتبے میں آپ سے کم تھے مگر قاعدے سے مجبور تھے کہ شاخ اوپر ہوتی ہے اور اصل نیچے ایک مجمع کثیر کے سامنے علی کو کاندھے پر چڑھایا۔ بت شکنی کرائی اور اس پردہ میں جتلا دیا کہ ھٰذِہٖ شَجَرَۃٌ طَیِّبَۃٌ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ یہ وہ پاک و پاکیزہ درخت ہے جسکی اصل زمین میں قائم ہے اور شاخ آسمان پر ہے ؎

علی بر دوش احمد جسم بے دور عیاں شد معنی نور علیٰ نور

اسوقت مجھے حضرت ابراہیم کی بت شکنی یاد آرہی ہے اور ساتھ ہی ساتھ فرق بھی ذہن میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے تمام بت توڑ کر ایک بڑا بت چھوڑ دیا تھا جسکا اثر یہ ہے کہ ابتک بت خانوں میں بت موجود ہیں اور امیرالمومنین نے چھوٹے بڑے تمام بتوں کو پارہ پارہ کر دیا جسکا نتیجہ یہ ہے کہ کسی مسجد میں کبھی کوئی بت نہیں پایا جاتا اور نہ قیامت تک پایا جا سکتا ہے یعنی آیت اللہ کی یہ بارہویں آیت اسقدر پائدار ہے کہ

گیارہ آیتیں تو اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہو کر ختم ہو گئیں۔ دیوار کعبہ میں اب شگاف بے
نہ ہوگا ولادت علی بس ایکبار تبہ ہو چکی وہ نور ساطع ہو چکا حوران جنت آئیں اور چلی گئیں
وغیرہ وغیرہ مگر بارہویں آیت یعنی بت شکنی کے اثرات دیرپا اور انکی مدت بقا غیر معمولی
ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آیات خیر میں سے ہر بارہویں آیت اسیطرح پائدار ہوتی ہے ان آیات
کی بارہویں آیت بھی قائم اور ان آیات ائمہ میں سے بارہویں آیت بھی قائم اس آیت
قائم آیات کہیے اور اس آیت کو قائم آل محمد سے تعبیر کیجیے اللھم صل علی محمد و آل محمد

مگر عجب رنگ زمانہ ہے کہ باپ کو تو ولادت کے وقت دیوار کعبہ نے جگہ دے کر
اپنے اندر لے لیا اور بیٹے کو مرنے کے بعد بھی آغوش قبر میسر نہ ہوئی تاکہ لاش بے سر زمین میں
چھپ جاتی بلکہ لاشہ سید الشہدا بے غسل و کفن جلتی ریت پر پڑا رہا اور ایسی مظلومیت
و بیکسی برس رہی تھی کہ کفار کو بھی رحم آ گیا چنانچہ زبدۃ المصائب میں لکھا ہے کہ سترہ
محرم کو یہودیان مسیب لاشہ شہدا کو دفن کرنے آئے زنان بنی اسد اپنی دہنیاں ساحل
فرات پر چرا رہی تھیں انہوں نے یہودیوں سے کہا کہ تم لوگ کافر ہو ان لاشوں کو ہاتھ
نہ لگانا اور جا کر اپنے مردوں کو ملامت کی کہ تمہارے نبی کا نواسہ خاک و خون میں غلطاں
بیگور پڑا ہوا ہے اور تم دفن نہیں کرتے روز حشر سو لہذا و سیدہ عالم کو کیا مونہہ دکھاؤ گے
وہ کہنے لگے کہ لشکر عمر سعد ذرا دور نکل جائے تو دفن کرینگے یہ سننا تھا کہ عورتوں نے اپنی
چادریں سروں سے اُتار کر مردوں پر ڈالدیں اور کہا کہ تم گھروں میں بیٹھو ہم اپنی بی بی
فاطمہ کے لال کو دفن کرتے ہیں اگر ہم قید ہو گئے تو کوئی قباحت نہیں اسلئے کہ رسول
زادیاں بھی قید ہیں مردوں کو غیرت آئی اور دفن لاشہائے شہدا کے لئے چلے عورتیں
بھی یہ کہکر ساتھ ہو گئیں کہ تم دفن کرنا اور ہم بیا سونکی قبر و نپر پانی چھڑکیں گے
یہ سب مقتل میں پہنچے چار آدمی چار جانب اسلئے مقرر کر دئے کہ اگر کوئی ادھر کو
آتا ہو تو خبر کر دیں ناگاہ نگہبان راہ کوفہ دوڑتا ہوا آیا اور خبر کی کہ اسطرف سے

غبار نمودار ہوا ہے وہ لوگ پوشیدہ ہو گئے دامن غبار سے ایک سوار نکلا جو یہاں پہنچکر ناقہ سے اُترا ان لوگوں نے دیکھکر معلوم کیا کہ کوئی دشمن نہیں ہے بلکہ ایک جوان بیمار و لاغر پاؤں میں زنجیر کا نشان، گلے میں طوق خاردار کا زخم اور منہ پر نقاب ہے قرینہ سے سمجھے کہ ان لاشوں کا وارث ہے سب نکلکر آئے سلام کیا ناقہ سوار کا نام پوچھا بیمار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا کہ میں زین العابدین ہوں اور اپنے باپ کے دفن میں شرکت کی غرض سے آیا ہوں وہ لوگ کہنے لگے کہ مولا ہم سے علیحدہ علیحدہ قبریں نہ کھد سکیں حضرت نے ایک نشان کر دیا کہ یہاں گڑھا کھود کر سب کو ایک جگہ دفن کر دو شہداء کو اس طرح سپرد خاک کر دینے کے بعد انہیں ایک مرد پیر کی لاش نظر آئی حضرت نے فرمایا کہ یہ ہمارے باپ کے بچپن کے رفیق حبیب ہیں انکو بھی دفن کر دیا گیا پھر ایک جوان کی لاش ملی حضرت کے سامنے لائے تو آنحضرت نعرہ فرما کر رونے لگے اور فرمایا کہ یہ میرے بھائی ہمشکل پیغمبر کا لاشہ ہے عزادارو اس جوان رعنا کی لاش کو دیکھکر اور جوانی کا تصور کر کے بنی اسد بھی رونے لگے اور دفن سے فارغ ہو چکے تو ایک لاش کنارہ فرات پر نظر آئی مگر اس لاش کی عجیب ہیئت دیکھی دونوں شانے قلم، تمام جسم پارہ پارہ اور چھوٹی سی مشک پاس پڑی ہوئی تھی ان لوگوں نے اس لاش کو اُٹھانا چاہا جس عضو کو ہاتھ لگاتے تھے اپنی جگہ سے جدا ہو جاتا تھا امام زمانہ سے آ کر کہا کہ یا حضرت وہ لاش اُٹھانے کی قابل نہیں ہے حضرت خود دریا پر تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ ہمارے چچا عباس کی لاش ہے کیوں مومنین کیا آپ سنیں گے کہ سقائے سکینہ کی میت کیونکر دفن ہوئی آہ سید الساجدین نے جسم اقدس کے تمام ٹکڑوں کو عبا میں جمع کر کے قبر میں رکھا بنی اسد کہنے لگے کہ یا مولا ایک نشیب میں کسی کی لاش پڑی ہوئی جسکے زخموں کا شمار نہیں اور اس سے عجائب غرائب ظاہر ہوتے ہیں فرمایا کہ وہ میرے بیکس باپ کی

لاش ہے اسکو میں خود دفن کرونگا اسلئے کہ امام کو امام ہی دفن کرتا ہے یہ فرما کر قریب لاش آئے اور وہ جگر خراش بین کئے کہ سننے والوں کے دل پاش پاش ہو گئے۔ راوی کہتا ہے کہ سیدِ سجاد کے بین پر وہ لاش حرکت میں آئی اور گلوئے بریدہ سے ایک آواز پیدا ہوئی امام زین العابدین دونوں ہاتھ پھیلا کر تن بے سر سے لپٹ گئے اور اسقدر گریہ فرمایا کہ غش آگیا جب غش سے افاقہ ہوا تو قبر کھودنی شروع کی تھوڑی سی زمین کھودی تھی کہ ایک قبر نمودار ہوئی جسپر لکھا تھا کہ یہ حسین بن علی کی قبر ہے ادھر آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی میت کو قبر میں اتارنا چاہا اور اُدھر دو ہاتھ بالین قبر سے ظاہر ہوئے آواز آئی کہ ای زین العابدین مجھ دکھیا کے فرزند کو میرے ہاتھوں پر رکھدو آپ نے لاش پدر ان ہاتھوں کی سپرد کیا اور دفن و زیارت سے فارغ ہو کر بقوت اعجاز اسیر و قافلہ میں پہنچ گئے

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ۱۵ آیات بینات، اثبات گریہ و بکا و عزائے سید الشہداء، آنحضرت کی آخری نماز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ الْمُهَيْمِنُ الْمُسْتَعَانُ فِيْ كِتَابِهِ الْقُرْاٰنِ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ خداوند عالم کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ سب سے پہلے جو گھر آدمیوں کیلئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے وہ بابرکت اور اہل عالم کے لئے باعث ہدایت ہے اسمیں روشن نشانیاں ہیں جنمیں سے ایک مقام ابراہیم ہے جو اسمیں داخل ہوتا ہے وہ امن میں رہتا ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

گزشتہ مجلس میں منجملہ آیات بینات بارہ آیات ذکر کی جا چکی ہیں اس مجلس میں

پانچ آیتیں بیان کرنا چاہتا ہوں اسلئے کہ بارہ کی طرح یہ عدد بھی مبارک ہے کیا اچھا ہو کہ مبارک گھر کے ذکر میں مبارک عدد کا بھی سلسلہ رہے اور خمسہ نجباء شاہد ہیں کہ اُن کے دوستدار اُن کے آثار کی اشاعت کر رہے ہیں اور ہم تو کہتے ہیں کہ جنت وجہنم کا فیصلہ پانچ ہی پر ہے جہاں یہ پانچ ہونگے وہی جنت ہو جائیگی اگرچہ پہلے سے جہنم ہو اور جہاں سے یہ پانچ علیحدہ ہو جائیں گے وہی جہنم ہے اگرچہ اس سے قبل جنت ہو غور فرمائے کہ نار اور نور میں پانچ کا فرق ہے نار کے عدد بحساب ابجد ۲۵۱ ہیں اور نور کے ۲۵۶ انہیں پانچ کو اگر نور سے جدا کیجیے تو نار ہو جائیگی اور نار میں شامل کر دیجیے تو اُنکی برکت سے آگ کے شعلوں کی جگہ پھول برسنے لگیں گے اور نور ہو جائیگا اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اسی لئے میں آج آیات کے تذکرے میں پانچ کے عدد کا انتخاب کرتا ہوں چنانچہ پہلی آیت یہ ہے کہ کسی پرند کی یہ طاقت نہیں کہ خانہ کعبہ کے اوپر کو ہو کر گزر جائے اگر طیور قطار باندھے ہوئے بھی آتے ہیں تو کعبہ کے بالائی محاذ میں آکر قطار شگافتہ ہو جاتی ہے اور پرند ادھر اُدھر ہو کر گزر جاتے ہیں اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

دوسری آیت مقام ابراہیم ہے جو آیت میں صراحۃً مذکور ہے یہ وہ مقام ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم بیت اللہ کو بناتے تھے اس پر حضرت ابراہیم کا نقش قدم ہے یہ پتھر زمانہ جاہلیت میں اسی جگہ رکھا تھا جہاں اب ہے ایک زمانہ میں جناب رسالتمآب نے اسے دیوار کعبہ کے قریب رکھوا دیا تھا مگر خلیفہ دوم نے پھر اسکے لئے زمانہ جاہلیت ہی کی جگہ تجویز فرمائی سچ ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ جناب رسالتمآب کو حضرت ابراہیم کی رائے سے اتفاق اور آپ کو عہد جاہلیت کا فعل پسند لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

تیسری آیت چاہ زمزم ہے جو جناب اسمٰعیل کی یادگار ہے کہ آپ کے ایڑیاں رگڑنے سے یہ چشمہ جاری ہوگیا تھا اور سب حجاج اس سے تبرکاً غسل کرتے ہیں، اسکو پیتے ہیں

اور اپنے ساتھ رکھتے ہیں اللّٰہُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔

چوتھی آیت حجرِ اسود ہے پہلے یہ پتھر سفید تھا مگر ایام جاہلیت میں کفار کے مس کرنے اور بوسہ دینے سے سیاہ ہوگیا اور حجرِ اسود کہلانے لگا۔ اللّٰہُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔

پانچویں آیت عظمیٰ اور علامت کبریٰ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی محمل شریف ہے سبحان اللہ کیسی عجیب و غریب آیت ہے محمل اور پھر محمل بھی حضرت عائشہ کی محمل اور ایسی محمل کہ جسکو دیکھتے ہی ناظرین کو خیال آتا ہوگا کہ آپ نے اسی پر سوار ہوکر کیا شان و تجمل سے خلیفۂ رسول پر چڑھائی کی ہوگی دونوں طرف اصحاب رسول، عشرہ مبشرہ کل تو فتوے قتل عثمان کا دیا جارہا تھا اور آج قصاص طلب کیا جارہا ہے اور مسلمانوں نے بھی کیسے انہماک سے اس یادگار کو قائم رکھا کہ آجتک جاری ہے آخر کیوں نہ رکھتے مرد تو لڑائیاں لڑا ہی کرتے ہیں عورت کی نبرد آزمائی درحقیقت ضرور اس قابل ہے کہ اسکی یادگار قائم کیجائے اللّٰہُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔

اس یادگار کو دیکھکر ارباب انصاف کے ذہن اسطرف بھی ضرور جاتے ہونگے کہ یہ محمل زمانۂ رسول سے نکلتی ہے یا بعد رسول آغاز ہوا ہے پہلی صورت تو کسیطرح ممکن ہی نہیں اسلئے کہ کسی کی یادگار اسکے بعد ہوا کرتی ہے اور جنگ جمل و وفات عائشہ دونوں بعد رسول کے واقعات ہیں پھر انکی یادگار زمانۂ رسول میں کیونکر قائم ہوسکتی ہے اور دوسری صورت میں لازم آتا ہے کہ یہ بدعت ہو اگر ایسا ہے تو سُنّت کے شیدائی، دلدادۂ سُنّت سُنّت کا گیت گانیوالے کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کو کیوں بھول گئے شاید یہ کہیں کہ قرآن میں اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (خدا و رسول کی اطاعت کرو) کے ساتھ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اور صاحبان امر کی اطاعت کرو) بھی آیا ہے اور یہ محمل میر اسلام سلطان روم کے عہد حکومت سے نکلتی ہے لہذا اسکا نکالنا اور دیکھنا عبادت ہوا اگر اسپر ہم یہ کہیں گے کہ تعزیہ سید الشہداء کے متعلق بھی کم ازکم یہی مان لیجئے کہ تیمور لنگ بادشاہ اسلام

کے زمانہ سے نکلتا ہے لہذا عبادت ہے پھر اس فتوے کا کیا ماحصل رہا کہ تعزیہ دیکھنے سے
نکاح ٹوٹ جاتا ہے جسکی پھر تجدید نہیں ہو سکتی اور خدا کے لئے یہ بھی بتا دیجئے کہ کس نے تعزیہ
نہیں دیکھا کتنے کے نکاح ٹوٹ گئے اور پھر فسخ نکاح پر کتنے زن و شوہر
میں جدائی ہوئی اور اگر نہیں ہوئی تو اولاد کا کیا حشر رہا اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد۔
درحقیقت یہ زمانہ کی نا اہلیت اور حق سے بلا وجہ عداوت ہے کہ فرزند رسول کے اتنا
کو دیکھکر چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں حسین نے ایک فیض عام جاری کیا تھا' نجات ابدیت
کے وسائل مہیا کئے تھے' فلاح اسلام کے راستے جاری کئے تھے' ایک ایسی دنیا بسائی
تھی جسمیں سیکڑوں بستیاں قائم کی تھیں اور مطلب یہ تھا کہ رہنے والا جس بستی میں چاہے
رہے اور جس راستہ پر چاہے چلے اگر وہ اس دنیا کے مالک اور راستہ کے موجد کے حقوق ادا
کر رہا ہے تو سیدھا جنت میں پہنچے گا اور محبت خدا نے ایک مائدہ رحمت و نعمت بچھا دیا تھا
کہ لینے والا جس نعمت پر چاہے ہاتھ ڈالدے مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ ذریعہ نعمت کون ہے
اور اسکا شکر کس حد تک ضروری ہے اگر ایسا ہے تو وہ نعمت بھی بابرکت ثابت ہوگی
ورنہ وہی نعمت و رحمت' نقمت و زحمت بن جائیگی مگر سچ یہ ہے کہ دنیا بالکل غلط راستہ
پر چلی رحمت کو زحمت نعمت کو نقمت اور سنت کو بدعت بنا لیا' خود ہی فتویٰ دیا کہ تعزیہ
دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جائیگا اور خود ہی تعزیہ دیکھا اسپر طرہ یہ کہ اولاد بھی نجیب و شریف بنی!
اب سچ بتائیے کہ یہ خیال اپنے ہی لئے وبال ہوا یا نہیں' قرآن و حدیث اور تاریخ کے
حروف ابھر ابھر کے ہمیں بتا رہے ہیں کہ نعمتوں کا استخفاف کرنیوالے کہیں زیادہ توہین آمیز
اور عبرتناک بلاؤں میں مبتلا ہوتے چلے آئے ہیں سب سے پہلی سربرآوردہ اور جلیل القدر نعمت
نبوت امامت ہے جسکی اسلام میں عجیب ناقدری کی گئی ہے مگر قادر مطلق کی قدرت
کو دیکھئے کہ جنہوں نے امیر المومنین محبت اللہ نعمت خدا علی مرتضیٰ کی امامت کو بیوقعتی کی
نظر سے دیکھا وہ امیر معاویہ کے ہاتھوں میں مبتلا ہوئے" جس نے فرزند رسول حسین شہید

کی قدر نہ کی وہ یزید جیسے مسلم شرابخوار و بدکار کا غلام بدانجام بنا جسنے غم و ماتم حسین کا استخفاف کیا اسکو غیر مسلم لوگوں کے غم میں ماتم کرنا پڑا کہاں گئے مرثیہ حسین اور عزائے سید الشہدا پر اعتراض کرنیوالوں کے عزتے جو مرثیہ اور نوحہ کی توہین پر قائم ہے بعض تلک کانپور کو شہید نہ ماننے اور کوچہ و بازار میں دہہار نوحہ ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو نہ پڑھتے جنہوں نے عزاداری اور نوحہ خوانی حسین سے بیزاری ظاہر کی بلکہ طرح طرح کے ہذیان بکے اور کیوں نہ کرتے جبکہ رسول ہی ہذیان گو ہوا اسکو خود بھی ایسا ہی ہونا چاہئے انکو ایسے لوگوں کا ماتم کرنا پڑا اور نوحہ خوانی نصیب ہوئی جنکے سامنے تبلیغ۔ مذہبی ہمدردی اور قوم کی خیرخواہی بھی آتی ہوئی شرماتی تھی گو اپنے نزدیک وہ لیڈر بھی تھے اور خیرخواہ قوم بھی، مبلغ بھی تھے اور دلدادۂ حریت بھی مگر حقیقت یہ ہے کہ نفس پرستی اور جاہ طلبی زیر لب تبسم اور قومیت و لیڈری سر برہنہ ماتم کرتی ہوئی مذہبیت کے جنازے کی مشایعت کر رہی تھی۔

لفظ 'لیڈری' میں غالباً لفظ 'امامت' سے کچھ کم دلچسپیاں نہیں بلکہ کشش و جذب قلوب کی جہت سے دونوں ملتے جلتے ہیں صرف زبان کا فرق ہے یہانتک کہ جب یہ لفظ مسلمان ہوا اور اہل اسلام میں سے بعض گروہ اسکی طرف بڑھے تو یہ لفظ 'خلافت' سے مبدل ہو گیا جو لوگ قرآن و تاریخ اسلام سے باخبر ہیں انپر یہ بات اچھی طرح عیاں ہو گی کہ اس شیریں اور دلچسپ عہدے پر ابتدائے خلقت آدم سے لیکر اسوقت تک کیا کیا معرکہ آرائیاں ہوتی رہی ہیں اور زیادہ لطف آئیگا جب وہ حضرات خلافت کے اختلافات اور ہنگامہ بازیوں کو لیڈری کے تفرقات اور نزاعات پر منطبق کرینگے، ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ آج لیڈری پر پبلک کا بالکل وہی ہجوم، وہی لپک اور وہی پسندیدگی و جستجو ہے جو پہلے اس امت کی امامت کے متعلق تھی جسطرح پہلے ہر کس و ناکس خلافت کا طماع تھا اور ہر قابل و ناقابل خلیفہ و امام بن بیٹھتا تھا اسیطرح اب بھی ہر اہل و نااہل لیڈری کا حریص ہے اور ہر عالم و جاہل قومی نمایندہ اور لیڈر بن جاتا ہے

جیسے کبھی پہلے باطل خلفاء و ائمہ کیطرف نا شکر گزار مخلوق جھک پڑتی تھی ؛ دنیا پرست ماموین جوق جوق جمع ہو جاتے تھے ویسے ہی اب بھی کاذب اور دنیا ساز لیڈروں کیطرف کوتہ اندیش پبلک کی مرجعیت ہے ' جس صورت سے کبھی شکم پرست اور تن پرور خلفاء باطل برحق سمجھے جاتے تھے اسی صورت سے اب بھی قطاع طریق لیڈر اپنی خواہ قوم خیال کیے جاتے ہیں ' جسطرح ایام گزشتہ میں مفسد ' سرکش ' خونریز اور مسلمانوں کا مال غاصبانہ ہضم کر جانیوالے لوگ جاہل ماموین کے امام تھے اسیطرح اب بھی پبلک کو لوٹنے کھسوٹنے والا ' اور آئین امن و امان کو توڑ کر فساد پھیلانیوالا طبقہ لباس لیڈری سے آراستہ سمجھا جاتا ہے ' سنا ہے کہ اگلے زمانہ میں گوشہ نشین ' عزلت پسند اور حقیقی مبلغ کس مپرسی کے عالم میں تھے ' دینی بادشاہ ناقابل سلطنت و حکومت سمجھے جاتے تھے ۔ ایثار پیشہ اور اپنا پیٹ کاٹکر رعایا کی پرورش کرنیوالے امام امامت سے معزول سمجھے جاتے تھے ' گردن میں رسی ڈلوانے والے ' پشت پر لاد کر مسکینوں کے یہاں کھانا پہنچانیوالے ' اپنی قوم کو اپنی جان سے زائد عزیز رکھنے والے ' خود محنت و مزدوری کر کے زندگی بسر کرنیوالے اور بیعت کفار کو چھوڑ کر اصلی حریت کا سبق دینے کے لئے اپنی گردن کو نذر تیغ کر دینے والے سچے خلفاء و ائمہ عبث و بیکار سمجھے جاتے تھے مگر اب تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ خلفاء برحق اور ائمہ معصومین کے جانشین مور و ملخ سے زائد بیکار سمجھے جاتے ہیں ' انکو پابند مزاج اور تاریک خیال بتلایا جاتا ہے اور انکے لئے کہہ دیا جاتا ہے کہ کوئی عالم اور واعظ فلاں ذکر کو نہ بیان کرے اسلئے کہ وہ بغض صحابہ کو ہیجان میں لاتا ہے افسوس منبر و منبر کفار کا ذکر ہیجان میں نہ لائے اور رسول کے جگر بند کے اذکار ہیجان میں لانیوالے قرار دئے جائیں ۔

علم و تعزیہ کا استخفاف کرنیوالے اگر مردگان امرتسر کی یادگاریں نہ بنواتے اور منصب طلبی کے جھنڈے نہ اٹھائے پھرتے تو کچھ نہ کچھ استقلال و استقامت کی جھلک آ ہی جاتی اگرچہ وہ باطل ہی پرستی مگر انصاف کی آنکھیں خون برساتی ہیں

کہ تعزیہ امام حسین اور علم حضرت عباس کے اُٹھتے ہی شور مچ گیا، مفتیان مفت خور کے قلم زہر اُگلنے لگے، کاغذ قلب کافر کی طرح سیاہ ہو گئے اور بندگان زندگی نشان برداری اور عزاداری کا غلغلہ ہوا تو دم بھی نہ مارا، چو دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد، یوں نعمت خدا کا استخفاف کرنے والے بدترین ذلت میں گرفتار ہوتے ہیں۔

جس جگہ حضرت عین خاتم نبوت کے حرم کو بھینٹ غالی کیا، منبر رسول پر فاصبانہ تصرف کیا انکی ظلمت رفتار پر اسلام کا بیڑا آنکھوں کے سامنے غرق ہوتا رہا اور غیر مسلمین حرم مساجد و منبر رسول پر کھڑے وعظ و لکچر کہتے رہے، زمانہ کا انقلاب بزبان حال اُنسے کہہ رہا تھا کہ افسوس اہل اسلام میں سے کوئی تم کو اس حرم و منبر کی قابل نہ ملا تو پھر کیا اسلام کے قائم رہنے کی امید کرتے ہو فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَار، امام عصر حجت اللہ مہدی قائم صلوٰۃ اللہ علیہ و علی آبائہ الکرام کیا مسٹر گاندھی سے بھی وقعت میں کم ہیں کہ سیاہ دل فرقہ انکے وجود کا انکار کر رہا ہے اور چار و ناچار مسٹر مذکور کو مقتدیٰ و پیشوا ماننا پڑ رہا ہے العیاذ باللہ یہی مطلب ہے اس حدیث کا جسکو سطور بالا میں بھی ہم اپنے الفاظ میں بیان کر آئے ہیں

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْعَمَ عَلٰى قَوْمٍ بِالْمَوَاهِبِ فَلَمْ يَشْكُرُوْا فَصَارَتْ عَلَيْهِمْ وَبَالًا وَابْتَلٰى قَوْمًا بِالْمَصَائِبِ فَصَبَرُوْا فَصَارَتْ عَلَيْهِمْ نِعْمَةً

صادق اہلبیت کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم کسی قوم پر اپنی بخششوں کی نعمتیں نازل فرماتا ہے مگر وہ لوگ اسکا شکر نہیں کرتے تو وہ نعمتیں ان کے گلے کا ہار اور وبال جان ہو جاتی ہیں اور کسی قوم پر (امتحاناً) مصائب نازل فرماتا ہے لیکن وہ اُنپر صبر کرتے ہیں تو وہ مصائب نعمتیں ہو جاتے ہیں یعنی ناشکرے بندوں نے عادل و منصف ائمہ اہلبیت کی ناشکری کی، اس نعمت کا کفران کیا تو اُن کو ظالم و خونخوار سلاطین و خلفاء ملے اور وہ مفسدین و ظالمین کے پیرو کہلائے اور جنہوں نے ظالم و خونخوار بادشاہوں کے مظالم اُن کے نازل کردہ مصائب پر صبر کیا تو خداوند عالم نے قیامت تک کیلئے ہمارے واسطے ایک ایسے امام عادل و قائم کو

خلعت حیات بخشدیا کہ جو زمین کو عدل و انصاف سے اُتنا ہی پُر کر دیگا جتنا کہ اُس سے
قبل نا منصف سرداروں اور ظالم حکمرانوں کے ظلم و فساد سے بھر گئی ہوگی، اور ہم معصومین
و طاہرین کے تابع ٹھرے یہانتک کہ حُسن اتفاق سے سلطنت بھی ایسی ہے کہ جو اسلام
کے ارکان مذہب و مراسم شرع کی ترویج و اشاعت میں بالکل حارج نہیں، ہم آزادی سے
نام حسین بھی لے سکتے ہیں، مجلس بھی کر سکتے ہیں، تعزیہ داری بھی کرتے ہیں اور امام قائم
کے جشن میلاد کو بھی باطمینان مناتے ہیں اسی لئے تو بادشاہ عادل بھی ایک نعمت ہے
بشرطیکہ وہ عادل ہو اگر عادل ہے تو باعث شکر ہے اگرچہ غیر مسلم ہی ہو ورنہ اگر ظالم ہے
تو عذاب الہی ہے گو کیسا ہی کلمہ گو ہو اسوجہ سے کہ کافر کا کفر صرف اسکی ذات کے لئے
مضر ہے اور ظالم کا ظلم مردم آزاری کا باعث ہے، دیکھیے نا کہ نوشیرواں عادل کو اسکی
عدالت کا آخرت میں یہ ثمرہ مل رہا ہے کہ اگرچہ جنت میں نہیں جا سکتا مگر آتش دوزخ
بھی اذیت نہیں پہنچا رہی، اور دنیا میں جو اُسے پھل ملا ہے اسپر تو جتنا بھی ناز کرے کم ہے
کہ نہ عدالت کو اپنا شعار بناتا اور نہ اُسکی پوتی کے بطن سے نو امام پیدا ہوتے اور
بطن بنت کسریٰ کا نواں ہوتی تو ایسا عیش رہا اور پُر آب ہے کہ خود آپ بھی اسپر ناز
اور شاتوں جنت کے قریب فردوس بریں میں قیام فرما ہونگی، ایسا فخر خاندان
اور ارجمند فرزند کہ دنیا کے ہر ہر خطہ کا بادشاہ، ہر خشک و تر کا مالک اور جناب عیسیٰ
جیسے با اقتدار نبی کا مقتدیٰ ہوگا گو اس سے بھی لوگ جہاد کرینگے مگر نتیجہ وہی ہوگا
جو ہم کو ہادی برحق نے تعلیم فرمایا ہے کہ تین آدمیوں سے لڑکر انسان ذلیل و خوار ہوتا ہے
بادشاہ وقت سے، قرضخواہ سے اور باپ سے، دنیا سبق لے قول امام سے واقعہ نگاری
اور فلسفیت و جامعیت کا عجب بھی کوئی قول اپنے مصداق پر اگر مطابق ہوتا ہے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے صدف کے اندر موتی رکھدیا بڑے بدبخت ہیں وہ لوگ کہ
حقیقت آمیز احادیث کو چھوڑکر عیارانہ اقوال کیطرف گئے اور کھرے کھوٹے میں

تمیز نہ کر سکے، اگر ایسا نہ ہوتا تو عزاداری حسین میں ہی کیوں چون و چرا ہوتی ہمیں فخر ہے کہ ہم ان اقوال کو ماننے اور لوح عمل بناتے ہیں جو سراسر قرآن کی تفسیر اور قول رسول کی شرح ہیں نہ مانے دنیا مگر ہمیں ناز ہے کہ ثقلین سے اچھی طرح تمسک کئے ہوئے ہیں، اور رسول کی وصیت یاد ہے ایک ہاتھ میں قرآن صامت کے اوراق کا مجموعہ، دوسرے ہاتھ میں قرآن ناطق کا دامن اور اسیطرح اسی شان سے در جنت پر پہنچیں گے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔

ائمہ کے فیصلہ کن اقوال جو اثبات عزا میں استدلالاً لائے جا سکنے میں غیر معمولی تعداد میں موجود ہیں حدیث مَنْ بَکٰی عَلَی الْحُسَیْنِ سنی ہوئی ہے، نفس المھموم فنبا تسبیح (ہمارے غم میں سانس لینا اجر و ثواب میں تسبیح کی برابر ہے) معلوم ہی ہے کُلُّ عَیْنٍ بَاکِیَۃٌ آپ سنتے ہی رہتے ہیں یہ سب وہ دلائل قاطعہ اور حجج ساطعہ ہیں جنکی تفصیل وقت طلب ہے مختلف مجالس میں یہ چیزیں آئندہ آتی ہی رہیں گی۔ نیز میں دنیا کی ضلالت بالائے ضلالت یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ ائمہ ہدیٰ کے ارشادات سراپا ہدایات کو نقل کہکر ٹال دیا جاتا ہے اور نئی تاریکی جھونٹ موٹ عقلی دلائل طلب کرتی ہے لہذا مذاق زمانہ کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے نقلی مواد میں سے انہیں دو چار احادیث کی یاد دہانی پر اکتفا کر کے گریہ و بکا اور عزائے سید الشہداء کو عقلی میدان میں لانا چاہتا ہوں۔

دنیا کیسا ہی استخفاف اور کتنی ہی ناقدری کرے مگر خون ناحق چھپانے سے چھپ نہیں سکتا اور پھر خون ناحق بھی فرزند رسول کا، جسکا فریضہ ہی یہ تھا کہ خود بہ جائے اور دین اسلام کو زندہ کر جائے، خود فنا ہو جائے مگر ثقلین کے فریضہ کو ادا کر کے قیامت تک کے لئے اپنا رنگ جما جائے، خود نہ رہے مگر اس سے ہمدردی رکھنے والا فرقہ ہمیشہ ہمیشہ اسکا ذکر کرتا رہے جس سے اسلام کی آبیاری ہوتی رہے، غور تو کیجئے کہ خون حسینؑ نے فرقہ حقہ کی بنیادیں کس درجہ مستحکم کر دی ہیں اگر تعزیہ داری علمداری مجلس و ماتم

اور اسپر گریہ و بکا کا سلسلہ نہوتا فرقہ شیعہ اسکو برپا نہ کرتا رہتا تو کیا قرآن قیامت میں کہہ سکتا تھا کہ مجھپر کسی نے دنیا میں عمل کیا اور کوئی ناجی فرقہ ایسا مل سکتا تھا جو اپنا ایمان و عمل قرآن مجید پر ثابت کر سکے اگر سید الشہدا کی یادگاریں نہوتیں تو معاندین ملت معقہ پھولے نہ سماتے اور اپنے اس اعتراض کی نہ معلوم کیا وقعت سمجھتے کہ شیعوں کا ایمان و عمل قرآن پر نہیں* میں کہتا ہوں کہ قرآن پر ایمان و عمل ثابت کرنے کا طریقہ ایک یہ ہو سکتا ہے کہ احکام قرآن کو جدا جدا منظر عام پر لائیں اور ہر ہر حکم کے متعلق اپنے اور غیروں کے ایمان و عمل کا اندازہ کریں مگر آپ جانتے ہیں کہ اسکے لئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے سردست میں قرآن کا ایک حکم میدان امتحان میں لاکر رکھتا ہوں اگر سوائے ہمارے دنیا بھر میں کسی کو [illegible] تو ثابت کرے کہ اس حکم کے متعلق اسکے ایمان و عمل کا کیا معیار ہے ارشاد ہوتا ہے فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا (ہنسو کم اور روؤ زیادہ) حسبنا کتاب اللہ کے دعویدار اس حکم پر عمل کر کے دکھلائیں اگر نہ کر سکے تو وہ قرآن کی مخالفت ہے اور اگر عمل کر کے دکھایا تو وہ عمل قہری اور کلیہ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ کا جزئیہ ہے، اگرچہ قدرت نے فطرتاً یہ بند و بست کر دیا تھا کہ انسان کی عمر کا سب سے پہلا لمحہ اور ساعت نخستین رونے میں گزرے۔ بکا کو ہر انسان اگر وہ انسان ہے تو حیات انسانی کی علامت سمجھے جو بچہ پیدا ہوتے ہی اس فطری رسم کو ادا کرتا ہے یعنی روتا ہے تو اعزا خوش ہوتے ہیں اور اسکی زندگی کا یقین کر لیتے ہیں، کیوں؟ اسلئے کہ پیدا ہوتے ہی اس نے فطرۃ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا اور اگر نہیں روتا تو اقربا اسکی زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں اسلئے کہ اُسنے فطرت و قدرت کے خلاف عمل کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زندہ قومیں کہلائی جا سکتی ہیں تو صرف وہی کہ جنکا معیار عمل گریہ و بکا ہے دوسری قومیں ہرگز حقیقی اور روحانی زندگی نہیں رکھتیں پھر جب عمومی معنا زندگانی دنیا کی علامت ہے تو حسین شہید پر رونا زندگانی جاوید کا باعث کیوں نہو جو شہیدوں کا درجہ ہے اب پورے طور پر قول معصوم شِيعَتُنَا

معنا فی درجتنا یوم القیمۃ (ہمارے شیعہ قیامت میں ہمارے ساتھ ہمارے ہی درجہ میں ہونگے) کی تحقیق ہوگئی اور ثابت ہوگیا کہ گریہ حسین پر اسقدر ثواب ملجانا موجب تعجب نہیں رہا اللّٰھم صل علی محمد وآل محمد۔

بہرحال رونا علامت زندگی ہے چنانچہ جو بچہ بعد ولادت فوراً روتا ہی اسکو زندہ سمجھا جاتا ہے ورنہ نہیں اور آپنے خیال فرمایا ہوگا کہ بچہ پیدا ہوتے ہی جب روتا ہے تو اُسکے آنسو نہیں نکلتے بلکہ مدت تک ویسے ہی چیخا بلبلایا کرتا ہے آنسو ایک بھی نہیں نکلتا اسلئے کہ اس سن میں وہ رطوبات تیار نہیں ہوتیں جسکے آنسو بنتے ہیں جب بچہ بغیر آنسوؤں کے روتا ہے تو اس رونے کو رونا بھی نہ کہا جائیگا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ رونیوالوں کی صورت بناتا ہے اور اسی صورت بنانے کو علامت زندگانی دنیا سمجھا جاتا ہے جب معمولاً رونیوالوں کی صورت بنانے کو علامت زندگانی دنیا سمجھا جاتا ہے، تو مصائب حسین پر رونیوالونکی صورت بنانے والوں کو مالک زندگانی جاوید کیوں نہ سمجھا جائے۔ اللّٰھم صل علی محمد وآل محمد

اب یہ بھی پوشیدہ نہیں کہ اس بچہ کو رونے سے روکنا کتنا بڑا سخت ظلم ہے اور اسکو جبراً رونے سے روک دینے والا کس درجہ ظالم اور خدا کے نزدیک گنہگار ہوگا اگرچہ اس جبر و تشدد سے وہ خموش ہوجائے مگر دنیا اندازہ نہیں لگا سکتی کہ اس فطرتی اور قدرتی قضیہ کے ٹوٹ جانے سے اسکو کتنا صدمہ پہنچیگا اسیطرح اس فرقے کے صدمہ و مظلومیت کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا جو حسین مظلوم پر رونے سے بجبر و تشدد روکا جاتا ہے، نہ روکنے والوں کے ظلم و بیدردی کی کوئی انتہا ہے، اور نہ ہم بتلا سکتے ہیں کہ خدا کے نزدیک وہ کس قدر گنہگار و معصیت کار ہونگے اللّٰھم صل علی محمد وآل محمد

بہرصورت اس فطری قانون کی لوگوں نے قدر نہیں کی یہ ان کا فعل اور ایسا فعل ہے کہ اگر جہنم سے ہل من مزید کی آواز آئیگی تو یہ بھی ہمیشہ جاری رہے گا ہم کو یہ دکھانا مقصود ہے کہ حکم فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا پر کس فرقے نے عمل کیا اگر برا

استقراء غلطی نہیں کرتا تو پورے پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ عالم میں جتنے مذاہب بھی ہیں ان سب کے سال فرحت و سرور کے ساتھ شروع ہوتے ہیں سب اپنے سال کے پہلے دن میں خوشیاں مناتے ہیں سب کے نوروز تہنیت و مبارکباد کے ساتھ شروع ہوتے ہیں، مصافحے ہوتے ہیں، ہدایا و تحائف پیش کئے جاتے ہیں مگر جن لوگوں کو خاص آل عبا قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ تبلا گئے ہیں اور جو قرآن پر صحیح صحیح عمل کرنیوالا فرقہ ہے اسکا سال آہ و بکا کے ساتھ شروع ہوتا ہے اُدھر عمر کا پہلا لمحہ رونے میں گزرا ہے ادھر قرآن پر عمل و ایمان رکھنے والوں کے سال کی ابتدا الٓمٓ آل محمد سے ہوئی۔ حدیث و قرآن سے معیت قرآن و اہلبیت ثابت ہے، اب ذرا غور فرمائیے کہ خامس اہلبیت نے کسطرح ثقلین کی معیت ثابت کی کہ اگر محبان حسین کا سال گریہ و بکاء اہلبیت کے ساتھ شروع ہوا تو قرآن کی ابتدا بھی الف۔ لام۔ میم یعنی الٓمٓ آل محمد سے ہوئی۔

اس تقریر سے یہ واضح ہو جانے کے علاوہ کہ گریہ و بکا اور عزائے اہلبیت کا فطرت و طبیعت سے ایک مضبوط ربط ہے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اسی عمل نے حق و باطل کو جدا جدا کر دیا اسی سے یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن پر عمل کرنے والا فرقہ کون ہے، یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ دامن ثقلین کس کے ہاتھ میں ہے اور اصل مقصد یعنی اس امر پر بھی استدلالی روشنی پڑ گئی کہ اسکا اجر و ثواب جسقدر بھی ہو کم ہے پھر بھی دنیا کسقدر ناانصاف ہے کہ ایسے عظیم الشان لائحہ عمل کو کس نظر سے دیکھتی ہے اجر و ثواب گریہ و بکا میں چون و چرا کیجاتی ہے، کہا جاتا ہے کہ ایسے معمولی عمل خصوصاً برابر برعکس آنسو نکلجانے پر جنت کا واجب ہو جانا قرین عقل نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ بالکل مطابق عقل اور دلائل عقلیہ سے ثابت ہے لیکن جو عقل سے بے بہرہ ہو اسکا کہنا بھی باعث تعجب نہیں کہ گریہ و بکا او عزائے اہلبیت اس اجر و ثواب کی قابل نہیں،

آپ غور فرمائیں کہ مجلس گریہ و بکا اور آنکھ سے نکلا ہوا ایک گوہر اشک یہ سب چیزیں

ایک ہدیہ و تحفہ ہیں جسکو ہم دربار حسینی میں بھیجتے ہیں اور رسم عزائے حسین بالکل ویسے ہی ادا کیجاتی ہے جیسے مومنین اپنے مُردوں کے لئے ادا کرتے ہیں جسطرح یہاں تاریخ وفات میت پر بطور تعزیت برسی کی جاتی ہے اسیطرح روز عاشورہ جو یوم وفات سید الشہدا ہے تعزیت کا جوش و خروش ہوتا ہے جسطرح عام مُردوں کی فاتحہ سیوم ہوتی ہے اسیطرح امام کا بھی سیوم کیا جاتا ہے اسیطور پر دہم و چہلم وغیرہ ہوتے ہیں اور ان سب مجالس و فاتحہ کا ثواب جو تقریب میت میں کیجاتی ہیں مُردے کی روح کو بخشا جاتا ہے مگر کون ایسا مسلمان ہے جو حسین شہید کو محتاج اجر و ثواب قرار دے آنحضرت ہرگز کسی ترویح و ثواب کے محتاج نہیں بلکہ مالک جنت و نار ہیں پھر اسپر حسینؑ کا رحم و کرم یقیناً آپ اپنے استغنائ و رحم کی بنا پر اس اجر و ثواب اور ہدیہ و تحفہ کو ہماری ہی طرف لوٹا دیتے ہیں جسکو مراسم تعزیت ادا کر کے ہم آپکی طرف پہنچانا چاہتے ہیں اسلئے کہ آپ کو اتنے مدارج مل چکے ہیں جنکے بعد کسی درجہ اور مرتبہ کی حاجت نہیں پس جب ہم آپکے اجر و ثواب کے مستحق ہیں تو کیوں نہ آپ کے ساتھ آپ ہی کے حجرۂ مبارک میں جنت کے اندر رہیں اور معصومؑ کا قول شیعتنا معنا کسطرح نہ صحیح ہو مگر اسی حیثیت سے جیسے کہ غلام اور آقا ایک ہی حجرہ میں رہ سکتے ہیں لیکن غلام غلام رہتا ہے اور آقا آقا عام اس سے کہ وہ ہدیہ و تحفہ ایک اشک ہو یا ہزار اشک ایک مجلس ہو یا ہزار مجلسیں، خواہ ایک مرتبہ رونا ہو یا سو مرتبہ ایک اشک اگر ہم دربار حسینی میں تحفہ بھیجیں گے تب آپ ہی کے ساتھ ہوں گے اور ہزار اشک بھیجیں گے جب بھی آپ ہی کی خدمت میں، اسکے بعد عقلاء کے نزدیک یہ بھی سوال عبث ہے کہ وہ اشک پر مگس کی برابر ہے یا کتنا اسیطرح ایک مجلس کرنیسے تب جنت واجب ہو جائیگی اور ہزار مجلس کرینگے تب وہ موجب دخول جنت ہوگا اور بات یہی ہے کہ آقا و غلام کو ایک ہی جگہ رہنا چاہئے تاکہ کسیقسم خدمت میں کوتاہی نہو اللّٰہم صلی علی محمد و آل محمد۔

ان سب نکات و دلائل کے علاوہ ہمیشہ علت کی ترقی و عظمت کے ساتھ معلول ہیں

ترقی وعظمت ہوا کرتی ہے مثلاً ہاتھ کی حرکت کنجی کی حرکت کیلئے علت ہے اب
قاعدہ مذکور کی بنا پر جتنے زور اور سرعت کے ساتھ ہم ہاتھ کو حرکت دینگے اتنی ہی زور
اور سریع حرکت کنجی کی ہونا چاہیے'' اور جتنا ضعف وبطوء ہاتھ کی حرکت میں ہوگا اتنا
ہی کنجی کی حرکت میں اور یہ حکم علت بالذات اور علت بالواسطہ دونوں کیلئے عام ہے
اسلئے کہ کسی شئے کی علت کی علت خود اسکی علت ہوتی ہے اسی علت کو علت بالواسطہ
کہتے ہیں مثلاً ہاتھ کی حرکت کنجی کی حرکت کی علت ہے اور کنجی کی حرکت حرکت قفل
کی علت ہے لہٰذا ہاتھ کی حرکت حرکت قفل کی علت ہے مگر حرکت قفل کیلئے کنجی کی حرکت
علت بالذات ہے اور ہاتھ کی حرکت علت بالواسطہ ہے اب جس وقت کہ حکم مذکور بالا یعنی علت
کے ترقی وعظمت کے مطابق معلول میں ترقی وعظمت ہوتی ہے علت بالذات اور
علت بالواسطہ (علت کی علت) دونوں کے لئے عام ہے تو اسکو علت بالذات کیطرح
علت بالواسطہ میں بھی جاری ہونا چاہیے یعنی علت بالواسطہ (علت کی علت) کی ترقی
وعظمت کے مطابق بھی معلول میں ترقی وعظمت ہو جیسا کہ علت بالذات میں تھا
یعنی جیسا زور اور سرعت ہاتھ کی حرکت کیوجہ سے کنجی کی حرکت میں تھا ویسا ہی قفل کی
حرکت میں بھی ہو اگرچہ ہاتھ کی حرکت حرکت قفل کے لئے علت بالواسطہ ہے، مگر یہ حکم
علت بالذات اور علت بالواسطہ (علت کی علت) دونوں میں عام ہے علت بالذات
میں تو ہونا ہی چاہیے اور علت بالواسطہ میں اسوجہ سے کہ کسی شئے کی علت کی علت خود
اسکے لئے علت ہوتی ہے۔ اس تمہید کے بعد ہم اپنے مقصود پر اسطرح آتے ہیں کہ استحقاق
اجر وثواب گریہ وبکا کی وجہ سے ہوتا ہے لہٰذا گریہ وبکا ہی استحقاق اجر وثواب کی علت ہے
اور گریہ وبکا ہے مصائب حسین کیوجہ سے لہٰذا مصائب گریہ وبکا کی علت ہیں یعنی مصائب
علت ہیں گریہ وبکا کی اور گریہ وبکا علت ہے استحقاق اجر وثواب کی اور چونکہ علت بالواسطہ
علت کی علت خود اس شئے کی علت ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ مصائب حسین علت،

ہیں اجر و ثواب کے لئے اب اس قاعدے کی جہت سے کہ علت کی ترقی و عظمت کے مطابق معلول میں بھی ترقی و عظمت ہوتی ہے خواہ وہ علت بالذات ہو یا بالواسطہ یہ ہونا چاہئے کہ جتنی مصائب علت میں ترقی اور عظمت ہو اتنی ہی استحقاق اجر و ثواب (معلول) میں بھی ترقی ہو اگر معمولی مصائب ہیں تو اجر و ثواب بھی معمولی ہو، اگر مصائب عظیم ہیں تو ثواب و اجر بھی عظیم ہو۔ اگر مصائب حد سے بڑھ گئے ہیں اور اس درجہ کو پہنچ گئے ہیں کہ کسی دوسرے پر اتنے مصائب گزرے نہ گزر سکتے ہیں تو اجر و ثواب کو بھی حد سے بڑھا ہوا ہونا چاہئے یہانتک کہ مصائب حسین پر گریہ و بکا کرنیوالوں کو اتنا اجر و ثواب ملے کہ نہ اتنا کسی فرقہ کو ملا ہو نہ مل سکے اور یہ طے ہے کہ حسینؑ کی برابر مصائب کسی نے نہیں اُٹھائے نہ کوئی اُٹھا سکتا ہے۔ نہ آپ کے مصائب سے بڑھکر مصائب ہو سکتے ہیں لہذا عزاداران حسینؑ کو گریہ و بکا پر اتنا ثواب ملنا چاہئے کہ جو نہ کسی کو ملا ہو، نہ کوئی اسکا مستحق ہو سکتا ہو اور نہ اس سے بڑھکر کوئی درجہ اجر و ثواب ہو سکتا ہو تا کہ یہ قاعدہ صادق آجائے کہ علت کی عظمت کے ساتھ معلول میں عظمت پیدا ہو جاتی ہے اور قول معصوم شِيعَتُنَا مَعَاشِرُ مَرْحُومَةٍ مَنْ بَكَىٰ عَلَى الْحُسَيْنِ اَوْ اَبْكَىٰ اَوْ تَبَاكَىٰ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ صحیح ہو جائے۔

اسکے بعد شاید یہ شبہ ہو کہ سید الشہداء کے مصائب کی بدولت ہمیں استحقاق اجر و ثواب کیوں ہے لیکن اسکا جواب نظم عالم اور دنیا کے مشاہدات سے ملتا ہے کہ محنت و ریاضت بزرگ کرتے ہیں اور خود اس سے فائدہ اٹھاتے سلف کی عرقریزیاں اور مصیبتیں ہوتی ہیں اور خلف کو انکا فیض پہنچتا ہے باپ دادا گھر بناتے ہیں جائدادیں خریدتے ہیں باغات تیار کرتے اور اولاد رہتی سہتی، کھاتی پیتی اور گل و ثمر حاصل کرتی ہے حالانکہ اسکی محنت اسمیں اگر ہوتی بھی تو بہت معمولی زیادہ سے زیادہ اتنی کہ مکانات کی مرمت کرائی، جائداد کی کسیقدر پرورش کرلی، باغات کو سینچ لیا اور کوئی عاقل یہ سوال

نہیں کر سکتا کہ اولاد کو اپنے سلف اور باپ دادا کی مشقت وریاضت سے فائدہ اُٹھانے کا کیا حق ہے پس اسیطرح ہمارے بزرگان دین نے محنتیں کیں اور ہم فائدہ اٹھائینگے ہمارے ائمہ سلف نے مصیبتیں اُٹھا کر ریاضتیں کیں اور ہم تک اُنکا اثر پہنچیگا' ہمارے حقیقی اور مذہبی آباؤ اجداد نے ہمارے لئے باغ تیار کیا اور ہم اسکا پھل پائیں گے اور ہمارا کام اسوقت صرف اتنا ہے کہ اُن کے آثار کو ثابت رکھیں' ان کے باقیات کی ترقی و تربیت کے اسباب مہیا کریں انکی یادگاریں قائم رکھیں' انکی کھیتی اور ان کے باغات کو آب چشم سے سینچتے رہیں' اور محنتیں بھی کیسی محنتیں' ریاضتیں بھی کیسی ریاضتیں' مصیبتیں بھی کیسی مصیبتیں' قیدیں اٹھائیں' طوق و زنجیر کے زخم برداشت کئے' تین دن کی بھوک اور پیاس میں تیر و نیزے کھائے اولاد کے داغ اُٹھائے' بھائیوں اور بھتیجوں کی لاشیں دیکھیں' گھر لٹایا سر کٹایا اور یہ سب کچھ کس کے لئے کیا' اپنے دوستوں کے لیے' اپنے خلف کے لئے پھر اگر ہم تک انکا فیض پہنچے تو کسی عاقل کو یہ سوال کرنا کسطرح جائز ہے کہ آپکو اس قدر اجر و ثواب کا استحقاق کیوں ہے۔

اب ایک عام خفیف اعتراض یہ باقی رہتا ہے کہ اگر رونے رُلانے پر اسدرجہ اجر و ثواب کا استحقاق ہے بھی تو بتکلف رونا اور رونے والوں کی صورت بنانا کیونکر جزائے عظیم کا سبب ہو سکتا ہے اکثر نئی روشنی والے تباکی کا مضحکہ کرتے ہیں لیکن اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو تباکی کا مضحکہ نہیں کرتے بلکہ راہ غیر مسدود کر کے جہنم میں گھر بناتے ہیں اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مجلس میں مجمع بھی کافی ہوتا ہے ذاکر بھی قادر الکلام ہوتا ہے' محنت بھی بہت کرتا ہے' مضامین بھی چست ہوتے ہیں مگر گریہ نہیں ہوتا اور رِقّت پر سامعین کی نظر نہیں ہوتی ایسے وقت میں اگر کوئی شخص بتکلف رونا اور رونے والوں کی صورت بناتا ہے تو اس سے مجمع متوجہ ہو جاتا ہے یہانتک کہ رفتہ رفتہ سب رونے لگتے ہیں تو یہ اُنکو اس عمل خیر کی رہبری کرتا ہے اور اَلدَّالُ

عَلَی الخَیرِ کَفَاعِلِہٖ نیکی کا راستہ دکھانیوالا نیکی کرنیوالے کی مثل ہے اور یہ محض نقل ہی بات نہیں بلکہ عقلائے عالم کا اُسپر اتفاق ہے پھر اب انصاف سے بتائے کہ اگر رونیوالوں کی صورت بنانیوالوں اور بتکلف رونیوالوں پر بھی واقعی رونیوالوں کی طرح جنت واجب ہوجائے تو کیا استبعاد اور تعجب ہے۔

یہ تو اعتراضات کے جواب تھے مگر درحقیقت اگر ہم جواب نہ دیں تب بھی گریہ و بکا اور مجلس عزا پر کوئی اثر نہیں ہوتا اسلئے کہ حق خود اپنی جانب دنیا کو متوجہ کرلیا کرتا ہے مظلومیت میں بذات خود عجیب و غریب تاثیر اور فتح و فیروزی کی ایک شان ہے تب ہی تو مظلومیت سید الشہدا پر آسمان رویا، زمین روئی، پہاڑ روئے، حیوانات نے گریہ کیا، فرشتوں نے مجلسیں برپا کیں اور حسین غریب کا ماتم کیا۔ بات یہ تھی کہ حسین حق کے ساتھ اور حق حسین کے ساتھ تھا، گلے پر تیغ تھی، سینہ پر قاتل تھا، تیر دل پر جسم تھا مگر یاد خدا سے غافل نہ تھے، معبود کے ذکر کو فراموش نہیں کیا ایسے عالم میں اور نماز کی مہلت مانگنا پس میں عرض نہیں کرسکتا کہ کسقدر حقانیت و روحانیت سے لبریز کام تھا پھر عالم کا ذرہ ذرہ چشم پرآب اور زخم بر دل کیوں نہو نماز کا حال سنکر سامعین کے دل پاش پاش ہوجائیں گے، زخموں میں خون میں غش آرہے ہیں مگر جونہی سینہ دبا اور غش سے آنکھیں کھلیں فوراً لب اقدس پر یہ الفاظ آئے کہ ای شمر آخر تو تو مجھے قتل کرتا ہی ہے اتنی مہلت اور دے کہ آخری وقت میں خدا کو یاد کرلوں اور نماز عصر پڑھ لوں نہ معلوم اس فقرے نے اس سنگدل پر کیا اثر کیا کہ سینہ سے اتر گیا حضرت نے چاہا کہ ہاتھ ٹیک کر اٹھیں مگر سنبھلا نہ گیا تھوڑا کر خاک پر گر پڑے اسلئے کہ انگلیاں اور ہتھیلیاں سب مجروح تھیں بدقت تمام کسیطرح کہنیاں ٹیک کر اٹھے دستہائے مجروح و خون آگیں سے خاک گرم کربلا پر تیمم کیا اور عجب درد و یاس سے فرمایا کہ ای زمین کربلا گواہ رہنا کہ حسین نے مرتے دم تک پانی نہیں پایا بمجبوری تیمم کرتا ہو

تیمم سے فراغت کر کے مظلوم کربلا نے نماز شروع کی اب میں نہ عرض کرونگا کہ آپکی نماز تمام بھی ہوئی یا نہیں اور اگر نہیں ہوئی تو کیوں نہیں ہوئی یہ سب کچھ آپکے تصور پر چھوڑ کر اپنے آقا سے ایک سوال کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آپ نے پیشانی پر تیمم کیونکر کیا ہوگا اسلئے کہ جبین اقدس تو پہلے ہی پتھر سے زخمی ہو چکی تھی اَلَا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ

مجلس ۱۶ حالات ولادت علی بن ابیطالب ۔ آپکی مادر عالیقدر کا آپکو قماط میں لپیٹنا اور آپکا انکو پارہ پارہ کر دینا محبت اہلبیت، تفصیل قبور آل رسول، حالت جنت البقیع

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ زَیِّنُوۡا مَجَالِسَکُمۡ بِذِکۡرِ عَلِیِّ بۡنِ اَبِیۡطَالِبٍ فَاِنَّ ذِکۡرَہٗ ذِکۡرِیۡ وَذِکۡرِیۡ ذِکۡرُ اللّٰہِ وَذِکۡرُ اللّٰہِ عِبَادَۃٌ فَذِکۡرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ ارشاد جناب رسول مختار ہے کہ تم اپنی مجلسوں کو علی کے ذکر سے زینت دو اسلئے کہ انکا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر خدا کا ذکر ہے اور خدا کا ذکر عبادت ہے پس ذکر علی عبادت ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

کیا کہنا اُس ہستی کا جسکے چہرے کی طرف نظر کرنا بھی عبادت اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجۡہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ (علی کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے) ذکر بھی عبادت ذِکۡرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ (علی کا ذکر عبادت ہے) جسکی شجاعت بھی عبادت ضَرۡبَۃُ عَلِیٍّ یَوۡمَ الۡخَنۡدَقِ اَفۡضَلُ مِنۡ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیۡنِ (علی کی خندق میں ایک ضربت دوجہاں کی قیامت تک کی عبادتوں سے افضل ہے) جسکی سخاوت بھی عبادت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمۡ رَاکِعُوۡنَ ط (تمہارے ولی خدا اور رسول ہیں اور

وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں جو نماز کو قائم کرتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں) آپ
انتہا یہ ہے کہ اسکی ماننے کے لئے اسکی ولادت بھی عبادت اسلئے کہ حکم خدا سے ایسے مقام پر
ہوئی جہاں سوائے عبادت کے اور کچھ ہو ہی نہ سکتا تھا اور عبادت تو ایسی عبادت
جسپر اہل محلہ شہادت دیتے ہیں کہ ہم ہر شب کو عبادت گاہ علی سے ایکہزار تکبیر وں کی آوازیں
سنتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔

اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اس مجلس کو ذکر ولادت علی مرتضیٰ سے زینت دوں'
ارباب سیر و تواریخ لکھتے ہیں کہ علی مرتضیٰ بطن مادر میں اپنی والدہ ماجدہ سے باتیں
کیا کرتے اور مونس تنہائی رہتے تھے ایکدن وہ معظمہ خانہ کعبہ کے قریب آئیں اور جعفر
طیار بھی آپکے ہمراہ تھے جناب امیر نے شکم مادر میں حضرت جعفر طیار سے باتیں کیں آپ
یہ اعجاز دیکھکر مدہوش ہو گئے اصنام کعبہ اوندھے منہ گر پڑے حضرت فاطمہ نے اپنے شکم پر
ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اے نور چشم ابھی تم پیدا بھی نہیں ہوئے کہ تمام بُت تجھے سجدہ کر رہے ہیں
پھر جب تم پیدا ہوگے تو کیا مرتبہ ہوگا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔

پدر عالیقدر کے لئے آپکی یہ برکت تھی کہ درندگان صحرا آپ کو دیکھکر بھاگ جایا کرتے
تھے ایکروز حضرت ابو طالب طائف سے مکہ کو آرہے تھے کہ ایک شیر سامنے سے ظاہر ہوا
جب اُسکی نظر آپ پر پڑی تو نزدیک آیا زمین پر دُم رگڑ کر منہ خاک پر ملنے لگا آپ نے
فرمایا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں مجھے یہ بتا کہ تو میرے سامنے کیوں عاجزی کرتا ہے
شیر گویا ہوا کہ آپ پدر شیر خدا اور ناصر و مربی رسولخدا ہیں پھر میں آپ کے سامنے کیا سرکشی
کر سکتا ہوں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔

جلاء العیون میں ہے کہ اس زمانہ میں ایک راہب مشرم نامی تھا جس نے ایک سو نوے
سال عبادت کی تھی بڑا مشہور عابد تھا کبھی اپنے لئے خدا سے دعا نہیں کی تھی ایکروز
دعا کی کہ خداوندا مجھے اپنا دوست دکھادے اقدس الہی نے جناب ابو طالب کو بھیجا

راہب پیشانی سے چھنتے ہوئے انوار جلالت کو دیکھکر کھڑا ہو گیا اور سر چوم کر لینے
سامنے بٹھایا مکان و خاندان پوچھا تو مکی و ہاشمی بتلایا راہب نے مکرر سر کو چوما اور اپنی
دعا کے قبول ہونے پر سجدۂ شکر کیا، آپ سے کہا کہ تمکو ایک فرزند کی بشارت ہو جو
ولی خدا۔ امام متقین اور وصی خاتم المرسلین ہوگا اسکو میرا اسلام پہنچانا اور کہنا کہ میں
وحدانیت خدا۔ نبوت خاتم انبیا اور آپ کی وصایت کی شہادت دیتا ہوں جب اس
پیشینگوئی کا ظہور ہوا اور جناب علی بن ابیطالب پیدا ہوئے تو حضرت ابو طالب نے
اسکو چالیس دن ڈھونڈا اتفاقاً ایک پہاڑی کی طرف گذرے دیکھا کہ راہب مردہ ہے
اور ایک سیاہ اور ایک سفید سانپ اسکی لاش کی حفاظت کر رہے ہیں آپ کو دیکھکر
وہ سانپ غار میں چلے گئے آپ نے مثرم کو سلام کیا بقدرت خدا وہ زندہ ہو گیا،
اور کھڑے ہو کر کہا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ
عَلِیًّا وَّلِیُّ اللّٰهِ وَالْاِمَامُ بَعْدَ نَبِیِّ اللّٰهِ آپنے اسکو ولادت شاہ ولایت کی بشارت
دی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

علامہ ابن بابویہ، علامہ طوسی اور علامہ حلی علیہ الرحمہ والرضوان اپنی اپنی کتب
میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب فاطمہ بنت اسد کو درد زہ عارض ہوا تو آپ خانہ کعبہ کی دیوار
کی برابر آکر کھڑی ہوئیں اور جانب آسمان سر اٹھا کر درگاہ باری میں دعا کی کہ بار الہا
بانیٔ کعبہ اور اس فرزند کے طفیل میں جو میرے شکم کے اندر ہے مجھپر اس ولادت کو
سہل فرما آپ دعا سے فارغ ہوئی ہی تھیں کہ دیوار کعبہ شق ہوئی اور بنت اسد اسکے
اندر داخل ہوئیں پھر بقدرت خدا وہ دیوار ملگئی لوگ دروازہ کعبہ کو کھولنے کی کوشش
کرتے رہے مگر نہ کھل سکا آپ تین دن تک کعبہ کے اندر رہیں اسکے بعد پھر وہیں سے
دیوار شق ہوئی اور فاطمہ بنت اسد علی کو گود میں لئے ہوئے باہر آئیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

باہر آکر آپ نے فرمایا ایہا الناس خداوند عالم نے مجھے اپنی تمام مخلوقات سے برگزیدہ کیا ہے اور تمام زنان سابقہ پر سبقت دی ہے، اسلئے کہ میں تین روز خانہ حرم میں ہی رہیں یہ فرزند پیدا ہوا کھانے کے لئے میوہائے جنت آئے جب میں نے باہر آنے کا قصد کیا تو آواز آئی کہ ای فاطمہ اس مولود کا نام علی رکھنا اسلئے کہ میں نے یہ نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے یہ وہ شخص ہے جو سب سے پہلے سطح کعبہ پر اذان دیگا اور دوش رسول پر سوار ہوکر بتوں کو توڑیگا اللّٰہمّ صلِّ علیٰ محمّدٍ وّالِ محمّدٍ۔

جب ابو طالب نے اپنے فرزند کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے بیٹے نے بھی باپ کو دیکھکر تبسم کیا حضرت ابوطالب آپکو گھر میں لائے جناب رسالتمآب نے آغوش میں لیا۔ امیر المومنین روئے پرنور جناب رسالتمآب کو دیکھکر ہنسے اور خوش ہوکر کہا السّلام علیکَ یا رسولَ اللّٰہِ وَرحمۃُ اللّٰہِ وَبرکاتُہٗ پھر سورہ مومنون کی تلاوت فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ ای علی بخدا تم میرے وزیر اور بادشاہ مومنین ہو تمہاری ہی وجہ سے سب ہدایت پائینگے پھر آپ نے حضرت فاطمہ بنت اسد سے فرمایا کہ عم بزرگوار حضرت حمزہ کو ولادت علی کی خبر کرو کہنے لگیں کہ اگر میں گئی تو اس مولود کو کون دودھ پلائیگا فرمایا کہ اسکو میں سیراب کرونگا جب فاطمہ چلی گئیں تو آپ نے اپنی زبان مبارک دہن امیر المومنین میں داخل کی جس سے دودھ کے بارہ چشمے جاری ہوئے اور آپ اچھی طرح سیر ہوگئے اللّٰہمّ صلِّ علیٰ محمّدٍ وّالِ محمّدٍ۔

اسیوقت شجاعت کی یہ حالت تھی کہ واپس آکر آپکی مادر عالیقدر نے آپ کو حسب دستور ایک قماط میں لپیٹا اسکو آپ نے پھاڑ ڈالا پھر دو میں لپیٹا انکو بھی چاک چاک کر ڈالا پھر تین قماطوں میں لپیٹا اونکو بھی پھاڑ ڈالا اسکے بعد چار قماطوں میں لپیٹا جو پوست آہوئے مصر کے بُنے ہوئے تھے اور خوب جکڑ کر باندھ دیا آپنے انہیں بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پھر پانچ ریشمی قماطوں میں لپیٹا علی نے اسطرح زور کیا کہ وہ بھی سب ٹوٹ گئے

تب تو ریشم کے بچھے قماط میں لپیٹا اور سے ایک چمڑے کا قماط بھی باندھ دیا ریشم کے ڈورے اور چمڑے کے تسمہ سے ہاتھ پاؤں جکڑ دئے مگر شیر خدا نے ایک ایسی انگڑائی لی کہ وہ سب ڈوریاں ٹوٹ گئیں تمام کپڑے پارہ پارہ ہو گئے اور آپ بقدرت خدا گویا ہوئے کہ اماں جان آپ میرے ہاتھ نہ باندھئے بلکہ کھلے رہنے دیجئے تاکہ دعا کیلئے آسمان کی طرف بلند کر سکوں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّد

غرض کہاں تک حالات ولادت علی مرتضیٰ اور آپکے فضائل کا تذکرہ کروں یہ وہ منزل ہے جہاں میں تو کیا چیز ہوں اگر تمام دریا بجائے روشنائی تمام اشجار بجائے قلم درختوں کے تمام پتے مثل کاغذ ہو جائیں اور تمام جن و انس ملکر حساب و کتاب کریں تب بھی عاجزی ہی نتیجہ ہو گا دعا یہ ہے کہ جو کچھ ان حضرات کی شان میں زبان سے نکلجائے وہ خلوص پر مبنی اور محبت صادقہ پر مشتمل ہو اسلئے کہ جناب رسالتمآب فرما چکے ہیں حُبُّ عَلِیٍّ اِیْمَانٌ وَ بُغْضُهٗ کُفْرٌ علی کی محبت ایمان اور بغض کفر ہے۔ سید عبدالکریم ابن طاؤس ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن جناب رسالتمآب نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی خداوند عالم نے ہماری محبت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی جس نے سب سے پہلے قبول کی وہ آسمان ہفتم ہے اسے خداوند عالم نے عرش و کرسی سے مزین کیا ازاں بعد آسمان چہارم نے قبول کی اسکو بیت المعمور سے زینت بخشی پھر آسمان اول نے قبول کی اسکو ستاروں سے مزین کیا۔ اسکے بعد زمین حجاز نے قبول کی اسکو خانہ کعبہ سے زینت دی پھر زمین شام نے قبول کی اسکو بیت المقدس سے مشرف فرمایا بعد ازاں زمین مدینہ نے قبول کی اسکو میری قبر سے رونق بخشی پھر زمین کوفہ نے قبول کی اسکو تمہارے مرقد سے ممتاز کیا گیا جناب امیر نے کہا کہ یا حضرت کیا میں کوفہ و عراق میں دفن ہونگا فرمایا کہ ہاں تم کوفہ میں شہید کیے جاؤ گے اور بیرون کوفہ سفید ٹیلوں کے درمیان دفن ہوگے

اَسَفًا عَلٰی آلِ الرَّسُوْلِ فَاِنَّهُمْ — قُتِلُوْا وَ بَعْضٌ بِالسُّمُوْمِ اسْتُشْهِدُوْا

شاعر کہتا ہے کہ افسوس صد افسوس آل رسول پر کیا کیا مصائب گزرے کہ کوئی تیغ جفا سے قتل ہوا اور کوئی زہر دغا سے شہید ہوا ۔

قتل کردی زہر دادی خانہ ویراں ساختی ای فلک ہرگز نبودی آشنائے اہلبیت

وَقُبُوْرُهُمْ شَتّٰی بِكُلِّ مَحَلَّةٍ وَبُيُوْتُهُمْ لِلّٰبُوْمِ فِيْهَا مَقْعَدٌ

آہ آہ اس فلک کجرو کو یہ بھی منظور نہ ہوا کہ ان برگزیدگان باری کی قبریں ایک جگہ ہیں بلکہ سب کی قبریں جدا جدا مقامات پر ہیں اور ان کے مکانات جو خیر و برکت سے بھرے ہوئے تھے اب ایسے ویران ہو گئے کہ پرندوں نے وہاں پر آشیانے بنالئے

فَبِاَرْضِ سَامِرِّىْ وَبَغْدَادٍ ثَوٰى بَعْضٌ وَبَعْضٌ بِالْغَرِىِّ مُلَحَّدُ

پس امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام تو سامرہ میں اور امام موسیٰ کاظم و امام محمد تقی علیہما السلام کاظمین میں آرام فرماتے ہیں اور امیر المومنین علی ابن ابیطالب نجف میں تشریف رکھتے ہیں ۔

فَقَبْرٌ بِطُوْسٍ وَالْبَقِيْعِ وَطَيْبَةٍ وَبِكَرْبَلَاءِ بَعْضُ الَّذِيْنَ اسْتُشْهِدُوْا

غریب الغرباء امام رضا علیہ السلام وطن سے دور دراز شہر طوس میں دفن ہوئے اور امام حسن، امام زین العابدین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام جنت البقیع میں مدفون ہوئے اور سید الشہداء خامس آل عبا روحی لہ الفداء نانا کی قبر ماں کی لحد بھائی کی تربت سے جدا ہو کر ایسے جنگل میں دفن ہوئے جہاں آبادی کا بھی نام نہ تھا ۔

شہید ہیں کربلا میں نجف میں مدینہ میں بکھرے گل ریاض پیمبر کہاں کہاں

عزادارو جنت البقیع کے ذکر پر تو جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے اگر قبروں کی جدائی ہی پر زمانہ اکتفا کرتا تو غنیمت تھا مگر یہ بھی منظور نہ ہوا اور ارواح طیبہ کو مزار میں تڑپانے کیلئے ابن سعود مردود نے قبروں کو بھی مسمار کر دیا جس سے وَاغُرْبَتَاهُ وَامُضْيَعَاهُ وَاقِلَّةَ نَاصِرَاهُ کی دردناک آوازیں بلند ہو رہی ہیں خدا جلد اس سگ ناپاک کو دنیا میں نشان انتقام

اور نمونہ عبرت بنانے کے بعد جہنم رسید کرے۔ آہ اب تو شاید کھنڈروں کی صورت بھی نظر نہ آتی ہو۔ عرب کا قاعدہ تھا اور اُنکی پرانی عادت تھی کہ جب برسوں کے بعد اپنے کسی محبوب مقام پر گزرا کرتے تھے تو اپنے قیام سابق اور فراق احباب کو یاد کر کے خوب رویا کرتے تھے کیا زمانہ یہ قسم کھا چکا ہے کہ اسیطرح ہم بھی اس زمین کو دیکھکر روئیں جسمیں امانت رسول سپرد کیگئی ہے کیا آسمان نے یہ عہد کر لیا ہے کہ اہلبیت کی ہڈیوں کو قبروں میں اور روحوں کو جنت میں بھی چین سے نہ رہنے دیگا الا لعنۃ اللہ علے القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ط

مجلس امیر المومنین کا حالت رکوع میں زکوٰۃ دینا سیدالشہدا کی زکوٰۃ اور بجدل بن سلیم کی شقاوت جناب زینبؑ کی فریاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی کتابہ المبین و خطابہ المتین وھو اصدق القائلین انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے کہ بس تمہارا مالک مختار خدا اور اسکا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں جو نماز پڑھتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ باتفاق فریقین یہ آیہ وافی ہدایہ جناب امیر کی شان میں نازل ہوا ہے، چنانچہ تفسیر بیضاوی، تفسیر کشاف، مدارک، زاہدی، معالم التنزیل، تفسیر کبیر اور تفسیر ثعلبی اسکی شاہد ہیں انمیں سے تفسیر کبیر میں بروایت حضرت ابوذر منقول ہے کہ میں ایک روز جناب رسالتمآب کے ہمراہ نماز ظہر پڑھ رہا تھا کہ ایک سائل نے مسجد میں آکر سوال

کیا مگر کسی نے کچھ نہیں دیا تب اُسنے جانب آسمان ہاتھ بلند کر کے کہا کہ خداوندا تو گواہ ہے کہ میں نے اسوقت مسجد نبوی میں سوال کیا اور کسی نے کچھ نہیں دیا اسوقت حضرت علی رکوع میں تھے آپنے دست راست کی انگلی سے سائل کی طرف اشارہ کیا آپ کی انگلی میں ایک انگشتری تھی سائل آگے بڑھا اور وہ انگشتری انگشت مبارک سے نکال لی جناب رسالتمآب نے یہ دیکھکر درگاہ باری میں عرض کیا کہ خداوندا میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا تھا کہ بارالہا میرے سینہ کو کھولدے، میرے معاملہ کو سہل فرما دے میری زبان کی بستگی کو دفع فرمادے تاکہ میری امت والے میری بات سمجھیں، میرے اہل ہی میں سے میرا وزیر میرے بھائی ہارون کو قرار دے، میری کمر کو اس سے مضبوط کر اور میرے کاروبار نبوت میں اسکو میرا شریک قرار دے خداوندا تونے اس دعا کے جواب میں فرمایا تھا سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا اے موسیٰ ہم عنقریب ہیں تمہارے بھائی کے ذریعہ سے تمہارا بازو مضبوط کرونگا اور تمہیں ایسی قوت دونگا کہ وہ لوگ تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے یہ عرض کر کے آپنے اسطرح دعا کی کہ خداوندا کہ میں محمد تیرا نبی اور برگزیدہ ہوں پس تو میرے سینہ کو کھولدے میرے معاملہ کو آسان فرمادے، میرا وزیر میرے، اہل ہی میں سے علی کو قرار دے اسکی وجہ سے میری پشت کو مضبوط کر ابوذر کہتے ہیں کہ ابھی کلام رسول تمام نہوا تھا کہ جبرئیل آئے اور پیام باری ان الفاظ میں پہنچایا اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ یہ تھا کتب اہلسنت میں سے بڑی مستند و معتبر کتاب تفسیر کتاب کا ماحصل، میں بغرض اختصار ناظرین کے سامنے پیش کرنے کے لئے میں اسی کو کافی سمجھتا ہوں اور تفاسیر اہلبیت کو نظر انداز چھوڑتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ فضیلت معمولی فضیلت نہیں اسکی اہمیت و عظمت کے بیان کے لئے یہی کافی ہے کہ صاحب تفسیر کبیر جیسے علامہ نے اسکو ایسے

شاندار الفاظ میں لکھا ہے لیکن اس سے بھی کہیں بالاتر یہ امر ہے کہ اس فضیلت کے حاصل کرنے میں حضرت دوم نے بھی غیر معمولی بذل و عطا سے کام لیا اور سخاوت کے چھوٹے سچے جوہر دکھائے یعنی اس امید میں کہ کوئی آیت آجائے چالیس انگشتریاں صرف کر ڈالیں ممکن تھا کہ آیت آجاتی مگر خزانہ قدرت کو اسوقت انگشتریاں درکار ہی نہ تھیں اور جواہر خانہ خلاق عالم عصمت کے سچے موتیوں سے پُر تھا اسلئے جھوٹے نگینے معرض کسادبازاری میں آگئے اللّٰہم صلّ علیٰ محمد و آلِ محمد۔

ایک عکرمہ الیسا راوی نکلتا ہے جسنے یہ لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کی شان میں آئی ہے مگر وہ خارجی اور دشمن اہلبیت ہے یہ اُن لوگوں میں سے ہے کہ جو اہلبیت کے مقابل میں فضائل تراشا کرتے تھے۔ تقلیب المکائد جو اہلسنت کی ایک کتاب ہے اسمیں ہے کہ مخالفین کی عادت اسیطرح پر جاری ہوئی ہے کہ اگر کوئی حدیث فضائل اہلبیت کے مقابلہ پر پائی جاتی ہے تو اسپر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے اگرچہ اسکا راوی کیسا ہی ضعیف اور خارجی ہو اگر کوئی شخص اس نقطۂ نظر سے عکرمہ کی روایت کو مقام استشہاد میں لانا چاہے تو اسکا کوئی علاج نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ خارجی کی روایت کو خارجی ہی تسلیم کریگا اللّٰہم صلّ علیٰ محمد و آل محمد۔

اب جسوقت کہ کسی اور کے لئے کوئی صحیح دلیل ولایت و خلافت کی نہیں ملتی اور قرآن و حدیث سے کوئی شخص بجز علی مرتضیٰ مومنین کا والی و مختار قرار نہیں دیا جاسکتا تو لامحالہ جو شخص اپنے ایمان کا مدعی ہوگا اسے تحت تصرف علی بن ابیطالب آنا پڑیگا اور اس حدیث کو تمام دلائل کا نتیجہ ماننا ہوگا جو سید علی ہمدانی شافعی نے مودۃ القربےٰ میں ابن عباس سے نقل کی ہے یعنی کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَنْتُمْ تَحْتَ کَفِّ عَلِیٍّ جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ تم سب لوگ دست یداللہ کے تحت تصرف ہو اور جو شخص مدعی ایمان ہی نہو اس سے مجھے بحث نہیں یا یوں کہئے کہ جو شخص تحت تصرف

امیر المومنین نہیں وہ مومن نہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔
اسکے علاوہ بنابر بیان صاحب تفسیر کبیر آنحضرت کی یہ دعا کہ خداوندا تو میرے اہل بیت میں سے میرا وزیر علی کو قرار دے اور اس سے میری پشت پناہی فرما اگر خلافت و نیابت کی دعا نہیں تو اور کیا ہے جو لوگ بے وجہ چون وچرا کیا کرتے ہیں انہیں تفسیر کبیر کی عبارت کو غلط ثابت کر دینے کے بعد کوئی مستقل اور مسلم دلیل پیش کرنا چاہیے ورنہ سب باتیں واہیات وخرافات اور تمام چون وچرا بے بنیاد سمجھی جائے گی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔
بعض ناحق شناس یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انگشتری کے دینے میں فعل کثیر لازم آتا ہے جو مبطل صلوٰۃ ہے لیکن یہ محض سخن پروری اور بغض وحسد ہے اسلئے کہ فعل کثیر کی مجمع علیہ تعریف یہ ہے کہ جس سے افعال واجبہ نماز مثلاً قیام وقعود اور رکوع وسجود وغیرہ میں فرق آجائے اور عرف میں نماز پڑھنے والے کو یہ کہا جائے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا اب آپ غور فرمائیں کہ رکوع میں پانچوں انگلیاں گھٹنے پر ہوتی ہیں علی نے سائل کی آواز سنی اور انگشت کو جگہ سے سائل کیطرف اشارہ کیا نہ تمام ہاتھ سے سائل سمجھ گیا اور بڑھکر انگشت کو جگہ سے انگشتری اتار لی کوئی بتائے کہ اس فعل میں فعل کثیر کب لازم آیا اور فعل کثیر کی تعریف کہاں صادق آئی خصوصاً جبکہ انگشتری بہت ڈھیلی تھی جیسا کہ تفسیر کشاف میں ہے کَانَّہٗ کَانَ مَرْجًا فِیْ خِنْصَرِہٖ فَلَمْ یَتَکَلَّفْ لِخَلْعِہٖ کَثِیْرَ عَمَلٍ تَفْسُدُ بِمِثْلِہٖ صَلٰوتُہٗ یعنی گویا وہ انگشتری انگشت مبارک میں ایسی ڈھیلی تھی کہ آپ نے بلا تکلف اسکو اتار دیا اور وہ فعل کثیر جو مبطل صلوٰۃ ہے عمل میں نہ آیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔
تعجب ہے کہ معترض نے امیر المومنین جیسی ہستی پر ایسا اعتراض کیا اور اپنی کتاب مودۃ القربیٰ کی اس حدیث پر نظر نہ کی جو سلمان فارسی سے نقل کی گئی ہے کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَعْلَمُ اُمَّتِیْ بَعْدِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ یعنی میرے بعد میری امت میں سب سے زیادہ عالم امیر المومنین علی بن ابیطالب ہیں حیرت ہے

کہ معترض کو تو یہ معلوم ہے کہ فعل کثیر کسے کہتے ہیں اور وہ مبطل نماز ہے اور امیرالمومنین پر ایسا اعتراض کرتا ہے جس سے آپکا جہل لازم آتا ہے نعوذُباللہِ مِنْ هٰذَا - اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

یہ مسئلہ حل کرنے کے بعد میں تمہید کو ختم کرکے آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کسی اور کا انگشتری کی زکوٰۃ دینا بھی یاد آیا دہ زکوٰۃ دینے والا ایسا ہے کہ جسکا نام سنتے ہی مومن کی آنکھ سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں اور پھر ایسے حال میں اور اس صورت سے زکوٰۃ دی کہ طاقت بیان نہیں کتب مقاتل خصوصاً مقتل لہوف میں ہے کہ جب شمع لحد رسولخدا گل ہوچکی، سیدہ عالم کی قبر کا مجاور جان بحق ہوچکا، علی کی نشانی مٹ گئی، خامس آل عبا شہید ہوچکے تو بجدل ابن سلیم لاش اقدس کے قریب آیا اسوقت انگشت مبارک میں ایک انگشتری تھی اس ملعون پر ہوس غالب ہوئی اور چاہا کہ انگشتری نکالے مگر چونکہ تلوار کا قبضہ پکڑے پکڑے اور جہاد کرتے کرتے حضرت کی اُنگلیاں ورم کر آئیں تھیں اسوجہ سے انگشتری نہ نکل سکی فَقَطَعَ اِصْبَعَہٗ مَعَ الْخَاتَمِ ہائے اسکا ترجمہ کس زبان سے عرض کروں اس مردود نے ایسا ظلم کیا کہ زمین و آسمان ہلنے لگے اور میرے آقا نے انگشتری کے ساتھ ساتھ انگشت مبارک بھی زکوٰۃ میں دیدی۔

اسی اثنا میں ایک کنیز خیمۂ حسین سے میدان میں آئی ایک ملعون نے کہا کہ اے کنیز قَدْ قُتِلَ سَیِّدُكِ تیرا آقا قتل ہوگیا یہ سنتے ہی دہ کنیز لوٹی اور خیمہ میں جاکر آواز فریاد بلند کی تمام اہل حرم اسکی آواز پر فریاد واحسینا کرنے لگے لشکر عمر سعد خیمۂ حرم محترم کیطرف دوڑا اور رسول زادیوں کو لوٹنا شروع کیا اہلبیت سروپا برہنہ سراسیمہ خیموں سے نکلے راوی کہتا ہے کہ مجھے زینب خاتون کا حال نہیں بھولتا کہ وہ معظمہ ایک ہاتھ اپنا سر پر رکھے کھڑی تھیں اور کہتی تھیں ؎

اَبَاجَدَّ نَاھٰذَا الْحُسَیْنُ مُعَفَّرٌ ... عَلَی التُّرْبِ مَجْرُوْحُ الْوَدِیْدَیْنِ مُقْطَعُ

ناناجان فریاد ہے یہ حسین آپ کا نواسہ خاک و خون میں غلطاں، گلو بریدہ ٹکڑے ٹکڑے زمین کربلا پر پڑا ہے اور آپ کی بیٹیاں اسیر ہیں اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔

مجلس مومنین کو مسرور کرنیکا مرتبہ، حالات اعمال مع فضائل آب نیساں، واقعہ غدیر، تحقیق معنی مولیٰ گوسفندان جناب اسمعیل کا فرات سے پانی نہ پینا، تشنگی سید الشہدا، ایک درویش کا ڈولچی میں پانی لانا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَنِ الْمَعْصُوْمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ اِدْخَالُ السُّرُوْرِ فِيْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ معصوم ارشاد فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد بہترین عمل مومن کو خوش کرنا ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ قلب مومن خدا کا گھر کہلاتا ہے لہذا مومن کے دل کو خوش کرنا ایسا ہے جیسے خدا کے گھر کو آباد کر دیا یا کعبہ میں چراغ جلا دیا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ ۔

امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ سے اثنائے مناجات میں فرمایا کہ اے موسیٰ کچھ میرے بندے ایسے بھی تو ہیں جنکے لئے میں جنت مباح کر دونگا اور وہاں دوسرے بندونکا انکو حاکم بنا کر رکھونگا حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ بار الٰہا وہ کون لوگ ہیں فرمایا جنکا شعار مومنین کو خوش کرنا ہے، اے موسیٰ ایک مومن کسی بادشاہ جابر کی حکومت میں رہتا تھا بادشاہ نے اسپر کوئی اتہام رکھا وہ کفار کے شہر کیطرف بھاگا اور کسی مشرک کے گھر میں پناہ چاہی۔ مشرک نے اسکو

تباہ دی اپنے ساتھ رکھا اور اسکی مہمانی کی جب اسکا وقت مرگ قریب ہوا تو ہمنے اس سے
کہلا بھیجا کہ مجھکو اپنے عزت و جلال کی قسم اگر میری جنت میں تیرے لئے کوئی مقام ہوتا
تو تجھکو اسی میں بھیجدیتا لیکن مشرکین پر جنت حرام ہے ہاں آگ کو حکم دیتا ہوں کہ
وہ تجھے صرف ڈرائے اور جلائے نہیں ای موسٰے اسکو ہم صبح و شام رزق پہنچاتے
ہیں حضرت موسیٰ نے پوچھا کہ بار الہا کیا اُسکو جنت سے رزق پہنچاتے ہے فرمایا کہ جہاں سے
ہم چاہتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

بنا بر روایت امام جعفر صادق علیہ السلام خداوند عالم نے حضرت داؤد کی
طرف وحی بھیجی کہ ای داؤد ایک نیکی ایسی ہے کہ جو اسکو بجا لائیگا میں اُسپر جنت کو
مباح کر دونگا حضرت داؤد نے عرض کیا کیا بار الہا وہ نیکی کونسی ہے فرمایا وہ اِدْخَالُ
السُّرُوْرِ فِیْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ ہے اگرچہ ایک خرما کے ساتھ ہی ہو پھر آپ کا ارشاد ہے کہ
جو شخص کسی مومن کا دل خوش کریگا تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اُسنے صرف اسی کا دل خوش کیا بلکہ
بخدا اُسنے ہمارا اور خدا و رسول کا دل خوش کیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

سبحان اللہ مومن کا دل خوش کرنا کسقدر عظیم الشان عبادت ہے جب ایک مومن کے
دل خوش کرنے کا اسقدر اجر منقول ہے تو آپ ہی جواب دیجئے کہ مجمع مومنین کے دل خوش
کرنے میں کسقدر ثواب ہوگا اور پھر مجمع بھی کیسا مجمع وہ مجمع جو تقریب عید میں فراہم ہوا وہ عید
جو مجمع اعیاد اور مصدر مسرت ہو یعنی نوروز کی عید جسمیں پُر مسرت عید جسمیں مومنین کے لئے سر عید
بالائے سر اور عید بالائے عید ہے بعثت حضرت رسالتمآب کی عید معراج حبیب خدا کی عید
ابتدائے نزول وحی کی عید جشن تاجپوشی ولایتمآب کی عید علی مرتضیٰ کے تخت خلافت ظاہری
پر متمکن ہونے کی عید اصنام کعبہ کے شکست کی عید ظہور حضرت حجت کی عید خاتم الائمہ
کے دجال پر فتحمند ہونے اور اسکو سولی دینے کی عید رجعت ائمہ ہدیٰ کی عید اسلئے کہ ان تمام
واقعات میں سے جو گزر چلے وہ اسی روز گزرے اور جو نہیں گزرے وہ اسی روز وقوع میں

آئینگے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے معلی بن خنیس سے ارشاد فرمایا کہ یہ
دن ہمارا اور ہمارے شیعوں کا دن ہے اہل عجم نے اسکی نگہداشت کی اور اہل عرب نے
اسے ضائع کیا حکم ہے کہ جب نوروز ہو تو غسل کرے، پاکیزہ لباس پہنے، عطر لگا
روزہ رکھے اور عمل نوروز اسطرح بجالائے کہ نماز ظہر وعصر سے فراغت کے بعد چار
رکعت نماز نوروز سنت قربۃً الی اللہ پڑھے جسمیں ہر دو رکعت پر سلام پھیرے پہلی
رکعت میں الحمد کے بعد دس مرتبہ سورۂ قدر دوسری رکعت میں الحمد کے بعد دس مرتبہ
سورۂ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ تیسری رکعت میں الحمد کے بعد دس مرتبہ سورۂ قُلْ هُوَ
اللّٰهُ چوتھی رکعت میں الحمد کے بعد ایک ایک مرتبہ سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ
اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھے نماز کے بعد سجدۂ شکر میں جا کر دعائے اَللّٰھُمَّ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ الْاَوْصِیَاءِ الْمَرْضِیِّیْنَ (الی آخرہ) پڑھے جو کتب اعمال و
ادعیہ میں مرقوم ہے اور اگر نماز ممکن نہ ہو تو محض دعا ہی پڑھ لے منقول ہے کہ جو شخص یہ
اعمال بجالائیگا اُسکے پچاس برس کے گناہ بخشے جائینگے اُسروز یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ
کا ورد کرنا چاہیے اور تحویل کے وقت تین سو چھیا سٹھ مرتبہ یہ دعا پڑھے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ
وَالْاَبْصَارِ یَا مُدَبِّرَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ یَا مُحَوِّلَ الْحَوْلِ وَالْاَحْوَالِ حَوِّلْ حَالَنَا اِلٰی اَحْسَنِ
الْحَالِ ٭ اگر دعائے اَللّٰهُ رَبِّیْ رَبِّیَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (الی آخرہ) جو کتب ادعیہ و اعمال
میں مرقوم ہے پانی پر پڑھکر پیئے اور گھر کے چاروں گوشوں میں چھڑکے تو سال بھر تمام بلیات
سے محفوظ رہیگا اگر سات سلام "سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ (الی آخرہ) جو کتب ادعیہ و
اعمال میں موجود ہیں اُسروز مشک و زعفران سے چینی کے پیالے پر لکھکر گلاب سے دھوئے
تو اسکا پینے والا سال بھر درد وریغ سے محفوظ رہیگا اور زہر دار جانور کے کاٹنے کا اسپر اثر نہوگا
جو شخص اُسروز یہ سات سورے پڑھے سال بھر آفات و بلیات سے امن میں رہیگا سورہ نبی

اسرائیل، سورۂ نور، سورۂ حدید، سورۂ حشر، سورۂ صف، سورۂ سأل سائل، سورۂ اعلیٰ
نوروز سے تقریباً تیئیس ۲۳ دن کے بعد نیسان رومی کا مہینہ آتا ہے یہ مہینہ تیس دن کا ہے جو پانی اس
میں برستا ہے اسکو آب نیساں کہتے ہیں اسکے فضائل و فوائد کثیر ہیں جناب رسالتمآب نے
اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی دوا بتلاؤں جو جبرئیل نے مجھ سے بیان کی ہے اور اسکے
بعد طبیبوں کی دوا کی ضرورت نہیں امیرالمومنین اور حضرت سلمان وغیرہ نے سوال کیا کہ
یا حضرت وہ دوا کیا ہے فرمایا کہ آب نیساں ہے اگر کوئی شخص اسپر سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی
قل ہو اللہ، معوذتین اور قل یاایہا الکافرون ستر ستر مرتبہ پڑھکر سات روز صبح و شام پئے تو خدا
کی قسم بدن کے تمام درد دفع ہوں خداوند عالم اسے عافیت عنایت فرمائے اگر کسی کے
فرزند نہ ہوتا ہو اور وہ آب نیساں پئے تو خداوند عالم اسے فرزند عنایت فرمائے، بانجھ عورت
پئے تو اولاد عطا ہو آب نیساں درد سر کو دفع کرتا ہے اگر اسکا ایک قطرہ آنکھ میں ٹپکایا
جائے اور اس سے آنکھیں دھوئی جائیں تو درد چشم دور ہو اسکے پینے سے دانت مضبوط ہوتے
ہیں منہ سے خوشبو آنے لگتی ہے لعاب دہن کم ہوتا ہے۔ آب نیساں تخمہ۔ بدہضمی۔ درد قولنج
درد پشت۔ درد شکم زکام۔ درد دنداں، درد مسوڑہ اور کرم معدہ کو دفع کرتا ہے۔ اسمیں بواسیر
خارش، پیچک، جنون، جذام، نکسیر اور قے سے نجات ہے، اسکا پینے والا اندھا، گونگا
بہرا اور زمین گیر نہیں ہوتا، آنکھوں میں پانی نہیں اترتا، کوئی ایسا مرض لاحق نہیں ہوتا
جو مخل عبادت ہو اور وسوسہ جن و شیطان سے محفوظ رہتا ہے اللّٰہمّ صلّ علیٰ محمّد وّ اٰل محمّد
چونکہ ناقص الفطرت و فاسد الخلقت لوگوں کو اہلبیت و فضائل اہلبیت سے
عداوت ہے اور نوروز بھی عید مومنین ہے اسلئے کہ اس روز خداوند عالم نے اہلبیت کو فضائل
پر فضائل اور مراتب پر مراتب عنایت فرمائے ہیں اسلئے دشمنان اہلبیت اس عید کو عید
مجوس اور عید جاہلیت کہتے ہیں حالانکہ شیخ عبدالحق دہلوی نے تحصیل الکمال میں لکھا ہے
قال [illegible] اِبنِ اَبی حَنِیفَۃ اِنَّہٗ ذَھَبَ وَالِدُ ثَابِتٍ جَدُّ اَبی حَنِیفَۃ بِا

ثَابِتٍ اِلیٰ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ وَھُوَ صَغِیْرٌ وَاَھْدیٰ اِلَیْہِ الفَالُوْذَجَ فِیْ یَوْمِ النَّیْرُوْزِ فَدَعَا الثَّابِتَ بِالْبَرَکَۃِ فِیْہِ وَفِیْ ذُرِّیَّتِہٖ یعنی ابو حنیفہ کا دادا اپنے بیٹے ثابت کو لیکر جبکہ وہ بچہ تھا حضرت امیر المومنین میں گیا اور نوروز کا فالودہ ہدیۃً پیش کیا حضرت نے ثابت اور اسکی اولاد کے حق میں دعائے برکت فرمائی۔

غرض نوروز وہ متبرک دن ہے جسکی برکات احاطہ بیان سے باہر ہیں حقیقت یہ ہے کہ جس چیز سے اہلبیت کو کسی ایک فرد کا بھی تعلق ہو گیا وہ نفحا اُل میں انہیں کیطرح ممتاز ہو گئی پھر کیا کہنا اُس دنکا جس سے محمد مصطفیٰ کا بھی تعلق، علی مرتضیٰ کا بھی تعلق اور حجت خدا قائم آل محمد کا بھی واسطہ اور چونکہ قائم کی ہر فضیلت قائم ہے لہذا کہنا پڑتا ہے کہ آپکی بدولت نوروز کا شرف بھی قائم ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

میں حیران ہوں کہ مجلس میں ان تمام واقعات میں سے کس واقعہ کا تذکرہ کروں ادھر سلسلہ مجالس کا تقاضا، اُدھر خم غدیر کے چھینٹے، تکمیل دین کی مسرت، جشن ولایت علی مرتضیٰ کی خوشی، اسلئے چاہتا ہوں کہ مہر زن مہر نبوت، نگینہ خاتم امامت، مالک اقلیم عصمت، حبیب محبوب خدا، اول ائمہ ہدیٰ، زوج بتول عذرا، منزل ہل اتیٰ، مقصد قل کفیٰ، معنی انما، علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے تذکرہ سے آپ حضرات کو مسرور کروں اور آپکے حالات میں سے بھی وہ ہنگامہ پرور واقعہ عرض کروں جس سے دین خدا مکمل ہوا ختم رسل فرض اہم سے سبکدوش ہوئے "آیہ بَلّغ کی تبلیغ بلیغ ہوئی اور اس میں سے بھی مسئلہ کے اہم ترین پہلو یعنی معنی مولیٰ پر بحث کروں تاکہ امیرالمومنین کی خلافت والامت ارباب انصاف کے لئے قطعی طور پر ثابت ہو جائے اسلئے کہ بھاگنے والے جب ہر پہلو سے مجبور ہو کر بھاگتے ہیں تو مذبوحانہ حرکت کی طرح لفظ مولیٰ ہی پر خستہ چینی کرتے ہوا پایا کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

شواہد التنزیل۔ مناقب ابن مردویہ۔ مودۃ القربیٰ وغیرہ وغیرہ مظہر ہیں کہ جب

جناب رسالتمآبؐ خداوند عالم کیطرف سے تبلیغ امر خلافت پر مامور ہوئے تو آپکے قلب میں کسیقدر ہراس پیدا ہوا عرض کیا کہ بار الہا یہ نئے مسلمان ہیں شاید اس تبلیغ کو نہ مانیں ارشاد ہوا یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْن اے رسول جو حکم خدا کی طرف سے تمپر نازل ہو چکا ہے اسکی تبلیغ کرو اور اگر تمنے ایسا نہ کیا تو گویا کسی کار رسالت کو انجام ہی نہیں دیا خدا تم کو دشمنوں سے بچائیگا اور ظالمین کو تمپر راہ نہ دیگا۔ اس حکم کی تعمیل ایک معرکۃ الارا اور قلب دشمن سوز واقعہ تھی کوئی ایسا امر ظہور میں آیا جسنے علی مرتضیٰ کو محسود خلائق بنا دیا تمام واقعات اسقدر مشہور و متواتر ہیں کہ میں تکرار و تطویل کی ضرورت نہیں سمجھتا اسمقام پر جتنے حصہ سے مجھے بحث کرنا ہے اسکے متعلق یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آنحضرتؐ نے ممبر پر علی کو بلند فرمایا اور حاضرین سے مخاطب ہوئے اَلَسْتُ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ اَلَا مَنْ اَنَا مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ فَلَقِیَہٗ عُمَرُ وَقَالَ ھَنِیْئًا لَکَ یَا عَلِیُّ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ ایہا الناس کیا میں مومنین کے نفوس کا مالک و مختار (مولیٰ) نہیں ہوں جواب دیا گیا ہاں یا رسول اللہ (آپ مومنین کے مالک و مختار ہیں) فرمایا کہ جسکا میں مولیٰ ہوں اسکے علی بھی مولیٰ ہیں بار الہا جو علی کو دوست رکھے اسکو تو بھی دوست رکھ اور جو علی کو دشمن رکھے اسکو تو بھی اپنا دشمن خیال فرما حضرت عمر علی بن ابیطالب کے قریب آئے اور کہا کہ اے علی مبارک ہو تم آج میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ ہوگئے اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد۔

اس حدیث کا ہر ہر فقرہ ایک اعتراض کا جواب ہے یہ واقعہ ہے کہ اہل اسلام کے لئے ولایت و خلافت علی مرتضیٰ ایک نعمت عظمیٰ تھی اگر اسکی قدر

یجاتی مگر حسابہ گر اور خود غرض لوگوں نے واقعہ غدیر کو بڑی زہر آلود نگاہوں سے دیکھا اس فضیلت کے اعلان پر اپنے قصر تعلی کے انہدام کے خوف سے لرزہ براندام ہوگئے اور ان کے پیدا کئے ہوئے فتنے آجتک اعتراضات کے لباس میں رخنہ انداز حقیقت ہو رہے ہیں یہ دوسرا امر رہا کہ اقدس الہی نے چونکہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ فرما دیا ہے لہذا قدرتاً ظالمین کی سدّراہ ہونے کیلئے ایسی ذاتیں پیدا ہوتی رہیں جو ظلم کو ظلم اور عدل کو عدل کر کے دکھا دیں، انہیں معترضانہ آوازوں میں سے ایک یہ آواز اکثر اوقات سامعہ خراشی کرتی رہتی ہے کہ مولی یہاں کوئی خاص معنی نہیں رکھتا بلکہ صرف ناصر و مددگار کے معنی ادا کرنے کے لئے آنحضرت نے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے جسے ان صفحات میں معنی مولیٰ پر مجیبانہ روشنی ڈالنی ہے اور پہلے جواب میں ایک سنی شاعر مولوی شاہ علی حسن صاحب سجادہ نشین قصبہ جائس کے چند اشعار پیش کرتا ہوں جنمیں سے پانچواں شعر اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو بڑے عمیق و دقیق استدلال کو حاوی ہے امید ہے کہ آپ حضرات شاعر کی حق شناسی و حقگوئی سے لطف اندوز ہونگے ؎

منم سُنّی ولیکن از تعصب الاماں گویم
پسند خاطرم انصاف در دنیا و مافیہا

سخن سنجیدہ می گویم مضامین چیدہ میگویم
کتب را دیدہ میگویم چہ باکے ہست ز اعدا

نہ بیم از طاغیان دارم کہ حق را بر زباں آرم
خدائے دو جہاں دارم ندارم بر کسے پروا

بگویم وَالِ مَنْ وَّالَاہُ از بہر محب او
وعید عَادِ مَنْ عَادَاہُ آمد از پے اعدا

چہ باشد معنیٔ مَنْ كُنْتُ مَوْلٰی میروی ہر سو
علی مولیٰ بآں معنی کہ پیغمبر بود مولیٰ

کسے کز حب حیدر دم زند بے الفت حیدر
خلل اندر دماغ او بود از کثرت سودا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

دوسرا جواب آپ کو حدیث مذکور کے فقرہ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ میں ملیگا سوئی بمعنی ناصر و مددگار ماننے والوں سے یہاں یہ سوال کرنا پڑتا ہے کہ اگر ولایت سے

مراد نصرت ہے جسکے بعد مولی بمعنی ناصر ہو جائیگا تو جناب رسالتمآب نے یہ دعائیں کیوں کی اور
علی کو اس نصرت میں دوسروں کی کیا ضرورت تھی قرآن میں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (مومن
باہم بھائی بھائی ہیں) آجانے کے بعد مومنین میں دوستی ہی نہیں بلکہ اخوت قائم ہو چکی تھی
دوبارہ نصرت و محبت کے لیئے جبرئیل کا نزول گزر جانیوالونکی دعوت، رہ جانیوالوں کا
انتظار، مجمع کثیر میں کجاوونکا ممبر، اسپر علی کو بلند کرنا یہ سب باتیں مولے بمعنی ناصر کے
ساتھ کسیطرح چسپاں نہیں ہوتیں اور ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ خدا و رسول کے یہ تمام اقدام
و اہتمامات محض اسلیئے کہ علی کو ناصر و مددگار کہدیا جائے معاذ اللہ لغو و عبث نظر آتے ہیں
اگر یہ بند و بست ہوتا تو اُسدن ہوتا جب اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کہا گیا تھا لامحالہ اس
انتظام کو ایسے محل پر محمول کیا جائیگا جسکے بعد دنیا بھر کی گردنیں امیر المومنین کے قلادہ اطاعت
میں آجائیں علی مرتضیٰ رئیس عام اور خلیفہ خدا بنکر مولائے مومنین کہلائیں اور یہ اسیوقت
ممکن ہے جبکہ مولی بمعنی خلیفہ و امام ہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

تیسرا جواب قول حضرت عمر اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ سے ظاہر ہے آپ نے کہا کہ
ای علی مبارک باشد آپ میرے اور ہر مومن و مومنہ کے مولی ہو گئے جو لوگ مولے اور
ناصر کو ایک سمجھتے ہیں انپر بھی یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جب غزوات اسلام میں لوگوں نے
بھاگ بھاگ کر غیر اقوام کے سامنے اسلام کی توہین کرائی پشت پھیر پھیر کر حق نصرت
و حمایت اسلام کو ضائع کیا اسوقت علی ہی نے ازرہ نصرت و حمایت اسلام اپنی
شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے اور یہ لڑائیاں جنمیں علی مرتضیٰ ناصر و مددگار رہے
اکثر واقعہ غدیر سے قبل ہوئیں یعنی آپ ناصر اسلام قبل واقعہ غدیر ہی ہو گئے تھے اور حضرت
عمر کا قول اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صفت نصرت و مددگاری
امیر المومنین میں بعد واقعہ غدیر ہی ہوئی ہے اور پہلے سے نہ تھی لہذا کہنا پڑیگا کہ حق بر
زبان جاری حضرت عمر نے اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَ مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّ مُؤْمِنَۃٍ کہکر

خود اپنا شیرازہ منتشر کر لیا اور یہ ثابت کر دیا کہ علی میں اسوقت ایسی صفت پیدا ہوئی ہے جو پہلے نہ تھی یعنی یہ اعلان علی کی نصرت و مددگاری کا نہیں بلکہ آپکی ریاست عامہ و خلافت حقہ سے متعلق ہے اور مولیٰ یہاں پر بمعنی امام و خلیفہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

چوتھا جواب واقعہ قتل حضرت عثمان سے ہویدا ہے (بقول دیگران) مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ فرما دینے کے بعد امیر المومنین ناصر اسلام ہو گئے اگر ایسا ہی ہے تو جب اہل مصر نے خلیفہ اسلام حضرت عثمان کا محاصرہ کیا اسوقت علی نے نصرت کیوں نہ فرمائی حالانکہ تمام اہل مصر حضرت علی کے مطیع و تابع فرمان تھے اگر رسول زندہ ہوتے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت عثمان کو اس حال سے دیکھ لیتے یہیں سے نصرت کے معنی باطل ہو گئے لہذا ایسی کمزور اور اتنی جلد ٹوٹ جانیوالی فضیلت سے حضور رسول کے ایسے عظیم الشان اہتمامات کا متعلق کرنا کسیطرح قرین عقل نہیں بلکہ ان تمام انتظامی امور کا تعلق ایسے وصف سے تھا جو علی کے اندر حقیقی طور پر قائم و ثابت رہے اور علی نہیں تو اولاد علی تا قیامت صحیح معنی میں اسکے وارث رہے یعنی امامت حقہ و ریاست عامہ اور مولیٰ کا معنی امام و خلیفہ ہونا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

پانچواں جواب اس واقعہ سے ملتا ہے جسکو فاضل الدین حموی اور سبط احمد جوزی نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ کمیت شاعر نے جب اپنا قصیدہ عینیہ کہا تو ایک شب امیر المومنین کو خواب میں دیکھا کہ اسکے پڑھنے کی فرمائش کر رہے ہیں کمیت نے قصیدہ شروع کیا یہانتک کہ یہ شعر پڑھا سے

وَیَوْمَ الدَّوْحِ دَوْحِ غَدِیْرِ خُمٍّ اَبَانَ لَهُ الْوَلَایَةَ لَوْ اُطِیْعَا

اٹھارہ ذی الحجہ کو بمقام غدیر خم رسولخدا نے علی بن ابیطالب کے لئے خلافت و ولایت کو ظاہر کر دیا کاش آپ کی اطاعت کیجاتی۔ اسپر امیر المومنین نے یہ شعر فرمایا سے

وَلَمْ اَرَ مِثْلَ ذَالِكَ الْيَوْمِ يَوْمًا　　وَلَمْ اَرَ مِثْلَهٗ حَقًّا اُضِيْعَا

نہ میں نے کوئی ایسا شان دار دن دیکھا اور نہ کوئی حق اسطرح ضائع ہوتے

اگر یہ کہا جائے کہ مولی بمعنی ناصر و مددگار ہے تو بقول اہل خلاف تمام صحابہ اور

باہم متفق و متحد تھے حق حضرت کسی نے ضائع نہیں کیا ورنہ صحابی رسول اور خلیفہ

اختلاف و نفاق رکھنے والا خود قابل مذمت قرار پائیگا نہ اسکی صحابیت قابل

رہیگی نہ خلافت بلکہ دونوں کا دعویٰ بے محل و باطل ہونے کی وجہ سے طوق لعنت

و ملامت بنجائیگا اور اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی حق ایسا ہی جو اگرچہ

دعوی حیثیت علی کے ساتھ رہا مگر ایک مجہول طبقہ نے اسکی تضییع و غصب

کوئی فرد گزاشت نہیں کی لہذا کہنا پڑیگا کہ وہ حق سوائے خلافت و امامت کے اور

نہیں جسکو غصب کرکے مدعیان صحابیت و خلافت نے اسپر ناجائز تصرف کیا ہوا

یہاں سے ثابت ہوگیا کہ حدیث غدیر میں مولیٰ بمعنی امام و خلیفہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

چھٹا جواب مودۃ القربیٰ کی عبارت ہے کہ ۱۸ ذی الحجہ کو روزہ رکھنا ساٹھ

کی برابر ہے اسلئے کہ اس روز حضرت رسالتمآب نے علی بن ابیطالب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ یہ کونسی عظیم الشان فضیلت ہے جسمیں روزہ رکھنا

ثواب کا سبب ہے اگر یہ عظمت و نصرت و محبت کے سبب سے ہے تو اس ثواب کے لئے وہ دن اختیار

جسروز آنحضرت نے حُبُّ عَلِيٍّ اِيْمَانٌ وَّبُغْضُهٗ كُفْرٌ (علی کی محبت ایمان اور آپکا

بغض کفر ہے) فرمایا تھا مگر اسوقت کوئی اہتمام نہیں کیا گیا معلوم ہوا کہ آج کوئی ایسی

فضیلت بیان کیجارہی ہے جو نصرت و محبت سے کہیں بالاتر ہے یعنی خلافت و امامت

اور مولیٰ کا بمعنی امام و خلیفہ ہونا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

ساتواں جواب خود قول خداوند عالم وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (خدا تمکو شر ناس سے بچائیگا اور ظالمین پر راہ نہ دیگا) میں موجود ہے یا نہیں
ہوتا ہے کہ ای رسول جیسے ہم کہتے ہیں ویسے ہی کہو خدا تمکو لوگوں کے شر سے بچائیگا اور ظالمین
راہ نہ پائینگے وہ کونسا امر ہے جسکے ظاہر کرنے میں رسول اسقدر خائف تھے اور خداوند عالم نے
اس درجہ اطمینان دلایا اگر اظہار فضیلت نصرت کے لیے یہ سب ششں و پنج اور تمام ترددات تھے
تو یہ تامل و تردد محض بیجا تھا رسول نے بارہا اس سے زائد فضائل بیان کردے اور کوئی خوف
نہیں کیا جنگ خیبر میں مصنوعی سرداروں کی بیجا خواہشات علمبرداری کی تمنائیں معلوم تھی
جنکے لئے لازم تھا کہ ایک کی کامیابی پر دوسرا حسد کرے اور موجب فسادات و فتن ہو مگر رسول اللہ
نے آزادی سے فرمایا لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا کَرَّارًا غَیْرَ فَرَّارٍ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ
وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ کل میں اسکو علم دونگا جو کرار غیر فرار ہو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہو
اور خدا و رسول اسکو دوست رکھتے ہوں جب اس فضیلت کے ظاہر کرنے میں رسول اللہ خائف
نہیں ہوتے تو فضیلت نصرت کے بیان کردینے میں کیا اندیشہ تھا ایسا ہرگز نہیں بلکہ مولٰے
کے یقیناً ایسے معنی ہیں جنمیں وہ فضیلت پنہاں ہو جسپر ہزاروں خون بہ جانیکا خیال اور باطل
پرور طبقہ میں تلاطم عظیم برپا ہو جائیگا گمان ہو یعنی امام اور رئیس عام اسی فضیلت کے
ان کیلئے سارا انتظام و اہتمام تھا کہ یہ حق سفاک و مفسد خلفا سے بچکر حقدار و مستحقین کو پہنچ
جائے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

آٹھویں جواب پر میں اس بحث کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ
مَوْلَاہُ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جسکے رسول مولیٰ ہیں اسکے علی بھی مولا ہیں یہانپر مولی کو
بمعنی ناصر و مددگار رہنا نیوالوں سے یہ سوال ہوتا ہے جناب عائشہ اسوقت زندہ تھیں اور رسول
کے بعد تک رہیں اسیطرح طرفداران عائشہ بھی موجود تھے نیز آپ کے اعتقاد کے مطابق
رسول اللہ ان سبکے ناصر و مددگار بھی تھے لیکن حضرت علی اور عائشہ کے گروہ کے تعلقات
نہایت کشیدہ رہے یہانتک کہ تلواریں بھی کھنچگی جنگ جمل اسکی شاہد ناطق ہے یعنی رسول

اسّد تو اس گروہ کے ناصر و مددگار تھے اور علی نے مخالفانہ طرزِ عمل اختیار کیا پھر مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کے کیا معنی ہیں اب یا تو رسول کو جھٹلایئے کہ خلافِ واقع بیان کر گئے اسلئے کہ علی بن ابیطالب اور گروہ عائشہ دونوں ایک دوسرے سے بر نصرت و مددگاری کے برعکس مظاہرہ کر رہے تھے یا یہ کہیئے کہ مولیٰ بمعنی ناصر و مددگار نہیں ہے بلکہ کوئی ایسے معنی ہیں کہ عائشہ اور حامیان عایشہ اسکے موافق مظاہرہ کریں یا خلاف مگر علی اسی معنی سے ان کے مولیٰ ہیں غالبًا مسلمان خلافت کی طمع میں رسول کو جھوٹا نہ کہیں گے بلکہ صاف صاف کہدینگے مولیٰ بمعنی امام و خلیفہ ہے اور یہ ایسے معنی ہیں کہ رعیت و امت تسلیم کرے یا نکرے اور امام و خلیفہ کی اطاعت کرے یا اسپر خروج و بغاوت مگر وہ حقیقی معنی میں امام و خلیفہ ہوتا ہے امام کا امام ہونا اسکی افضلیت پر موقوف ہے رہی رعیت و امت وہ اگر اتباع و پیروی امام کریگی تو مومن رہیگی ورنہ دائرہ ایمان سے خارج ہو کر خارجی و منافق کہلائیگی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

حجتیں اور دلیلیں روشن ہیں انسان کے پاس عقل جیسا ہادی و راہبر موجود ہے اب یہ اسکا فعل ہے کہ غور کرے یا نکرے اور ایمان لائے یا نہ لائے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ سے یہ ثابت ہو ہی گیا کہ علی ہر اس شخص کے مولیٰ ہیں جسکے رسول مولیٰ ہیں لہذا جو شخص علی کو مولیٰ نہ سمجھے وہ ہمارے حق میں مضر نہیں بلکہ اپنے اسلام کو ہاتھ سے کھوئے دیتا ہے اسلئے کہ علی کو مولیٰ نہ ماننا رسول کو مولیٰ نہ ماننے کے مترادف ہے اور جو شخص رسول کو مولیٰ نہ مانے وہ بلا شبہ کافر ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ آفتاب کیطرف اڑائی ہوئی خاک سے اپنا ہی چہرہ غبار آلود ہوتا ہے نورانیت آفتاب پر کوئی داغ نہیں آسکتا رہی نقلی حیثیت اسکے متعلق یہ ہے کہ اب تک ہر بات کتب اہلسنت سے کہی گئی پھر بھی اگر تسلیم نہ کیجائے تو اپنے زبان سے اپنے آپ کو جھوٹا کہنا ہے اور یہ سب بلائیں تنقیص مراتب اہلبیت کی بدولت خریدی گئیں ہیں یعنی آلِ رسول سے بغض و عناد کا نتیجہ ہیں اسی لیئے تو فرقہ ناجیہ کا ممتاز طریقہ حب و موالات اہلبیت ہے آخر اس محبت نے یہ پھل دیا کہ اہلبیت

ہیں شجر طیبہ کے شاخ و ثمر ہیں محبان اہلبیت اسی کے اوراق قرار دیے گئے چنانچہ مودۃ القربیٰ
میں ابن عباس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کا منقول ہے خَلَقَ الْاَنْبِیَاءَ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰی
وَخَلَقَنِیْ وَعَلِیًّا مِنْ شَجَرَۃٍ وَاحِدَۃٍ فَاَنَا اَصْلُھَا وَعَلِیٌّ فَرْعُھَا وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ
ثِمَارُھَا وَاَشْیَاعُنَا اَوْرَاقُھَا فَمَنْ یَتَعَلَّقُ بِھَا نَجٰی وَمَنْ زَاغَ عَنْھَا ھَوٰی فرماتے
ہیں کہ خداوند عالم نے تمام انبیاء کو مختلف درختوں سے پیدا کیا اور مجھے اور علی کو ایک درخت سے
میں اسی درخت کی اصل ہوں علی فرع حسن و حسین ثمر اور ہمارے شیعہ اسکے پتے ہیں
پس جو شخص اس درخت سے تعلق رکھیگا وہ نجات پائیگا اور جو مخالفت کریگا وہ گمراہ ہوگا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

جسطرح اصل و فرع کی شادابی سے پتے تازہ رہتے ہیں اور انکے ماؤف ہو جانے سے
مرجھانے لگتے ہیں اسیطرح محبان اہلبیت بھی اہلبیت کی مسرت و مصیبت میں شریک
رہتے ہیں فضائل بیان ہوتے ہیں تو خوش و مسرور ہو کر درود پڑھتے ہیں اور مصائب کا
تذکرہ ہوتا ہے تو مصیبت زدوں کی طرح گریہ و بکا کرتے ہیں خوشی تو ایسی شے ہے کہ
اس سے اگر دشمن متاثر نہوں تو بہت زیادہ حیرت و استعجاب کی بات نہیں اسلئے کہ
بغض و عناد اسکی تاثیر پر غالب آجاتے ہیں مگر مصیبت کے اثرات اسقدر کاری
ہوتے ہیں کہ دشمن بھی انسے مغلوب ہو کر اثر پذیر ہو ہی جایا کرتے ہیں لیکن اہلبیت کے ساتھ
ان لوگوں کے بغض و عناد کی حدیں اور پھر اسپر انکی تیرہ بختیاں اور بدقسمتیاں احاطۂ
خیال سے باہر ہیں جو انکے ایسے زلزلہ خیز و ہیجان پرور مصائب سے بھی متاثر نہیں ہوتے
ہیں [illegible] اجزاء عالم زیر و زبر ہو گئے زمین و آسمان نے اشک خونی بہائے اور پتھر
پانی ہو گئے ؎

زُلْزِلَتِ الدُّنْیَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ وَکَادَتْ لَھُمْ صُمُّ الْجِبَالِ تَذُوْبُ

مصیبت آل رسول کی وجہ سے دنیا میں تزلزل و تلاطم برپا ہو گیا اور قریب تھا کہ پہاڑ

ٹکڑے ہو جائیں۔

فَلِلسَّیْفِ اَعْوَالٌ وَلِلرُّمْحِ رَنَّةٌ   وَلِلْخَیْلِ مِنْ بَعْدِ الصَّهِیْلِ نَحِیْبٌ

اور ایسا ہنگامہ برپا ہوا کہ تلوار و نیزے بھی رونے لگے اور گھوڑونکا تو یہ حال تھا کہ چیخ چیخکر روتے اور نوحہ کرتے تھے، آہ مومنین یہ مصائب تو ایسے مصائب ہیں کہ حیوانات تک ایسے اسوقت متاثر تھے جب وہ واقع بھی نہوئے تھے۔ کتاب بحار میں منقول ہے کہ ایکمرتبہ حضرت اسمٰعیل کے گوسفند ساحل فرات پر چر رہے تھے ایکروز چرواہے نے آکر عرض کیا کہ ای نبی خدا کئی دن سے ان دنبیوں نے اس نہر سے پانی نہیں پیا آپنے درگاہ اقدس باری میں مناجات کی کہ بار الہا ان جانوروں کے پانی نہ پینے کا کیا سبب ہے حکم ہوا کہ ای اسمٰعیل اسکا سبب خود انہیں سے پوچھو حضرت اسمٰعیل نے اُن دنبیوں سے پوچھا کہ تمہارے پانی نہ پینے کا کیا سبب ہے ان دنبیوں نے بزبان فصیح جواب دیا کہ ای نبی خدا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپکا فرزند، خاتم الانبیا کا دلبند حسین اسی نہر پر بھوکا پیاسا قتل کیا جائیگا اسی رنج و غم میں یہ پانی ہمارے حلق سے نہیں اُترتا حضرت نے پوچھا کہ اسکو کون قتل کریگا دنبیاں کہنے لگیں کہ یزید ملعون اس گناہ عظیم کا مرتکب ہوگا جسپر سب لعنت کرینگے یہ سننا تھا کہ حضرت اسمٰعیل درد و غم سے بیچین ہوگئے درگاہ باری میں عرض کیا کہ بار الہا تو بھی قاتل حسین پر لعنت کر اور یہ کہکر رونے لگے اب آپ بھی اس مظلوم کی پیاس کو یاد کرکے روئے جسکی پیاس کو یاد کرکے دنبیوں نے پیاسا رہنا گوارا کیا اور حضرت اسمٰعیل فرط رنج و ملال سے بیتاب ہوکر رونے لگے۔ ہائے مظلوم کربلا کی کیا پیاس تھی جسکا آپ بار بار ذکر کرتے تھے اور فرماتے تھے اَنَا ابْنُ صَاحِبِ الْکَوْثَرِ اَنَا ابْنُ شَافِعِ الْمَحْشَرِ یعنی ای لوگو میں فرزند ساقی کوثر ہوں اور میں جگر بند شافع محشر ہوں وَاُقْتَلُ عَطْشَانًا غَرِیْبًا وَحِیْدًا فَهَلْ فِیْکُمْ مُسْلِمٌ اور وحشت غربت و تنہائی میں پیاسا قتل ہوتا ہوں کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے جو مجھ بیکس پر رحم کرے اور تھوڑا سا پانی پلاوے اس استغاثہ پر

ایک ملعون نے جواب دیا کہ ای حسین اگر تمام روئے زمین پانی پانی ہو جائے تب بھی تمکو پانی کا ایک قطرہ نہ ملیگا۔

مومنین سید الشہدا کی یہ فریاد ایک درویش نے بھی سنی جو لشکر عمر سعد میں تھا پانی کی ایک ڈولچی بھر کر خدمت امام میں حاضر کی اور عرض کیا کہ ای فرزند رسول میری جان آپ پر فدا ہوں یہ پانی حاضر ہے نوش فرمائے حضرت پانی کو دیکھکر زار زار رو دیئے اور فرمایا کہ ای شیخ میں پانی کیونکر پیوں جبکہ میرے تمام رفیق پیاد اسی کے لئے تڑپ تڑپ کر مر گئے پھر آپ اسکو پشت خیمہ پر لائے اور زمین پر ایک ٹھوکر لگائی بقدرت خدا ایک چشمۂ آب پیدا ہوا فرمانے لگے کہ ای بھائی میں محتاج آب نہیں ہوں فقط اتمام حجت کرتا ہوں تاکہ ان لوگوں کو قیامت میں کسی عذر کی گنجایش نہ رہے۔ اب تو جلد اس لشکر سے نکل جا اسلئے کہ تیرا نام محضر میں نہیں ہے اور جو میری آواز استغاثہ سنکر مدد نکریگا خداوند عالم اسے بروز قیامت جہنم میں ڈالیگا۔

فریاد از غریبی و بے یاری حسین ... و ز نالہائے دمبدم و زاری حسین

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ۱۹ واقعہ غدیر پر تکمیل دین کی بشارت، جواب اعتراض، حال شب ضربت، شقاوت جمال ملعون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ العزیز الحکیم فی قرآنہ الکریم الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشون الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناہ ای رسول آج وہ لوگ تمہارے دین (کے ضعف و بربادی) سے مایوس ہوگئے جو کافر ہوگئے تھے پس تم اُنسے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کردیا، تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا اللھم صل علی محمد وال محمد۔

تفسیر عمدۃ البیان میں ہے کہ جب جناب رسالت مآب نے لوگوں کو اپنی وفات کی خبر سنائی تو مشرکین و منافقین یہ خبر پاکر کہنے لگے کہ اگر محمد مرجائینگے تو ہم ان کے دین کو برباد کردینگے، ان کے اصحاب کو قتل کردینگے اور ان کی مال و اولاد کو لوٹ لینگے جب جناب رسولخدا نے غدیر خم میں علی مرتضیٰ کو اپنا خلیفہ و جانشین کیا اور خبر مشہور ہوئی تو اہل نفاق اپنے خیالات کی پامالی پر ہاتھ ملکر رہ گئے۔ اور امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جسوقت جناب رسولخدا نے خم غدیر میں علی ابن ابیطالب کو اپنا خلیفہ و جانشین کیا اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناہ اللھم صل علی محمد وال محمد۔

مومنین اس وقت آپ حضرات کے سامنے اس امر کے متعلق کہ یہ آیت علی ابن ابیطالب کے لئے مقام غدیر میں نازل ہوئی ہے صرف ایک تفسیر کا حوالہ عرض کیا جسمیں معصوم

اقوال ہیں لیکن جن لوگوں کی طبائع عصمت سے متنفر ہیں اُنکی نظر میں معصوم کے
قول ہی کی کیا قدر ہوسکتی ہے اسلئے سلسلہ تفسیر وتشریح کو طویل کرنا چاہتا ہوں -
مراتب اہلبیت میں کسی محل پر یہ کہنا کہ اسکا اعتراف اہل خلاف نے نہیں کیا امر
بے معنی ہے ہم خود غیروں کے سامنے ایسی بات کہنا پسند نہیں کرتے جسکے خود غیر
معترف نہوں فضائل اہلبیت نے عالم فضائل میں ہلچل ڈالدی اور کوتاہ دست لوگو
کو سوائے عیب پوشی کچھ کرنے نہ تھی مگر حق خود دشمن ہی کی زبان سے آشکارا ہوا
کرتا ہے عنوان کا فرق ہے دوست صدق نیت سے اقرار کرتا ہے اور دشمن حقیقت کے
قہری اثر سے پھر بھی کچھ لوگ ایسے ہوا کرتے ہیں جو سلف کی حق پاشیوں کو چھپا
چھپا کر حق پوشی کے فرائض انجام دینا اپنا کام سمجھتے ہیں اسلئے ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ
علی مرتضی کی بدولت بدلیل رَضِیتُ لَکُمُ الاِسلَامَ دِینًا اسلام ہی دین مرتضی ہوگیا
اور یہ ہم ہی نہیں کہتے بلکہ مستند علمار اہلسنت نے اسکا اعتراف کیا ہے چنانچہ جلال الدین
سیوطی درمنثور میں اور حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں بروایت ابوسعید خدری لکھتے ہیں
کہ جسوقت جناب رسالتمآب نے امیرالمومنین کو بروز خم غدیر خلیفہ بنایا اور انکے لئے صدائے
ولایت بلند کی تو جبرئیل یہ آیت لیکر نازل ہوئے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور امام احمد حنبل جیسے محقق اہلسنت
اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ
نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِکْمَالِ الدِّیْنِ وَاِتْمَامِ النِّعْمَۃِ وَرِضَاءِ بِرِسَالَتِیْ وَوِلَایَۃِ
عَلِیٍّ مِّنْ بَعْدِیْ یعنی دین کو کامل اور نعمت کو تمام کرنے اور میری رسالت اور میرے
بعد علی کی ولایت سے راضی ہونے پر میں خدا کا شکر کرتا ہوں، اسیطرح ابن مردویہ نے
اپنی کتاب مناقب میں اور ابوالقاسم حسکانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کے
نزول پر رسول اللہ نے فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَلٰی اِکْمَالِ الدِّیْنِ وَاِتْمَامِ النِّعْمَۃِ وَرِضَاءِ

بِرِسَالَتِیْ وَوِلَایَۃِ عَلِیٍّ مِنْ بَعْدِیْ یعنی خداوند عالم بڑی شان والا ہے کہ اُسنے دین کو کامل او
نعمت کو تمام کیا اور میری رسالت اور میرے بعد علی کی ولایت سے راضی ہوا اسکے بعد آپ نے فرما
مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ
نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ فَلَقِیَہٗ عُمَرُ فَقَالَ ھَنِیْئًا لَّکَ یَا عَلِیُّ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ
وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ یعنی جسکا میں مولیٰ ہوں اسکے علی بھی مولیٰ ہیں خداوندا جو علی
دوست رکھے اسکو تو بھی دوست رکھ اور جو علی سے دشمنی رکھے اُسکو تو بھی دشمن رکھ جو علی
کی مدد کرے اُسکی تو بھی مدد فرما اور جو علی کو بے مدد چھوڑے اسکو تو بھی یوں ہی چھوڑ دے
راوی کہتا ہے کہ اسوقت امیرالمومنین کے پاس حضرت عمر آئے اور کہنے لگے کہ اے علی مبارک
آپ ہر مومن مرد و عورت کے مولیٰ ہوگئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

غرض قرآنی آیات، احادیث و روایات، محققین فریقین کے متواتر و کثیر اقوال عقلی
براہین و دلائل یہ تمام چیزیں امیرالمومنین کی ریاست و خلافت اور آپکی ذات سے تکمیل
دین مبین پر فیصلہ کن دلالت کرتی ہیں مگر جسطرح ہر مقام پر متعصب طبقہ حق کی مخالفت
قرآن کو اسکی منزل سے ہٹانے کی تدبیریں اور ثقلین کو آپس سے جدا کرنے کی کوششیں کرتا ہے
اسیطرح معاملہ غدیر و مسئلہ تکمیل دین میں بھی بعض واہیات اعتراضات ان لوگوں کی
سنت انصاف کی صدا دیا کرتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ تکمیل خلافت و امامت علی ابن
ابیطالب کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ یہ آیت حرمت میتہ و خون کے بعد ہے اسلئے ان چیزوں
کی حرمت ہی باعث تکمیل دین ہے سبحان اللہ کیا کھلی ہوئی گمراہی ہے نہ معلوم مردار اور
میں ایسی کیا اہمیت دیکھی کہ نہ حرمت قتل مومن کو باعث تکمیل دین سمجھا اور نہ حرمت
موجب تکمیل اسلام قرار دیگئی وغیرہ وغیرہ اور معیار تکمیل سمجھا تو حرمت مردار اور خون کو
ذرا غور فرمایئے کہ اگر کوئی شخص مردار یا خون کھائے پیئے گا تو محض گنہگار ہوگا اور اس معصیت
سب جب ہم یہ شامت کہیں ہم سننے اور عمل کرنے کیلئے تیار ہیں مگر قتل و زنا کی معصیت

کوئی نسبت ہی نہیں اول تو مردار خواری و خونخواری کا تعلق محض حق اللہ سے ہے یعنی
ایسا کرنیوالا صرف خداوند عالم کا گنہگار ہوگا نہ بندوں کا اور قتل و زنا میں حق اللہ و حق الناس
دونوں شامل ہیں ایک خدا کا گناہ دوسرے اس بندے کا گناہ جسے قتل کیا یا جسکے
ساتھ زنا کیا اسکے علاوہ یہ گناہ متعدی نہیں یعنی انکے خالمانہ اور گندیدہ
اثرات دوسروں تک نہیں پہنچتے بخلاف قتل و زنا کے کہ قتل میں ماسوا اسکے کہ
مقتول کا گناہ ہے اور قاتل وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا
فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا أَلِيمًا (یعنی جو شخص کسی مومن
کو دیدہ و دانستہ قتل کرے تو اسکا بدلہ جہنم ہے اس سے خدا ناخوش ہے اور
لعنت کرتا ہے اور اسکے لیئے دردناک عذاب مہیا کیا ہے) کا مصداق بنا اس تصور
سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ اگر مقتول کے متعلقین باقی رہ گئے جنکا
ذمہ دار وہی تھا تو گویا ان سب کے مصائب اور آلام و شدائد کا بار قاتل کی گردن
پر رہیگا یعنی اسنے ایک شخص کو قتل کرکے متعدد بندگان خدا کو زندہ درگور کردیا
علیٰ ہذا زنا میں اس شخص کے گناہ کے علاوہ جس سے زنا کیا یہ کیسا بڑا مفسدہ ہے
کہ زنا زادوں کی پیدائش و کثرت کا زانی روسیاہ ہی سبب ہے تعجب ہے کہ زمانہ نے
ایسے ہولناک گناہوں کو تکمیل دین کا سبب نہیں قرار دیا اور مردار خواری و خونخوار
کو ذریعہ تکمیل سمجھ لیا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے معمولی مسائل کو مقام تکمیل میں لانا
سراسر ناانصافی ہے اور دین مکمل ہوا تو بس علی کی خلافت و نیابت سے جسکی
امت اسیطرح محتاج ہے جیسے رسالت ختم رسل کی اور اگر اعلان خلافت
و ریاست امیر المومنین نہوتا تو اسلام مفقود ہو جاتا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
حقیقت ظاہر ہے رہا باطل پر جما رہنا یہ ان لوگوں کی تقلید ہے جنہوں نے
باطل کے لیئے حق کی گردن پر چھری پھیر دی حدیث میں آچکا تھا کہ علی حق کے

ساتھ ہیں اور حق علی کے ہمراہ ہے حق اُدھر ہی گھومتا ہے جدھر علی چلتے ہیں یہ خلافت و ریاست کا غبار ماہ رمضان جیسے محترم مہینہ میں نکالنا اگر حق کشی نہ تھا تو اور کیا تھا شاید اسی لیے مے خواری و خون نوشی کو ذریعہ تکمیل اسلام قرار دیا ہو گا اور قتل و زنا سے بحث نہ کی ہو گی کہ ہمیں امیر المومنین کو قتل کرنا اور انکے بعد غصبی خلافت کے تخت پر بیٹھکر شب و روز فسق و فجور کرنا ہے لہٰذا ان چیزوں کا ذکر نہ آنا ہی اچھا ہے ورنہ ان چیزوں کو معیار تکمیل قرار دیکر خود ہی انکے ارتکاب سے ہم کھلم کھلا دین کے ناقص کر دینے والے قرار پائیں گے۔ اس مبارک مہینہ میں مسجد کے اندر سجدۂ باری کی حالت میں معترضین کے پیشواؤں کے ہاتھوں وہ قیامت برپا ہوئی جس سے ارکان عالم تہ و بالا ہو گئے اور جسکی علامات قبل ہی سے ظاہر ہونے لگی تھیں۔

جناب ام کلثوم بنت امیر المومنین سے منقول ہے کہ جب اُنیسویں شب ماہ مبارک آئی تو میں نے افطار کے وقت دو جو کی روٹیاں، نمک اور دودھ کے ہمراہ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں پیش کیں حضرت نے فرمایا کہ بیٹی تم ایک وقت میں میرے سامنے دو نانخورش لائی ہو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں میدان حساب میں زیادہ دیر تک کھڑا رہوں غرض حضرت نے کاسہ شیر دستر خوان پر سے اُٹھوا دیا اور چند لقمے نمک کے ساتھ تناول فرما کر نماز و دعا میں مصروف ہو گئے لیکن بار بار اندر سے باہر آتے اور آسمان کیطرف دیکھتے تھے چہرے سے اضطراب نمودار تھا آپ فرماتی ہیں کہ میں نے سبب اضطراب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اب میرا وقت رحلت قریب ہے اور کلمۂ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ زبان پر جاری کیا میں رونے لگی اور حضرت پھر عبادت میں مصروف ہو گئے جب ایک ثلث شب رہ گئی تو آپ نے تجدید وضو فرمائی لباس پہنا صحن میں تشریف لائے اسوقت ان مرغابیوں نے آکر حلقہ کر لیا جو بھائی حسن کے پاس کسی نے ہدیہ بھیجی تھیں اور نوحہ و بکا کرنے لگیں حضرت نے انکا یہ حال دیکھکر

فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور مجھے وصیت فرمائی کہ بیٹی دیکھو ان جانوروں کی خبرگیری کرنا
کہ یہ بے زبان و اسیر ہیں اور اگر انکی خدمت نہ ہوسکے تو انہیں رہا کردینا جناب ام کلثوم
فرماتی ہیں کہ یہ فرماکر حضرت آگے بڑھے دفعتہً آپکا پٹکا دروازے میں اٹک گیا آپ دروازہ
کھولکر باہر تشریف لیگئے ادھر میں بھائی حسن کے پاس آئی اور تمام حالات بیان کئے
فوراً آپ مسجد کیطرف روانہ ہوئے اور راہ میں ہی حضرت سے ملگئے سبب اضطراب دریافت
کیا فرمایا کہ بیٹا میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے مجھپر خوف طاری ہے میں نے دیکھا
کہ گویا جبرئیل آسمان سے کوہ ابوقبیس پر نازل ہوئے اور وہاں سے دو پتھر لیجاکر پشت
کعبہ پر چھوڑ دئے پھر ایک کو دوسرے پر دے مارا جس سے وہ دونوں خاکستر ہوگئے اور انکی خاک
کو ہوا میں پھینکدیا پس مدینہ و مکہ میں کوئی گھر باقی نہ رہا جسمیں وہ خاک نہ پہنچی ہو اے
فرزند اگر یہ خواب صادق ہے تو میں عنقریب شہید ہونگا اور کوئی گھر مکہ و مدینہ میں ایسا
باقی نہ رہیگا جسمیں میرا ماتم نہ ہو بیٹا اب تم جاؤ اور آرام کرو حسب الارشاد امام حسن
علیہ السلام دولتسرا میں تشریف لائے دیکھا کہ جناب ام کلثوم در پر منتظر کھڑی ہیں
آپنے تمام گفتگو جو امیر المومنین سے ہوئی تھی اپنی بہن سے بیان کی اور بھائی بہن
آپسمیں غم و الم کی باتیں کرتے کرتے سو گئے،

ادھر امیر المومنین داخل مسجد ہوئے قندیلیں روشن کیں حسب معمول نماز و دعا بجالائے
گلدستہ اذان پر جاکر اذان کہی جسکی آواز سب اہل کوفہ نے اپنے گھروں میں سنی
جب ابن ملجم نے آواز اذان سنی زہر میں بجھی ہوئی تلوار لیکر آیا اور فرش مسجد پر سونے
والوں کی طرح لیٹ رہا اذان کے بعد آنحضرت نے مسجد میں سونیوالوں کو نماز کیلئے
جگانا شروع کیا ابن ملجم کے قریب بھی تشریف لائے اور فرمایا کہ اے شخص اٹھ
کہ یہ خواب شیطان و اہل جہنم ہے اس ملعون نے اٹھنے والونکی جیسی حرکت کی مگر اٹھا
نہیں حضرت نماز میں مشغول ہوئے تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور سر امام پر ایسی

ضربت لگائی جس سے سر مبارک شگافتہ ہوگیا منادی نے مابین زمین و آسمان آواز دی قَدْ قُتِلَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ای اہل عالم سر و سینہ پیٹو اور ماتم کرو کہ امیر المومنین قتل ہوگئے کیوں مومنین کسی اور روز بھی منادی کا ندا کرنا یاد آیا آہ آہ وہ روز عاشورا تھا جب شمر عزت اسلام کھو چکا تو منادی نے ندا کی اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا ای اہل زمین و آسمان آگاہ ہو جاؤ کہ فرزند زہرا تین دن کا بھوکا پیاسا زمین کربلا پر قتل ہوگیا۔

الغرض جب خبر ضربت کوفہ میں منتشر ہوئی تو تمام زن و مرد سر و پا برہنہ سراسیمہ و حیران مسجد میں آئے دیکھا کہ سر مبارک آغوش امام حسن میں ہے ہر چند زخم باندھا جاتا ہے مگر خون بند نہیں ہوتا، رنگ مبارک زرد مائل بسفیدی ہے، چشم اقدس جانب آسمان اور زبان پر تسبیح خدا ہے۔ ناگاہ ایک شور بلند ہوا اور ابن ملجم مسجد میں لایا گیا، مشکیں بندھی ہوئی تھیں کوئی مارتا تھا کوئی طمانچہ لگاتا تھا، کوئی اسکے مونہہ پر تھوکتا تھا اور آگے آگے حذیفہ نخعی تیغ بدست لوگوں کو ہٹاتے چلے آرہے تھے۔ اللہ اللہ ابھی تک رسول کے گھرانے کا یہ اقبال تھا کہ امام زمانہ پر مصیبت نازل ہوتے ہی ایسا ہنگامہ برپا ہوگیا اتنے یاور و انصار جمع ہوگئے اور قاتل گرفتار کر لیا گیا مگر ۶۱ھ میں کیسا زمانہ پھر گیا تھا کہ امام زمانہ قتل ہوتا رہا، سیدہ عالم کا دودھ خون ہو کر بہتا رہا، مصحف ناطق پارہ پارہ ہوتا رہا شمع امامت ہچکیاں لیتی رہی اور کوئی ایسا ہمدرد پیدا نہ ہوا کہ حسین کی نصرت اور شمر کو گرفتار کرتا۔ ہائے یہاں تو قتل امام کے بعد قاتل کی گرفتاری کی جگہ امام زمانہ سید الساجدین ہی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں نظر آئیں وہاں قاتل کو مارا جا رہا تھا اور یہاں پشت بیمار کربلا تازیانوں سے خونگار کی جا رہی تھی۔

الحاصل امیر المومنین نے ابن ملجم کو دیکھکر فرمایا کہ ای شخص تو ایسے جرم عظیم کا

مرتکب ہوا، کیا میں تجھ پر شفیق نہ تھا کیا میں تیرے ساتھ احسان نکرتا تھا، اسکے بعد امام حسن علیہ السلام سے فرمایا کہ ای فرزند اپنے اسیر پر مہربانی کرو، دیکھتے ہو کہ اسکی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں، اسکا دل کانپتا ہے بیٹا تمہیں لازم ہے کہ جو تم کھاؤ پیو وہی اسے بھی کھلاؤ پلاؤ اگر میں وفات پاؤں تو تم اس سے میرا قصاص لینا مگر ایک ہی ضرب لگانا، ای فرزند دیکھو اسے آگ میں نہ جلانا اور اسکے اعضا قطع نکرنا اسلئے کہ جناب رسولخدا نے حیوانات درندہ کے اعضا قطع کرنیسے بھی منع فرمایا ہے۔

کیوں مومنین آنحضرت نے قطع اعضاء سے کسقدر ممانعت فرمائی ہے مگر خداوند عالم فوج یزید پر لعنت کرے کہ اُسنے اس جناب کے فرزند کے اعضا قطع کر ڈالے بجدل ملعون نے انگشتری کے لیئے اُنگلی کاٹی اور جمال کی شقاوت سے تو زمین و آسمان ہل گئے چنانچہ لکھا ہے کہ جب جمال نے آپکے دونوں ہاتھ کاٹ دینے کے بعد ازار بند لینے کا قصد کیا تاکہ آنحضرت کو برہنہ کردے تو آسمان کانپنے لگا زمین لرزنے لگی اور رونے پیٹنے کا شور بلند ہوا اور رونیوالوں میں سے ایک کہتا تھا کہ ہائے میرے نور چشم، ہائے ای حسین یَابُنَیَّ قَتَلُوْكَ وَمِنْ شُرْبِ الْمَاءِ مَنَعُوْكَ ای بیٹا تجھے ان ظالموں نے قتل کیا اور تجھپر پانی بند کر دیا جمال یہ آواز سنکر ڈرا اور لاشہائے شہدا میں چھپ گیا ناگاہ تین مرد اور ایک عورت باحال تباہ لاش پر آئے کیوں عزاداران حسین یہ بزرگوار کون تھے ایک جناب رسالتمآب تھے دوسرے علی مرتضی تھے، تیسرے شہید جفا امام حسن علیہ السلام تھے اور وہ غمدیدہ بی بی سیدہ عالم تھیں جنہوں نے چکی پیس پیسکر حسین کو پالا تھا ایک بزرگ نے روکر کہا یَا اِبْنَاهُ یَا مَقْتُوْلَاهُ ای حسین ای پارۂ جگر ای شہید راہ خدا تجھپر ترا نانا تیرے ماں باپ اور تیرا بھائی قربان ہو سید الشہدا بقوت اعجاز اُٹھ بیٹھے سر بھی تن اطہر پر بقدرت خدا موجود ہو گیا اور عرض کرنے لگے کہ ای نانا، ای اماں، ای بابا، ای بھائی حسن تمپر میرا سلام ہو یہ فرمایا اور آپ ہی اپنی مظلومیت پر رونے لگے جناب سیدہ رو رو کر کہتی تھیں کہ باباجان

آپ دیکھتے ہیں کہ امت جفاکار نے میرے فرزند کے ساتھ کیا سلوک کیا ای بابا کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں خون حسین لیکر اپنی پیشانی پر ملوں اور اسیطرح پیش خالق عالم جاؤں جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ ای فاطمہ تم بھی خون حسین اپنے موہنہ پر ملو اور میں بھی ملتا ہوں جمال راوی ہے کہ وہ سب حضرات خون حسین اپنے چہرونپر ملتے تھے اور رسولخدا فرمارہے تھے ای حسین واللہ مجھپر بہت دشوار ہے کہ تجھے اس حال سے دیکھوں کہ تیرا سر جدا ہو پیشانی خون سے رنگین ہو تیری لاش منہ کے بھل خاک و خون میں غلطاں پڑی ہو ہاتھ تن سے جدا ہوں الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس ۲۰ فضائل امیر المومنین، وصایائے امیر المومنین، شہادت آنجناب، جناب سکینہ کا شب یازدہم لاش پدر سے لپٹنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھا علیٌ بشرٌ کیف بشر ربّہ فیہ تجلّی وظہر

شاعر کہتا ہے کہ علی بشر ہیں مگر ایسے بشر کہ خداوند عالم نے آپکی ذات والاصفات میں اپنی قدرت کا جلوہ وظہور فرمایا ہے یا شاید آپ سے مراد جناب رسالتمآب ہوں جو علی کے مربی تھے چنانچہ جب امیر المومنین خواستگاری سیدۂ عالم کے لئے آئے تو عرض کیا کہ یا حضرت آپنے مجھے ناز ونعم سے پرورش کیا اخلاق وآداب سکھائے اب چاہتا ہوں کہ گھر اور زوجہ بھی مجھکو ملجائے اس اعتبار سے یہ معنی ہوتے ہیں کہ علی کی وہ ذات ہے جسمیں امامت بھی نظر آتی ہے اور رسالت کا بھی پرتو ہے اسلئے کہ آپ میں جناب رسالتمآب کا جلوہ نظر آتا ہے جبھی تو شب ہجرت کفار قریش کھڑے دیکھا کئے اور یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ جلوہ رسالت ہے یا جلوۂ امامت اللھم صل علی محمد وال محمد۔

وُدُّہُ اوجبُ ما فی القرآن اوجب اللہ علینا وامر

جو چیزیں خداوند عالم نے قرآن میں ہم پر واجب فرمائی ہیں ان سب سے دوستی علی کو زیادہ واجب قرار دیا ہے

كُلُّ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْهُ مَوْتُهُ مَوْتُ حِمَارٍ وَبَقَرٍ

جو شخص بغیر معرفت علی ابن ابیطالب مرا تو اسکی موت مثل موت گاؤ خر ہوئی یعنی کافر مرا۔

مَنْ لَمْ يَكُنْ هَلَّلَ فِي مَهْدِ صَبِي أَوْ لَمْ يَكُنْ كَبَّرَ فِي عَهْدِ صِغَرٍ

اس جناب کی مثل کون ہے جسنے گہوارہ میں اژدر کو چیر کر لا الٰہ الا اللہ کہا اور بچپن میں تکبیر کہی۔

عِنْدَهُ دِيوَانُ عُلُومٍ وَحِكَمٍ فِيهِ طُومَارُ عِظَاتٍ وَعِبَرٍ

دفترہائے علوم و حکمت آپ ہی کی ذات سے جاری ہوئے جنمیں صاحبان بصیرت کے لئے طومار وعظ و نصیحت ہے۔

بُو تُرَابٍ وَكُنُوزُ الْعَالَمِ عِنْدَهُ نَحْوُ سِفَالٍ وَمَدَرٍ

آپ کی کنیت ابوتراب ہے اور خزانہائے عالم آپکی نظر میں سفال اور ریزہائے خاک کیطرح بے قدر ہیں

قَوْسُهُ قَوْسُ نُزُولٍ فَعُرُوجٍ سَهْمُهُ سَهْمُ قَضَاءٍ وَقَدَرٍ

آپکی کمان کے خم میں جو پستی و بلندی ہے وہ دشمنوں کے ستارۂ بخت کی پستی و بلندی ہے اور آپکا تیر حکم خدا کا تیر ہے

مَا رَمَى رَمْيَةً إِلَّا وَكَفَى مَا غَزَى غَزْوَةً إِلَّا وَظَفَرَ

جہاں آپنے ایک تیر بھی پھینکدیا وہ فتح اسلام کے لئے کافی ہوا اور جب بھی آپنے جنگ فرمائی ضرور کامیاب ہوئے

ظَلَّ مَا عَاشَ بِجُوعٍ وَصِيَامٍ بَاتَ مَا حَيَّ بِدَمْعٍ وَسَهَرٍ

تمام عمر آپ نے گرسنگی اور روزہ داری میں گزاری اور جب تک زندہ رہے گریہ وزاری اور بیداری میں راتیں بسر کیں

مگر ابن ملجم ملعون نے ایسے امام روزہ دار اور آقائے عبادت گزار پر ایسا ظلم کیا کہ مسجد کے دروازے آپسمیں ٹکرانے لگے اور قندیلیں گل ہو گئیں محمد حنفیہ راوی ہیں کہ جب ماہ مبارک کی بیسویں شب ہوئی تو اثر زہر قدمہائے مبارک تک پہنچا حضرت نے بیٹھکر نماز ادا کی ہمیں تسلی و دلاسا دیتے رہے نصیحتیں فرماتے رہے صبح کو سب لوگ جمع ہوئے آپ نے مجمع سے خطاب فرمایا ایھا النّاس جو مجھ سے پوچھنا ہو پوچھ لو کہ پھر مجھے نہ پاؤ گے پس سب لوگ باواز بلند رونے لگے جب خموش ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا اسوقت کیا حال ہوگا جب لوگ تمکو بلائیں گے اور کہیں گے کہ علی سے بیزاری کرو حجر بن عدی نے کہا کہ اگر میرے ٹکڑے ٹکڑے کرکے آگ میں جلادئے جائینگے تب بھی مجھ سے یہ نہو گا فرمایا کہ خدا تمکو جزائے خیر دے پھر دودھ کا شربت طلب کیا اور نوش دل فرماکر کہا کہ یہ آخری رزق دنیا تھا کیوں مومنین شاید حضرت پیاسے ہوں اور اسوجہ سے دودھ کا شربت پیا ہو اسلئے کہ زخمی کی پیاس بڑھ جاتی ہے کیسا زمانہ تھا کہ باوجود ناسازی بھی اتنی موافقت باقی تھی کہ علی کو دودھ کا شربت ملگیا قربان جائے حسین بن علی کی بیکسی پر کہ مجبور و بیکس زمین پر افتادہ تھے زخموں سے خون کے دریا بہہ رہے تھے پیاس جگر بھونے دیتی تھی اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ایک گھونٹ پانی پلادیتا شمر ناقل ہے کہ جب وہ ملعون بارادۂ قتل چلا ہے تو دیکھا کہ لب حسین جنبش میں ہیں وہ سمجھا کہ شاید حضرت میرے حق میں دعائے بد کررہے ہیں مگر امت کے فدائی کو دعائے بد سے کیا واسطہ کان جو قریب لے گیا تو سنا کہ حسین باواز خفیف آہستہ آہستہ فرما رہے ہیں یا شمر العطش العطش الماءُ الماءُ ای شمر للہ مجھے تھوڑا پانی پلادے کہ میرا جگر فرط تشنگی سے بھنا جاتا ہے۔

الحاصل جب اکیسویں شب آئی تو امیر المومنین نے اپنے اہلبیت کو جمع کرکے وداع کیا اور فرمایا کہ خدا تمہارا نگہبان ہے اس شب میں اثر زہر اور بڑھ گیا تھا ہر چند آب و طعام حاضر کیا گیا مگر نوش نہ فرمایا لب ہائے مبارک ذکر خدا میں متحرک تھے جبین مبین پر قطرہائے عرق مثل مروارید نمایاں تھے آپ پسینہ پوچھتے اور کہتے جاتے تھے کہ میں نے جناب رسولخدا سے سنا ہے کہ وفات کے وقت مومن کی پیشانی پر پسینہ آیا کرتا ہے اور بیقراری مبدل بسکون ہو جاتی ہے حضرت صاحب الامرؑ نے زیارت ناحیہ میں اسی مضمون کو ادا فرمایا ہے قَدْ رَشَحَ لِلْمَوْتِ جَبِیْنُکَ وَاخْتَلَفَ بِالْاِنْقِبَاضِ وَالْاِنْبِسَاطِ شِمَالُکَ وَیَمِیْنُکَ ای جد بزرگوار ای مظلوم کربلا آپکی پیشانی پر موت کا پسینہ آگیا تھا اور آپ کے اعضاء کو تشنج تھا کبھی ہاتھ پاؤں پھیلا دیتے تھے اور کبھی سمیٹ لیتے تھے کبھی دائیں کروٹ لیتے تھے اور کبھی بائیں آپ حضرات سمجھے کہ یہ اضطراب کیوں تھا اسلیئے کہ آپ کے آقا کے جسم میں اس کثرت سے تیر پیوست تھے کہ کسی پہلو چین نہ تھا۔

الغرض امیر المومنین نے اپنی اولاد و اہلبیت سے وصیتیں فرمائیں جنپر سب رو رہے تھے امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا بابا جان آپ ایسے کلام کرتے ہیں کہ گویا اپنی زندگی سے مایوس ہوگئے ہیں فرمایا بیٹا میں نے ایک شب قبل تمہارے نانا کو خواب میں دیکھا اور مظالم امت کا شکوہ کیا آنحضرت نے فرمایا کہ ای علی اپنے ظالموں پر نفرین کرو میں نے درگاہ خدا میں عرض کی کہ بار الہا میری عوض انپر انکے اشرار کو مسلط فرما اور مجھے ان کے بدلے بہتر عطا فرما آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ ای علی تمہاری دعا قبول ہوگئی اور تم تین شب کے بعد میرے پاس آؤگے ای حسن اب تین راتیں گزر چکیں ہیں تمکو اور تمہارے بھائی حسین کو وصیت کرتا ہوں کہ تم مجھ سے ہو اور میں تمسے ہوں، باقی اولاد کو وصیت کی کہ حسنین کی مخالفت نہ کرنا

خدا تم کو صبر عطا فرمائے آج میں تم سے جدا ہوتا ہوں اور خدمت رسول میں جاتا ہوں
بنا بر روایت صاحب جلاء العیون آپ نے جناب امام حسن علیہ السلام سے فرمایا
کہ ای حسن جب میں رحلت کر جاؤں تو تم میری تجہیز و تکفین کرنا اس کافور سے حنوط
کرنا جو حنوط رسالتمآب سے بچ رہا تھا اور جسے جبرئیل امین خدمت نبوی میں بہشت سے لائے
تھے ای فرزند میرے جنازے کو آگے سے نہ اُٹھانا بلکہ عقب سے اُٹھا کر جدھر وہ خود
لیجائے جہاں میرا جنازہ خود بخود رُک جائے وہی میری قبر کا مقام ہے میرے جنازے
کو اُتار کر نماز پڑھنا پھر اُسی مقام سے تھوڑی سی مٹی ہٹانا انہیں وہاں پر قبر تیار ملیگی
مجھے اسمیں دفن کر دینا پھر آپ امام حسین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ
بیٹا تم شہید امت ہو دیکھو صبر و پرہیزگاری سے کام لینا یہ فرماکر آپ پر غش طاری ہو گیا
تھوڑی دیر میں ہوش آیا فرمانے لگے کہ میں اسوقت جناب سولخدا حضرت حمزہ اور جعفر
طیار کو اپنے قریب پاتا ہوں یہ حضرات مجھ سے فرما رہے ہیں کہ ای علی جلد آؤ ہم تمہارے
بہت مشتاق ہیں یہ کہتے کہتے ایک آخری نظر اپنے اہلبیت پر ڈالی سب کو خدا کے سپرد
کیا حضرت رسالتمآبؐ جناب حمزہؑ اور حضرت جعفر طیار کو سلام کیا آیات قرانی کی
تلاوت فرمائی ذکر خدا میں مشغول ہوئے روئے اقدس قبلہ کی جانب کیا آنکھیں بند
کرلیں ہاتھ پیر سیدھے کر لئے کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور روح پرفتوح گلشن جنان
کو پرواز کر گئی اہلبیت میں کہرام مچگیا حسنین پچھاڑیں کھا رہے تھے زینب و کلثوم
ماتم کر رہی تھیں مختصر یہ کہ علی کے جنازے پر رونق تھی اسلئے کہ رونیوالے موجود تھے در حقیقت
جنازے کی رونق رونیوالوں سے ہی ہوتی ہے پھر یہ کہ اور اعزا و اقارب تو روتے ہی
ہیں مگر جیسے بیٹی باپ کے جنازے پر روتی ہے ایسے کوئی نہیں روتا بیٹی سے تو جنازے پر ایسی
رونق ہوتی ہے کہ انبیا نے بھی اسکی تمنا کی ہے چنانچہ جناب موسیٰ نے دعا کی کہ بار الہا مجھے
ایسی بیٹی عنایت فرما جس سے میرے جنازے کی رونق ہو مگر یہ سب کچھ اسوقت ہی کہ جب

باپ کے جنازے تک آسکے ورنہ اگر باپ کی لاش دشمنوں کے ہجوم میں ہو اور بیٹی کسیطرح وہاں تک پہنچ ہی نہ سکے تو کیا رویگی اور کیا باپ کے جنازے پر رونق ہوگی۔

میں سمجھتا ہوں کہ مجمع میرے مطلب پر پہنچ گیا ہوگا اور کیوں نہ پہنچتا آخر صاحبان غیرت کا مجمع ہے، اولاد والے بیٹھے ہوئے ہیں، محبان حسین جمع ہیں کیا اب مجھے عرض کرنے کی ضرورت ہے کہ جناب سکینہ مظلوم کربلا کی لاش تک پہنچیں یا نہیں اور اس بچی کو باپ پر رونا نصیب ہوا یا نہیں آہ آہ مقتل میں فتح کے باجے بج رہے تھے گھوڑے اِدھر اُدھر دوڑ رہے، سر حسین نیزے پر بلند کیا جا چکا تھا، اشقیائے کوفہ وشام خیام حسینی کیطرف ہاتھوں میں نیزے لئے ہوئے جارہے تھے ہائے ان بلاؤں ہی سے کب فرصت تھی کہ آپ اپنے مظلوم باپ کے جنازے کی زینت بنتیں البتہ اگر تبہ آپ کو لاش حسین پر دیر تک رونا میسر ہو سکا ہے مگر وہ ایسا پر درد اور بیکسی کا موقع ہے کہ سنکر آپ کے دل تڑپ جائینگے اور عمر بھر رونے رولنے کے لئے کافی ہوگا منقول ہے کہ شب یازدہم محرم بعد شہادت امام حسین علیہ السلام جب جناب سکینہ کے سونے کا وقت آیا تو آپنے بڑی بیچینی سے اپنے باپ کو یاد کیا بہت روئیں بحد گریہ وزاری کی جناب زینب چاہتی تھیں کہ کسیطرح سُلادیں مگر یتیمہ حسین کو کسی پہلو قرار نہ تھا آخر کار چھپکر قتلگاہ کو چلی گئیں تھوڑی دیر کے بعد جب جناب زینب نے آپ کو نہ پایا تو بیتاب ہو کر مقتل شہدا میں تلاش کیلئے چلیں اثنا راہ میں ایک سوار کو دیکھا پوچھنے لگیں یَا شَیْخُ هَلْ رَأَیْتَ صَبِیَّةً اے شیخ کیا تونے اسطرف کسی بچی کو دیکھا ہے اُسنے کہا کہ میں نے دیکھا تو نہیں مگر ایک لڑکی کی آواز دردناک قتلگاہ سے آرہی ہے جو اس کرب سے روتی ہے کہ میرے گھوڑے کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے ابھی میں اسکو پانی پلانے دریا پر لیگیا تھا جب اُسنے اس بچی کی صدائے گریہ سنی تو اپنا مُنہ پانی سے پھیر لیا اور ایک قطرہ بھی نہ پیا بلکہ پیاسا ہی خشک لب بچشم تر باہر نکل آیا یہ سنکر جناب زینب مقتل شہدا میں پہنچیں دیکھا کہ جناب سکینہ اپنے پدر بزرگوار کے سینہ پر منہ رکھے ہوئے

رو رہی ہیں آپ بہلا کر خیمہ میں لائیں اور پوچھا کہ ای پارہ جگر تو نے اپنے کشتوں میں اپنے باپ کی لاش کیونکر پہچان لی جناب سکینہ نے عرض کیا کہ پھوپی جان جب میں قتلگاہ میں پہنچی تو ہر طرف وَابَتَاهُ وَابَتَاهُ بابا آپ کہاں ہیں بابا جان میری خبر لیجئے کہتی پھرتی تھی ناگاہ ایک نشیب کی جانب سے آواز آئی یا بُنَیَّ اِلَیَّ اِلَیَّ ای سکینہ ای میری پارۂ جگر ای میرے سینہ پر سونیوالی ادھر آ ادھر آ کہ میں بابا ہوں جب میں اس آواز پر قریب نشیب پہنچی تو دیکھا کہ بابا سر کٹائے قبلہ رو خاک پر لیٹے ہیں میں دوڑ کر لاش کے قریب گئی اور بابا نے ہاتھ پھیلا کر مجھے سینہ سے لگالیا الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

مجلس ۲۷ ولادت و فضائل امام حسن علیہ السلام سید الشہداء کا اتمام حجت اور استغاثہ علی اصغر کا اپنے آپ کو گہوارے سے گرا دینا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ ارشاد جناب رسالتمآب ہے کہ حسن و حسین دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں میری زبان میں طاقت نہیں کہ مراتب حسنین کی تصویر کھینچ سکے بس انتہا یہ ہے کہ حسنین کی وجہ سے رسول اللہ ابوالحسنین پر رشک کرتے نظر آرہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ای علی جیسے تمہارے فرزند ہیں ایسے میرے فرزند نہیں یعنی حسن و حسین یہی دو روشن مجتبیٰ اور آفتاب و ماہتاب فلک عصمت و امامت ہیں جنکو جناب امیر نے حضرت ابوبکر کے سامنے اپنی خلافت و امامت ثابت کرنیکے لیئے پیش کیا تھا کہ ای ابوبکر تمہیں

خدا کی قسم یہ تو بتاؤ کہ حسنین جو نواسۂ رسول آپ کے دو پھول اور مصداق هُمَا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَبُوهُمَا خَيْرٌ مِّنْهُمَا (حسنین سرداران جوانان جنت ہیں اور انکا باپ انسے بھی بہتر ہے) ہیں انکا رشتہ ابوت تمسے ہے یا مجھ سے اور خلافتماب کو تسلیم کرنا پڑا کہ بیشک ابوالحسنین آپ ہی ہیں بلکہ یہی ایسی نعمتیں اور مجسم فضیلتیں ہیں جنکے متعلق برادران یوسف کی مسلم الکمال ہستی نے یہ کہا تھا کہ علی میں چند فضیلتیں ایسی ہیں کہ اگر مجھ میں ہوتیں تو سرخ اونٹوں سے بہتر تھیں انہیں سے ایک یہ کہ آپکے فرزند ایسے عالیقدر ہیں جیسے حسنین علیہما السلام اللّٰہمّ صلّ علیٰ محمّدٍ واٰلِ محمّد۔

اگر ایک آفتاب تو دوسرا ماہتاب، ایک دریائے خلق و کرامت تو دوسرا شناور بحر شہادت، ایک بازوئے حق کے لئے جوشن کبیر تو دوسرا جوشن صغیر پھر میں کیا اور میرا بیان کیا لیکن بہر حال میں اس ذکر کے لئے ممبر پر آیا ہوں اور آپنے مجلس بہ شرکت نی فرمائی ہے لہذا اسنی ہوئی ہی باتیں ہی سہی مگر ہونی ضرور چاہئیں اسلئے کہ گلستان مدحت اہلبیت سدابہار اور اس ذکر سراپا انوار کی فضیلت تمام اذکار پر کالشمس فی نصف النہار روشن و آشکار ہے چونکہ سلسلۂ مجالس ذکر سبط اکبر کا مقتضی ہے لہذا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تاریخ ولادت ۱۵ رماہ مبارک سنہ ولادت ۳ھ ہجری، اسم شریف حسن اور توریت میں شبر، کنیت مبارک ابومحمد اور القاب سامیہ سید، سبط، امین، حجت، زکی، مجتبیٰ اور زاہد ہیں اللّٰہمّ صلّ علیٰ محمّدٍ واٰلِ محمّد۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام متولد ہوئے تو جناب سیدہ نے امیرالمومنین سے کہا کہ آپ اس فرزند کا نام رکھئے فرمایا کہ میں اس امر میں رسول پر سبقت نکرونگا اور آپکو جناب رسالتمآب کی خدمت میں لیگئے آپ نے اپنے نواسہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اسکے بعد امیرالمومنین سے پوچھا کہ اس مولود کا کیا نام رکھا ہے عرض کیا کہ یا حضرت میں نے اسکا نام رکھنے

آپ پر سبقت نہیں کی فرمایا کہ میں بھی اس معاملہ میں خداوند عالم پر سبقت نکرونگا پس جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کیا کہ یا حضرت حقتعالیٰ بعد تحفۂ درود وسلام ارشاد فرماتا ہے کہ اس فرزند کا نام ہارون کے بیٹے کے نام پر رکھو تب آنحضرت نے اپنے نواسہ کا حسن نام رکھا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

آپکی شجاعت وسخاوت، علم وفضل، زہد واتقا، خلق وکرم، محبت خدا ورسول وغیرہ وغیرہ ایسے فضائل ہیں کہ انمیں سے ہر ایک کی تفصیل ایک دفتر عظیم اور وقت کثیر چاہتی ہے۔ آپ حضرات کی مسرت اور حصول ثواب کے لیے چند واقعے عرض کرتا ہوں حذیفہ سے منقول ہے کہ ایکروز جناب رسالتمآب مع انصار ومہاجرین کسی پہاڑ پر تشریف فرماتھے ناگاہ امام حسن علیہ السلام کو دیکھا کہ نہایت تمکین ووقار کے ساتھ تشریف لارہے ہیں آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ حسن میرا فرزند، میری جان، میرا نواسہ، میرا نور چشم ہے یہ کہکر آپ مع تمام اصحاب، کھڑے ہوئے اور بڑھ کر پارہ جگر رسول کا استقبال کیا آنحضرت نے فرمایا کہ اے حسن تم میرے باغ کے میوہ، میرے حبیب، اور میری جان ودل ہو پھر ہاتھ پکڑ کر آپ کو اپنے پاس بٹھایا ہم لوگ گرد بیٹھے ہوئے تھے آپ بغور امام حسن علیہ السلام کو دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ یہ فرزند میرے بعد ہادی امت ہوگا یہ خدا کی جانب سے میرے لئے ہدیہ ہے یہ میرے آثار وسنن کی اشاعت کریگا میرے کاموں کا ذمہ دار ہوگا اسپر خداوند عالم نظر لطف رکھے گا ابھی آپ کا کلام تمام نہوا تھا کہ ایک اعرابی آتا ہوا نظر آیا حضرت نے فرمایا کہ تمہاری طرف وہ شخص آرہا ہے جو تمسے ایسی سخت کلامی کریگا جس سے تم کانپنے لگوگے پس وہ اعرابی آیا اور آنحضرت سے کہا کہ اے محمد پہلے تو میں تمکو دشمن رکھتا ہی تھا مگر اب تمہیں دیکھکر اور زیادہ دشمن اور غضب آلود ہوگیا ہوں حضرت نے تبسم فرمایا لوگوں نے اسکو آزار پہنچانا چاہا مگر حضرت نے سب کو روک دیا اعرابی کہنے لگا کہ اے محمد تم پیغمبری کا دعویٰ کرتے ہو اور کوئی دلیل وحجت نہیں رکھتے تمکو

نے فرمایا تجھے کیا معلوم کہ میرے پاس کوئی دلیل نہیں کہا کیا دلیل ہے فرمایا اگر تو دلیل
چاہتا ہے تو میرے اعضا میں سے ایک عضو دلیل کو تکلم اور تمام کریگا اعرابی نے کہا
کہ کیا انسان کا عضو کلام کر سکتا ہے فرمایا کہ ہاں اور یہ کہکر امام حسن علیہ السلام سے
خطاب فرمایا کہ بیٹا اُٹھو اُس شخص پر محبت تمام کرو اعرابی نے متعجب ہو کر کہا کہ آپ
بچے کو مجھ سے گفتگو کرنیکا حکم دیتے ہیں فرمایا، تو اس طفل کو عالم و دانا پائیگا غرض امام
حسن علیہ السلام نے ابتدا کی اور فرمایا کہ اے اعرابی تو کسی جاہل و غافل سے سوال نہیں کرتا
بلکہ ایک فقیہ و دانا سے سوال کرتا ہے اور تو خود جاہل و نادان ہے اسکے بعد مبل او بستان
رسالت یوں چہکا کہ پہلے چند فخریہ اشعار اپنے فضل و جلالت کے متعلق پڑھے پھر اعرابی
سے کہا کہ تو اپنی حد سے گزر گیا ہے تیرے نفس نے تجھے فریب دیا ہے اب تو مجلس سے
نہ اُٹھے گا مگر یہ کہ نور اسلام سے تیرا قلب منور ہوگا اعرابی متبسم ہوا اور کہا کہ وہ بات کہیے جو
میرے اسلام کا سبب ہو آپنے فرمایا کہ تم لوگ ایک مجلس میں جمع ہوئے اسمیں از روئے
جہالت و سفاہت محمد مصطفیٰ کو یاد کیا اور کہا کہ سب عرب اُنکے دشمن ہوئے ہیں اور
وہ بھی تمام عرب سے دشمنی رکھتے ہیں انکا قضیہ لازم ہے اگر وہ مارے جائینگے تو کوئی اُنکے
خون کا مطالبہ نکریگا پس اُن لوگوں نے بغیر سمجھے بوجھے تجھے آنحضرت کے قتل پر معین
کیا تو بارادۂ قتل رسول خائف و ترساں یہاں آیا ہے اور یہ جانتا ہے کہ خداوند عالم
تجھے امر خیر کے لیئے لایا ہے اب میں تجھے ان امور کی خبر دیتا ہوں جو تجھے راہ میں در پیش
ہوئے تو چاندنی رات میں اپنی قوم سے جدا ہوا ناگاہ آندھی آئی، ابر نمودار ہوا، موسلا
دھار بارش ہونے لگی ہر طرف اندھیرا چھا گیا تو حیران و پریشان ہو کر راہ بھول گیا نہ آگے
چلنے کا یارا تھا نہ پیچھے لوٹنے پر، نہ آنے والوں کی آہٹ تھی نہ کہیں روشنی نظر آتی تھی
ابر چھایا ہوا تھا۔ ستارے پوشیدہ ہو گئے تھے، کبھی ہوا طمانچہ مارتی تھی، کبھی خار جسم
ایذا پہنچاتے تھے، بجلی کی چمک سے آنکھیں چکا چوند ہو رہی تھیں، پتھروں سے پاؤں مجروح

ہو گئے تھے دفعتہً تو ان شدائد سے رہا ہو کر ہمارے پاس آ گیا تب تیری آنکھیں روشن
اور پریشانیاں دفع ہوئیں یہ سنکر وہ اعرابی مدہوش ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ سب باتیں
آپ کو کیونکر معلوم ہوئیں حالانکہ آپ میرے ہمراہ سفر میں نہ تھے آپ تو غیب کی باتیں
سنا رہے ہیں آپ مجھے اسلام تعلیم فرمائیے امام نے اسکو کلمہ تعلیم فرمایا اُسنے کہا
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اسلام لانے کے بعد وہ شخص اپنی قوم میں آیا اُن کو ہدایت کی اور ایک جماعت کو
آپ کی خدمت میں لایا جو امام زمانہ کے سامنے مشرف باسلام ہوئے اس واقعہ کے
بعد جب لوگ آپ کو دیکھتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ خداوند عالم نے امام حسن علیہ السلام
کو وہ مرتبہ عنایت فرمایا ہے جسپر کوئی اور فائز نہیں اللّٰہم صل علی محمد و آل محمد۔
علامہ ابن بابویہ نے بسند معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے
کہ امام حسن علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب سے زائد عابد، سب سے زائد فاضل اور سب سے
زائد زاہد تھے حج پا پیادہ کیا کرتے تھے، دوزخ کو یاد کرکے اسطرح کرب کے ساتھ رویا
کرتے تھے جیسے سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا ہے، خدا سے بہشت کی دعا کیا کرتے تھے
آتش جہنم سے پناہ مانگا کرتے تھے جب قرآن میں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پڑھتے تھے
تو لبیک اللّٰہم لبیک فرمایا کرتے تھے ہر وقت ذکر خدا میں مشغول رہا کرتے تھے زبان
مبارک سب سے زائد راست گو اور بیان سب سے زائد فصیح تھا۔ ایکروز لوگوں نے معاویہ
سے کہا کہ حسن بن علی سے کہو کہ منبر پر جا کر خطبہ پڑھیں تا کہ لوگوں پر انکا نقص ظاہر ہو جائے
معاویہ نے آپکو بلوایا اور کہا کہ منبر پر جا کر وعظ فرمائیے آپ منبر پر تشریف لیگئے اور حمد و
ثنائے باری کے بعد فرمایا ایہا الناس جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا
وہ جان لے کہ میں حسن بن علی بن ابیطالب ہوں میں سیدہ عالم بنت رسول کا فرزند
اور خاتم الانبیاء کا پارہ دل ہوں، میں صاحب معجزات و فضائل ہوں، میں صاحب

کرامات و دلائل ہوں، میں اپنے حق سے محروم کیا گیا ہوں، میں نواسۂ رسول، میرے بھائی حسین سردار جوانان اہل جنت ہیں، میں صاحب رکن و مقام ہوں، میں صاحب مکہ و منیٰ ہوں، میں صاحب عرفات و مشعر الحرام ہوں، جب معاویہ نے یہ سنا تو ڈرا کہ کہیں لوگ حضرت کیطرف مائل نہ ہو جائیں اور کہنے لگا کہ ای ابو محمد آپ رطب کی تعریف کیجئے اس کلام سے کیا حاصل یہ سنتے ہی بحر تقریر جوش میں آیا اور فرمانے لگے کہ ہوا رطب کو بڑھاتی ہے۔ گرمی پکاتی ہے اور سردی پاکیزہ و لطیف کرتی ہے یہ فرما کر پھر آپ اصل مقصد کیطرف آئے اور کہا کہ میں فرزند پیشوائے خلق خدا و جگر بند محمد مصطفیٰ ہوں معاویہ کو سیلاب خطابت مصحف ناطق میں اپنے اقبال و دبدبہ کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہوا گھبرا کر کہنے لگا کہ جو کچھ آپنے فرمایا وہ کافی ہے اب منبر سے نیچے تشریف لے آئیے اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد وآل محمّد۔

زمانہ کی گردش دیکھئے اور واقعات کی مناسبت دیکھئے کہ ایک بھائی پہلے معاویہ کے عداوت و بغض کی بنا پر اپنا حسب و نسب بیان کر رہا ہے اور دوسرا بھائی کربلا میں یزید بن معاویہ کے مظالم کی بنا پر تبرکات رسول ظاہر کر کے استغاثہ اور اظہار حسب و نسب کر رہا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو خانواد۔ اہلبیت سے خاص نفاق و عناد تھا اور یزیدی خاندان کے خلف و سلف ہر طبقہ کو آل رسول سے کاوش رہی ہے ورنہ کہاں سم قاتل اور کہاں نور دیدۂ رسول اور کہاں لاکھوں کا نرغہ فرق آب، خنجر زہر آلود اور کہاں خامس آل عبا، یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ لوگ انکو جانتے نہ تھے اسلئے کہ آپنے تعارف کرانے میں کوئی کمی نہیں کی چنانچہ صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ آپنے بعد حمد و صلوٰۃ باواز بلند بر سر میدان کوفہ و شام والوں سے یوں خطاب فرمایا کہ اے کوفے والو ذرا تم میرے نام و نسب پر تو غور کرو اور سمجھو کہ میں کون ہوں پھر اپنے نفسوں کو ملامت و عتاب کرو کہ کیا تمہیں میرا قتل ہی مناسب ہے کیا میں تمہارے رسول کا

نواسہ نہیں ہوں، کیا میں تمہارے نبی کے وصی کا فرزند نہیں ہوں، کیا حضرت
حمزہ سید الشہدا اور حضرت جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں ہائے یہ فقرہ میرے آقا
نے عجب بےبسی کا ارشاد فرمایا ہے کہ ای غدارو کیا تم نے میرے اور بھائی
حسن کے متعلق جناب رسالتمآب کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ وہ دونوں جوانان
اہل جنت کے سردار ہیں، اگر تم میری بات کو نہیں مانتے تو خود تم میں ہی ایسے
لوگ موجود ہیں جو میرے بیان کی تصدیق کرینگے ذرا جابر انصاری، ابو
سعید خدری، سہل بن سعد، زید ارقم اور انس بن مالک سے تو دریافت کرو وہ
سب گواہی دینگے کہ انہوں نے میرے اور بھائی حسن کے متعلق آنحضرت سے یہ حدیث
سنی ہے، ظالمو! کیا ان باتوں میں سے کوئی بات بھی میرے قتل سے مانع نہیں
ہو سکتی اللہ اللہ کیسا زمانہ پھر گیا تھا کہ سید الشہدا تو اسطرح اتمام حجت فرماتے
تھے اور وہ لوگ منہ پھیر لیتے تھے اسلئے کہ دل سیاہ ہو کر ناقابل اصلاح ہو گئے تھے
ورنہ جن کے دلوں میں روشنی تھی وہ باوجود ناقابل جہاد ہونیکے لیئے بھی استغاثہ امام
پر تڑپ اٹھے منقول ہے کہ جب امام مظلوم نے بآواز حزیں و دردناک فرمایا اَمَا
مِنْ نَاصِرٍ یَنْصُرُنَا اَمَا مِنْ مُغِیْثٍ یُغِیْثُنَا هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ یَخَافُ اللّٰهَ فِیْنَا
اَمَا مِنْ ذَابٍّ یَذُبُّ مِنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ یعنی آیا کوئی ایسا مددگار ہے جو ہماری
مدد کرے کوئی ایسا فریادرس ہے جو ہماری فریاد کو پہنچے کوئی ایسا خداپرست ہے جو
ہمارے معاملہ میں خوف خدا کرے کوئی ایسا ہمدرد ہے جو اس بلا کو حرم رسول پر سے
دفع کرے، اور یہ آواز خیمہ میں پہنچی تو علی اصغر نے اپنے آپ کو گہوارے سے نیچے
گرا دیا گویا آپ نے مظلوم و بیکس باپ کی آواز پر لبیک کہی کہ بابا جان اگر آپ کے
تمام دوست و انصار شہید ہو چکے تو مجھے میدان میں لیجائیے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْقَوْمِ
الظّالمین وسیعلم الّذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون

مجلس ۲۲ فضائل و شہادت امام حسن علیہ السلام، لاش اقدس پر تیروں کی بارش، زخمہائے سید الشہداء، آپ کی جناب زینب سے آخری رخصت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حسن وحسین سرداران جوانان جنت ہیں۔ سبحان اللہ سبطین رسول کے کیا مراتب ہیں کہ اگر دنیا میں مولائے عالم تھے تو آخرت میں بھی اہل جنت کے سردار ہیں اور چونکہ جنت میں بڈھے بھی جوان ہی ہو کر جائینگے لہذا یوں کہیے کہ شاہزادوں کو تمام اہل جنت کی سرداری حاصل رہے جنہیں انہوں نے نہ دنیا میں سردار مانا اور نہ وہاں اُن سے واسطہ ہوگا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

کسی اور مجلس میں عرض کرونگا کہ حسنین کے مِنْ حَیْثُ الْاِشْتِرَاک اور حسین کے خاص مراتب کیا ہیں اس مجلس میں امام حسن علیہ السلام کے فضائل بیان کرنا مقصود ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایکروز امیر المومنین کوفہ میں رونق افروز تھے اور حسنین بھی حاضر دربار تھے ناگاہ ایک شخص آکر کہنے لگا کہ میں آپ کی رعایا اور اہل بلد سے ہوں حضرت نے فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے نہ میری رعایا میں سے ہے نہ اہل بلد میں سے بلکہ تجھکو بادشاہ روم نے معاویہ کے پاس چند مسائل دریافت کرنے کو بھیجا تھا اور معاویہ اُن کے جواب سے عاجز تھا اسلئے اُسنے تجھے میرے پاس بھیجا ہے تاکہ ان مسائل کے جوابات معلوم کرے اُسنے کہا کہ یا حضرت آپ سچ فرماتے ہیں معاویہ نے پوشیدہ طور

مجھے آپکے پاس بھیجا ہے اور اسکا حال بجز خداوند عالم کسیکو معلوم نہیں مگر آپ بعلم امامت سمجھ سکتے ہیں آپنے فرمایا کہ اچھا میرے ان دونوں فرزندوں میں سے جس سے چاہے سوال کر وہ شخص امام حسن علیہ السلام کی جانب متوجہ ہوا آپ نے اسکے بیان کرنے سے قبل ہی فرمایا کہ تو یہ معلوم کرنے آیا ہے کہ حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے' زمین سے آسمان تک کسقدر مسافت ہے مشرق و مغرب میں کتنی دوری ہے' قوس و قزح کیا چیز ہے' مخنث کسے کہتے ہیں اور وہ دس چیزیں کیا ہیں جن میں سے ہر ایک کو خداوند عالم نے دوسرے سے سخت پیدا کیا ہے لہذا سُن کہ حق و باطل میں چار انگشت کا فرق ہے جو کچھ آنکھ سے دیکھا حق ہے اور جو کان سے سُنا باطل ہے' زمین و آسمان کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ مظلوم کی آہ اور آنکھ کی روشنی پہنچ جاتی ہے' مشرق و مغرب میں اتنا فاصلہ ہے کہ سورج ایک دن میں طے کر لیتا ہے اور قوس قزح اصل میں قوس خدا ہے اسلئے کہ قزح شیطان کا نام ہے یہ فراوانئ رزق اور اہل زمین کے لئے غرق سے امان کی علامت ہے اسی لئے اگر یہ خشکی میں نمودار ہوتی ہے تو بارش کے آثار میں سے سمجھی جاتی ہے اور بارش میں نکلتی ہے تو ختم باراں کی علامات میں سے خیال کیجاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ مخنث وہ ہے جسکے متعلق یہ نہ معلوم ہو کہ مرد ہے یا عورت اور اسکے جسم میں دونوں کے اعضا ہوں اسکا حکم یہ ہے کہ تا حد بلوغ انتظار کریں اگر محتلم ہو تو مرد ہے ورنہ حائض ہو اور پستان نظر آئیں تو عورت ہے اگر اس سے بھی مسئلہ حل نہ ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اسکے پیشاب کی دھار سیدھی جاتی ہے یا نہیں اگر سیدھی جاتی ہے تو مرد ہے ورنہ عورت ۔ اور وہ دس چیزیں جنمیں سے ایک دوسرے پر غالب و قوی ہے وہ یہ ہیں کہ خداوند عالم نے سب سے زائد سخت پتھر کو پیدا کیا ہے مگر اس سے زائد سخت لوہا ہے وہ پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے اور اس سے زائد سخت آگ ہے جو لوہے کو بھی جلا دیتی ہے اور آگ سے زائد سخت پانی ہے جو آگ کو بھی بجھا دیتا ہے اور اس سے زائد سخت ابر ہے جو پانی کو بھی اٹھائے پھرتا ہے اور اس سے زائد سخت ہوا ہے جو ابر کو بھی اُڑائے پھرتی ہے اور ہوا

زائد سخت وہ فرشتہ ہے جو اسپر نوکل ہے اور جہاں چاہتا ہے اسکو بھیجتا ہے اور اس سے بھی زائد سخت ملک الموت ہے جو فرشتہ باد کی بھی روح قبض کرلیگا اور ملک الموت سے زائد سخت موت ہے جو ملک الموت کو بھی مار ڈالیگی اور موت سے زائد سخت حکم خدا ہے جو موت کو بھی ٹالدیتا ہے اللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ ایکروز عبد اللہ ابن عباس خدمت امام حسن علیہ السلام میں دسترخوان پر بیٹھے تھے ناگاہ ایک ٹڈی اس خوان میں گری ابن عباس نے آپ سے پوچھا کہ یا ابن رسول اللہ اسکے پر و نپر کیا لکھا ہے حضرت نے فرمایا اسکے پر و نپر لکھا ہے کہ میں وہ خدا ہوں جسکے سوا کوئی خدا نہیں کبھی میں ٹڈی کو بھوکوں کے لئے بھیجتا ہوں تاکہ وہ اسکو پکڑ کر کھا جائیں اور کبھی لوگوں پر از روئے غضب بھیجتا ہوں تاکہ وہ انکی نعمت کو کھا جائے پس ابن عباس اٹھ کھڑے ہوئے اور سر امام کا بوسہ لیکر کہا کہ یہی مکنون علم ہے اللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

لکھا ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ سوال کیا آپنے حکم دیا کہ اسکو پچاس ہزار درہم اور پانچسو دینار دیدئے جائیں وہ شخص اس عطیہ کے لیجانے کو ایک مزدور بلا کر لایا حضرت نے ردائے مبارک اُتار کر اسکو عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ مزدوری میں دیدینا ناگاہ ایک دوسرا شخص حاضر ہوا قبل اسکے کہ وہ کچھ سوال کرے آپ نے حکم دیا کہ جو کچھ ہمارے خزانہ میں ہے سب اسکو دیدیا جائے خدام نے بیس ہزار درہم اسکو دیدئے اس شخص نے عرض کیا کہ مولا پہلے مجھے اپنی مدح وثنا اور حاجت تو بیان کرنے دی ہوتی یہ سنکر آپنے چند اشعار ارشاد فرمائے جسمیں سے بعض کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اہلبیت بغیر سوال عطا کرتے ہیں اور قبل اسکے کہ سائل کی عزت ریزی ہو بخشش کرتے ہیں اگر دریا ہماری عطا بکثرت بخشش کو معلوم کرلے تو شرم سے پانی پانی ہوجائے اللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

آہ آہ ایسا امام کہ جو سائل کا منہ قبل سوال جواہر بذل و عطا سے بھر تا تھا اسکے

ہونٹوں کو جام زہر سے آشنا کیا گیا۔ لکھا ہے کہ اعدائے دین نے پانچ مرتبہ آپ کے قتل کا قصد کیا ایکمرتبہ راہ مدائن میں جراح ابن سنان نے خنجر زہر آلود سے مجسمہ عصمت و امامت کو مجروح کیا مگر فوراً شیعیان اہلبیت نے اسکو قتل کر دیا دوسری مرتبہ جب آپنے شام سے لوٹتے میں ایک موصلی کے یہاں قیام کیا تھا یہ شخص اپنے آپ کو امام کا دوست شمار کرتا تھا مگر یہ ایسی دوستی تھی کہ اسنے اغوائے معاویہ پر طمع دنیوی میں آنحضرت کو تین مرتبہ زہر دیا اسے بھی شیعیان آنحضرت نے قتل کر دیا تیسری مرتبہ معاویہ نے مروان کے پاس زہر ہلاہل بھیجا اُسنے زن دلالہ کے ذریعہ سے آپ کی زوجہ کو فریفتہ کیا کہ یزید تیرے آوازہ حسن کا تیرا عاشق ہو گیا لہذا جسطرح بھی ممکن ہو امام حسن بن علی کو قتل کرا دو یزید کے تحت میں داخل ہو اس ملعونہ نے معاویہ کے بھیجے ہوئے زہر میں سے کچھ حصہ شہد میں ملا کر حضرت کو کھلا دیا جب اثر زہر ظاہر ہوا اور درد کی شدت ہوئی تو آپ روضہ رسولخدا پر آ کر ظلم اعدا کی شکایت کرنے لگے کہ نانا جان فریاد ہے جب سے حیدر کرار شہید ہوئے ہمیں ایک دم کے لئے چین نہیں ملا نانا جان یہ لوگ بے تقصیر میرے تشنہ خون ہو گئے ہیں اسوقت مجھے روضہ رسول پر بڑے بھائی کی فریاد کے ساتھ چھوٹے بھائی کی گریہ و زاری کا بھی خیال آگیا جب مظلوم کربلا سفر غربت پر مجبور ہو گئے تو شب کے وقت آخری رخصت کیلئے لحد رسول پر آئے اور تعویذ قبر سے لپٹ کر بین جگر خراش کرنے لگے جنکو شاعر نے یوں نظم کیا ہے

چین سے ... ہیں گھر و وطن میں مجھے ملتا نہیں چین — سخت آفت میں پھنسا آپکا یہ نور العین
شکوے دل ہوتا ہی جب روکے حرم کرتے ہیں بین — ننھے بچوں کو بھلا لیکے کہاں جائے حسین

شہر میں چین نہ جنگل میں اماں ملتی ہے
دیکھیے قبر مسافر کو کہاں ملتی ہے

الغرض بہ برکت تربت جناب ختمی مآب امام حسن علیہ السلام نے شفا پائی چوتھی مرتبہ اسوقت آپکے قتل کا ارادہ کیا گیا جب آنحضرت بغرض تغیر آب و ہوا

موصل تشریف لائے ایک شامی جو آپ کا دشمن تھا [illegible] پہنچا اور اپنے آپکو دوستدار امام ظاہر کیا ایکروز اُسنے سنان زہر آلود اس زور سے پائے مبارک میں لگائی کہ آپ بیہوش ہوگئے شیعیان باصفا نے اسے جہنم رسید کیا مگر پانچویں مرتبہ جب آپ کی زوجہ جعدہ ملعونہ نے آپ کو زہر دیا ہے تو اُسکا علاج نہو سکا اور دنیا سے رحلت فرمائی کیونکہ حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جعدہ بنت اشعث زہر سے شہید کریگی۔ معاویہ نے جعدہ کے پاس بہت سامال و اسباب مع زہر قاتل بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر تو نے یہ زہر حضرت کو پلادیا تو ایک لاکھ درہم دونگا اور تیرا عقد اپنے بیٹے یزید سے کردونگا اُسروز سے وہ ملعونہ درپئے قتل ہوگئی آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی اور زہر کا اثر گلوئے اقدس سے ناف تک پہنچا آپنے اس سے فرمایا کہ ای [illegible] تجھ پر لعنت کرے تو نے مجھے ناحق قتل کیا بخدا تو مجھ سے بہتر کسیکو نہ پائیگی اور معاویہ نے تجھ کو فریب دیا ہے خدا اسے عذاب میں معذب کریگا یہ کہتے کہتے آپ کو خون کی قے آئی اور جگر کے ٹکڑے نکلنا شروع ہوئے دفعتہً رنگ زرد ہوگیا اور دم رُکنے لگا امام حسین علیہ السلام یہ حال دیکھکر رونے لگے آپنے آپ کو برادر مسموم پر گرادیا، منہ پر منہ رکھکر پیشانی اقدس کے بوسے لینے لگے پوچھا کہ بھائی جان کیسا مزاج ہے فرمایا کہ آج زندگی کا آخری دن ہے اور عقبیٰ آخرت کا پہلا دن ہے اسکے بعد آپنے وصیتیں فرمائیں، اسمائے اعظم اور تبرکات انبیائے سلف امام حسین کی سپرد کیئے اور فرمایا کہ بھیا مجھے تجہیز و تکفین کے بعد جد بزرگوار کے پہلو میں دفن کردینا۔ مومنین اس وصیت سے امام حسین علیہ السلام کی وصیت کسقدر مشابہ ہے آپنے رخصت آخری میں سید الساجدین سے ارشاد فرمایا کہ ای بیٹا جب تم قید سے چھوٹکر مدینہ جانا تو ہمارے شیعوں کو ہمارا اسلام پہنچانا اور کہدینا کہ ای شیعو! تمہارے امام نے تین دن کی بھوک پیاس میں تمہارے لئے گلا کٹایا ہے شرط محبت و وفاداری یہ ہے کہ جب آب سرد و شیریں پیو تو میری پیاس کو ضرور یاد کرلینا۔

الغرض دونوں بھائی گلے ملکر روتے رہے پھر امام حسن علیہ السلام نے کلمہ شہادت
زبان پر جاری کیا اور جنت کیطرف رحلت فرمائی اسوقت خانۂ اہلبیت نمونہ میدان
حشر تھا امام حسین علیہ السلام بعد تجہیز و تکفین جنازے کو اٹھا کر مرقد رسول کی طرف
لیچلے عائشہ باغوائے مروان چالیس سواروں کے ساتھ جنگ جمل کی تصویر کھینچنے آئیں
اور دفن سے مانع ہوئیں جنازے پر تیر برسائے لکھا ہے کہ لاش اقدس امام حسن علیہ السلام
سے ستر تیر نکلے یہ ظلم صریح دیکھکر بنی ہاشم نے چاہا کہ مروان و عائشہ کو قتل کریں مگر
جناب امام حسین علیہ السلام نے بنابر وصیت امام مسموم ان لوگوں کو لڑائی سے روکا
اور جنازہ اطہر کو بقیع میں لیجا کر دفن کیا۔

آہ آہ جسطرح امام حسن علیہ السلام کی لاش پر تیر برسائے گئے اسیطرح امام
حسین علیہ السلام کا جسد مطہر بھی تیروں سے غربال کیا گیا ؎

روایت ست کہ بر پیکر شہ ذی جود   ہزار و نہصد و پنجاہ و یک جراحت بود

مؤمنین مظلوم کی ہیئت تیروں کی کثرت سے ایسی متغیر ہوگئی تھی کہ ایکمرتبہ جناب
زینب نے بھی آپ کو نہ پہچانا لکھا ہے کہ جب لڑتے لڑتے امام حسین علیہ السلام جناب
حرم محترم کیطرف چلے تو جناب زینب در خیمہ پر کھڑی تھیں کہنے لگیں کہ ای شخص تو کون
ہے جو بیباکانہ خیام حسینی کیطرف چلا آرہا ہے ابھی تو میرے بھائی حسین زندہ
ہیں سید الشہداء رونے لگے اور عرض کیا کہ ای بہن زینب اب ہم سے ایسا زمانہ پھر گیا
کہ تم بھی نہیں پہچانتیں یہ سنتا تھا کہ غم رسیدہ بہن ہاتھ پھیلا کر بڑھی مظلوم کربلا پیچھے
ہٹ گئے اور فرمایا کہ ای بہن میرے سینہ سے نہ لگنا کہ تمہارا سینہ بھی فگار ہو جائیگا غرض
بھائی بہن میں دیر تک حسرت و یاس کی باتیں ہوتی رہیں مظلوم کربلا نے جناب زینب کو
تلقین صبر فرمائی اور رخصت ہو کر میدان کیطرف چلے ناگاہ آواز آئی کہ ای بھیا آپ
آپ جاتے ہی ہیں ایکمرتبہ میرے پاس اور ہوتے جائیے کہ میرے دل میں ایک حسرت ہی

جاتی ہے آپ حضرت قریب آئے اور فرمایا کہ ای بہن کیا کہتی ہو عرض کیا کہ بھائی جان ذرا اپنا پیراہن کھولتے جو ہیں امام نے گریبان کھولا جناب زینب نے بڑھکر گلوئے انور کا بوسہ لے لیا فرمایا بہن یہ کیا کرتی ہو عرض کرنے لگیں کہ ناجائے یہ وہ جگہ ہے جہاں کے نانا رسولخدا بوسے لیا کرتے تھے اب اس بوسہ گاہ کی زیارت مجھے کہاں نصیب ہوگی سیدالشہدا رونیلگے اور فرمایا کہ بہن میری بھی ایک آرزو ہے ذرا میرے قریب آؤ جب جناب زینب نزدیک ہوئیں تو حضرت نے جھک کر شانہ کا بوسہ لے لیا جناب معظمہ نے پوچھا کہ بھیا آپ نے یہ کیا کیا فرمایا کہ بہن زینب یہ وہ شانہ ہے کہ تھوڑی دیر میں رسن ظلم سے بندھ جائیگا اور اعدائے دین تمکو رسن بستہ شہر بشہر اور دیار بدیار تشہیر کرینگے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔

مجلس ۲۳ ولادت وفضائل سیدالشہدا یعنی حسین مِنّی وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْن استغاثہ امام و ارکان عالم اور سیدالساجدین کا اضطراب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حسنین سرداران جوانان بہشت ہیں۔ اللہ اکبر حسین کے ذکر میں کسقدر درد وغم شامل ہے کہ مجلس کی بنا ولادت آنجناب پر ہے مگر تصور ہو رہا ہے شہادت کا' حسین اور حسین کی مظلومیت میں کسقدر وزن اور کیسی عظمت ہے کہ تذکرہ ولادت کا

مگر زبان خود بخود بیان مصیبت کیطرف چلتی ہے اور مجمع کی یہ کیفیت ہے کہ واہ کی جگہ آہ کہنے پر تیار ہے حقیقتاً مظلوم بھی ہو تو ایسا ہی ہو کہ جسکے نام سے مظلومیت مترشح ہو جسکے بیان پر دل بھر اتے ہوں، جسکے تصور سے چشم پرنم ہو جاتی ہو اور یہ تاثیر آج ہی اس مجلس پر طاری نہیں ہے بلکہ جسروز آپ پیدا ہوئے تھے اُسروز بھی حسین کا ولادت خانہ ماتمکدہ بنا ہوا تھا ماں نے بیٹے کی صورت دیکھی تب رونے لگیں، باپ نے گود میں لیا تب آنسو نکل آئے اور نانا نے آغوش میں لیا تب گریہ کیا فرق یہ ہے کہ اُس دن جناب رسالتمآب، علی مرتضیٰ اور سیدہ عالم تھیں ہم آپ نہ تھے اور آج وہ حضرات بھی مجلس میں تشریف فرما ہیں اور ہم آپ بھی حاضر ہیں بلکہ حسنین تو ایسے بیکس و مظلوم ہیں کہ ولادت سے قبل ہی آپکی مجالس تقریب منعقد ہوا کرتی تھیں ماں باپ اور اعزہ واقارب کو ولادت کے وقت تو خوشی ہوتی ہی ہے مگر قبل ولادت بھی بڑی بڑی امیدیں اور تمنائیں ہوتی ہیں مدتوں پہلے سے اظہار مسرت ہوا کرتا ہے، دن رات، خوشی میں گزرا کرتے ہیں لیکن حسین کے ماں باپ، حسین کے اعزہ واقارب آپکے ذکر ولادت پر رویا کرتے تھے اسلئے کہ فرزند ہی کے ساتھ ساتھ مظلومیت و مصیبت بھی پیدا ہونیوالی تھی، کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ ماں باپ کو ولادت فرزند کی خبر دیجائے اور وہ کہدیں کہ ہمیں فرزند نہیں چاہئے مگر بنا بر روایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام جب جبرئیل نے جناب رسولخدا کو اور آپکے ذریعہ علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا کو ولادت حسین کی بشارت دی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خبر دی کہ اس فرزند کو امت شہید کریگی تو سب نے کہا کہ ہمیں ایسے فرزند کی حاجت نہیں ہے حسین کے ذکر میں زیادہ بیان کی ضرورت نہیں سمجھتا آپ کے دل خود ہی محبت حسین میں چور ہیں اور یقین کرتا ہوں کہ اگر آپ سچے دل سے تصور کرینگے تو یہی کافی ہوگا کہنے کو تو سب نے یہ کہدیا مگر جب یہ سنا گیا کہ اس فرزند کی اولاد میں امامت و وصایت

ہو گی اور اسی پر نجات امت محمدی منحصر ہے تو سب نے منظور کر لیا پھر جب حسین پیدا ہوئے
تھے تو ہم حسین کے رونے کیلئے وقف کیوں نہ ہو جائیں دنیا میں ولادت اور ذکر
حالات ولادت کے مواقع پر رونا نامبارک سمجھا جاتا ہے مگر یہ اسوقت کہ جب رونے
کے بعد مسرت معلوم نہ ہو اور اگر بکا کے بعد فرحت و مسرت کا یقینی علم ہو تو کوئی عاقل
ایسے رونیکو نامبارک نہ کہیگا بلکہ اسکو عین سعادت سمجھا جائیگا حسین پر رونا
بھی یہی معنی رکھتا ہے چنانچہ اسقدر کار آمد و کامیاب ثابت ہوا کہ امت محمدی
کو ملک حیات جاوید اور مستحق سعادت ابدیہ بنا دیا ارشاد ہوتا ہے کُلُّ عَیْنٍ بَاکِیَۃٌ
یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلَّا عَیْنٌ بَکَتْ عَلَی الْحُسَیْنِ فَاِنَّھَا ضَاحِکَۃٌ مُّسْتَبْشِرَۃٌ بِنَعِیْمِ
الْجَنَّۃِ روز قیامت ہر آنکھ محزون و غمگین ہو گی مگر جو حسین پر روئی ہو گی وہ خوش و خرم
ہو گی اور ملائکہ اُسے نعمات جنت کی بشارت دیتے ہونگے۔ اسی لئے تو ہم ذکر ولادت ہو
یا بیان شہادت ہر وقت ہی حسین کے لیے رونا کمال سعادت سمجھتے بلکہ عین عبادت
سمجھ کر اس فریضہ کو بجا لاتے ہیں۔

علامہ ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ صفیہ بنت عبد المطلب امام حسین
کی دایہ تھیں وہ کہتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ اے پھوپھی
میرے فرزند کو لاؤ میں نے کہا کہ یا حضرت ابھی انکو طاہر نہیں کیا گیا ہے فرمایا تمہارے
طاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسکو خدا نے طاہر کیا ہے فرماتی ہیں کہ میں آپ کو خدمت
رسول میں لائی آنحضرت نے آپ کو دامن میں لیا اور اپنی زبان دہن مبارک میں داخل
کی امام حسین علیہ السلام زبان رسول کو چوسنے لگے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زبان
اقدس سے شہد اور دودھ جاری ہے جب نور چشم رسول سیر ہوگئے تو آپ نے انکو میری
گود میں دیا اور رو کر تین مرتبہ فرمایا کہ خداوند عالم اس گروہ پر لعنت کرے جو میرے اس
فرزند کو قتل کریگا میں نے کہا کہ یا حضرت وہ کون لوگ ہونگے فرمایا کہ وہ بنی امیہ

میں سے ہونگے۔

پیش خداوند عالم سید الشہدا کا یہ مرتبہ ہے کہ جب آپ پیدا ہوے تو جبرئیل کو حکم خدا ہوا کہ ایک ہزار فرشتوں کو لیکر جاؤ اور ہمارے رسول کو ولادت حسین کی مبارکباد دو جبرئیل روانہ ہوے اثنائے راہ میں گذر ایک جزیرہ پر ہوا جسمیں فطرس فرشتہ معذب پڑا ہوا تھا یہ فرشتہ حاملان عرش میں سے تھا اُسنے ایک مرتبہ تعمیل حکم پروردگار میں تاخیر کی تھی اس جرم پر خدا نے اسکو اس جزیرہ میں پھینکدیا تھا اسنے یہاں پر سات سو برس عبادت کی تھی اور بنا بر بعض روایات خداوند عالم نے اسے اختیار دیدیا تھا کہ عذاب دنیا اختیار کرے یا عذاب آخرت اور اُسنے عذاب دنیا اختیار کیا تھا صورت عذاب یہ تھی کہ بال و پر توڑ دئے گئے تھے، پلکوں میں لٹکا ہوا تھا اور نیچے سے ہمیشہ بدبودار دھواں بلند ہوتا رہتا تھا جب اُسنے جبرئیل کو آتے دیکھا تو پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے امین وحی نے تمام قصہ بیان کیا فطرس نے کہا کہ ای جبرئیل مجھے بھی ساتھ لیچلو شاید خداوند عالم بہ برکت حضرت مجھپر رحم کرے جبرئیل اسکو اپنے ہمراہ لائے جب خدمت جناب رسالتمآب میں پہنچے تو بعد مبارکباد حال فطرس بھی عرض کیا حضرت نے اسکو حکم دیا کہ اپنے بدن کو اس مولود مسعود سے مس کر ادھر فطرس نے تعمیل حکم رسول کی اور اُدھر سے پر و بال عنایت ہوئے جب وہ فرشتوں کے ساتھ آسمان پر گیا تو وہاں فخریہ کہتا تھا کہ میری مثل کون ہے کہ میں آزاد کردہ حسین ہوں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو ملک ہی نے حسین کی برکت سے نجات اور شفا نہیں پائی بلکہ حسین کی ذات وہ ذات ہے کہ جسنے رسول اور دین رسول کے دامن کو بھی گرد و غبار سے صاف کرکے ہادی برحق او سبیل نجات ثابت کردیا اسی لئے تو رسول حُسَیْنٌ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ فرماتے تھے دنیا کہتی ہے کہ حُسَیْنٌ مِّنِّیْ تو صحیح ہے اسلئے کہ اولاد باپ اور دادا سے ہوتی ہی ہے مگر اَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ کے کیا معنی

ہیں اور رسول حسین سے کسطرح ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کہنے والے صورت کے
گرویدہ اور معنی سے بیخبر سطحی نظر کے عادی اور تعمق سے بیواسطہ حسین کے عروج
ارتقار اور آپ کے مراتب پر غور کرنے سے متنفر بلکہ فصاحت و بلاغت کلام سے بھی
ناآشنا ہیں رسول کیا تھے اور آپ کا مقصد کیا تھا اسکے جواب میں یہی کہا جائیگا
کہ رسول بانئ اسلام تھے اور آپ کا مقصد اشاعت و احیار اسلام تھا اگر
رسول نہوتے تو اسلام کی بنا نہوتی اور اگر اسلام شائع و نام آور نہوتا تو رسول عبث
قرار پاتے مگر بنائے اسلام کو مستحکم و دیرپا کسنے بنایا اور اسکی اشاعت کسکے ہاتھ سے
ہوئی یہ مسئلہ اسپر بحث کرتا ہے جو بطن مادر میں ماں کیلئے انیس وحشت اور مونس
تنہائی رہا، پیدا ہوا تو فرشتے کو بال و پر عنایت ہوئے اور بڑھا تو رسول اور دین رسول کو
زندہ کرتے ہوئے بڑھا اسلام کو زندہ کردیا، رسول کا نام روشن کردیا جسوقت حسین
نے خدمت اسلام کا بیڑا اٹھایا تھا وہ ایسا زمانہ تھا کہ زمین اسلام کو جنبش ہو رہی
تھی، آسمانِ مذہب پر حق کشی اور باطل نوازی کے غلیظ بادل امنڈ رہے تھے، فسق و
فجور کا محیط ابر چھایا ہوا تھا، مکانِ ملت کی دیواریں ٹکرا رہی تھیں، رسول خدا اور
علی مرتضیٰ کے قائم کردہ ستون گرے جاتے تھے، باطل زور پر تھا، چراغ ہدایت ٹمٹما رہا
تھا، دین خدا کی ہیئت بدل دی گئی تھی، اسلام کی صورت پہچانی نہ پڑتی تھی، ضلالت
و بغاوت کی آندھیاں چل رہی تھیں، حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھا جانے لگا
تھا۔ امام کے عصر باطل مجسم کے ہاتھ میں ہاتھ دے چکے تھے، اصحاب رسول ارباب
طاقت و مقدرت بلکہ تمام شام، مصر، عراق، حجاز، و یمن ایک شہوت پرست، ظالم
اور ایسے فاسق و فاجر بادشاہ وقت کے زیر آئین آگئے تھے جسنے طریقۂ رسول کو محو
کردیا تھا، سنت نبوی کو مٹا دیا تھا ارکان مذہب کو ڈھا دیا تھا، اصول و فروع
اسلام کی بربادی میں ہمہ تن مصروف تھا، اس کے غلط اقتدار اور بیجا وقار سے عرض

ہو کر علمائے وقت شراب خواری کو جائز کئے دیتے تھے " مفتیان عصر برابر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر رہے تھے ایسے وقت میں آپ نے اپنے انصار و اعوان کی قربانیاں کر کے مال و اولاد فدا کر کے گھر لٹا کر، سر کٹا کر، اسلام کو تباہی سے بچا لیا، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ کا ڈنکا بجوا دیا، توحید کی شمعیں روشن کر دیں، رسالت کو چمکا دیا، دنیا کو رسول یاد آ گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ رسول صفحہ ظاہر سے اٹھے نہیں ہیں بلکہ دنیا میں زندہ موجود ہیں اور اشاعت اسلام کر رہے ہیں اسی وقت کان میں أَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ کی آواز آئی اور حسین نے بقلم جلی صفحہ دہر پر اسکے معنی کندہ کر دیئے جبھی تو دنیا حسین حسین پکار رہی ہے اور اگر پوچھا جائے کہ کون حسین تو یہی جواب ملیگا کہ رسول اسلام کا نواسہ حسین یعنی رسول کا ذکر، رسول کی یاد رسول کا نام رسول کے دین کا اقبال اگر ہے تو حسین ہی کی بدولت ہے اور حسین اگرچہ خود زندہ نہ رہے مگر ایسی موت اختیار کی کہ خود ہی زندگی جاوید کے مالک نہیں بلکہ رسول کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے زندہ کر گئے اور رسول کے ناز پروردہ دین اسلام کو بھی ابدی بقاء دے گئے یہی معنی ہیں حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ (حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں) کے۔

اگر حسین یہ خدمات نہ کرتے تو ہمیں ایک بڑا مفید و گرانبہا سبق اور فائدہ حاصل ہو نیسے رہ جاتا یعنی رسول کا دامن آلودگی کذب سے صاف نہ رہتا دشمن طعن و تشنیع کر کے اسلام کی دیواریں منہدم ہو جاتیں اور اساس مذہب بھی متزلزل نظر آتی رسول کے قول سے مَا أُوذِيَ نَبِيٌّ كَمَا أُوذِيتُ یعنی جتنی میں نے ایذائیں اٹھائی ہیں اتنی کسی نبی نے نہیں اٹھائیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ خاتم النبیین کا دل کون مصائب سے مجروح ہوا تھا جنکا اظہار ایسے الفاظ میں فرمایا در آنحالیکہ جبتک مفاد خلیفات حد سے نہ بڑھ جائیں کسی نبی کا شکایت کرنا اسکی شان نبوت کے شایان نہیں

پیغمبر جب جناب یعقوب ہر شخص سے فراق یوسف کا گلہ کرنے لگے تو چونکہ معمولی مصیبت تھی اور خاصان خدا اس سے کہیں زیادہ مصائب اٹھاتے ہیں بارگاہ ربوبیت سے تنبیہ ہوئی کہ یعقوب تم ہمارے بندوں سے ہماری شکایت کرتے ہو فوراً خدا کا نبی متنبہ و خاموش ہو گیا وغیرہ وغیرہ پھر تحمل مصائب میں ختمی مرتبت نے اپنی ذات کو کیوں فوقیت دی اور جب تمام انبیاء سے اپنے آپ کو بالاتر قرار دیدیا تو سمجھئے کہ جو مخلوق طبقۂ انبیاء سے نیچے ہے اس سے بھی بڑھا دیا اسلئے کہ خاصان خدا خاص طور پر سخت و شدید مصائب کا نشانہ بنتے رہتے ہیں جو مصیبتیں پیغمبر اسلام پر واقع ہوئی ہیں ان سے دنیائے اسلام بلکہ تمام عالم کسیطرح بیخبر نہیں ہے تاکہ کوڑا پھینکا جاتا تھا گندگیاں ڈالدی جاتی تھیں، برا کہا جاتا تھا' کفار درپے آزار تھے' منافقین ستاتے تھے وغیرہ وغیرہ لیکن یہ مصائب انبیاء سابقین کے مصائب کا مقابلہ کیونکر کر سکتے ہیں کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ نوح کیطرح آپ پر امت نے اسقدر سنگباری کی ہو کہ آپ پتھروں کے نیچے دب جاتے ہوں اور پھر امین وحی آکر نکالتے ہوں خلیل اللہ کی مثل کب حبیب اللہ نے اپنے ہاتھ سے اپنے بیٹے کو ذبح کیا' یعقوب کیطرح کہاں ہمارے نبی نے یوسف ایسے باجمال فرزند کو آراستہ و پیراستہ کر کے رخصت کیا' ایوب کی جیسی خانہ بربادی کا سانحہ پیغمبر اسلام کو کب پیش آیا' کسوقت آنیوالوں نے خبر دی کہ آپ کی دنبیاں غرق سیلاب ہو گئیں' آپ کے اونٹ ہوائے گرم میں جل گئے' آپکی ہری بھری کھیتی کو بجلی نے برباد کر دیا' آپکی اولاد سقف خانہ کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئی' کب ناموس رسول کی زلفوں پر نامحرم نے ہاتھ ڈالا وغیرہ وغیرہ جب یہ سب باتیں نہیں تو پھر مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ کَمَا اُوْذِیْتُ کے کیا معنی؟ اب کہاں ہیں اہلبیت کے دامن کو چھوڑ کر صرف قرآن سے تمسک کرنے کے مدعی اور عزاداری حسین کی تحقیر کرنیوالے آئیں کیا منہ لیکر آتے ہیں اور بچائیں اپنے نبی کی نبوت کو الزام کذب سے "نہ سلجھے گی یہ گتھی جبتک

آپ حسین کی مظلومیت کو قول رسول سے مطابق نہ کرلیں قول رسول مَا اُوذِیَ نَبِیٌّ
کَمَا اُوذِیتُ کو حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ سے نہ ملائیں اور حسین کو دل و جان
رسول تسلیم نہ کرلیں ہاں جب آپ ذات حسین کو ذات رسول سمجھیں گے تو کبھی نظر آئیگا کہ
رسول زخموں سے چور یکہ و تنہا میدان کربلا میں پانی مانگ رہے ہیں اور نوح کیطرح آپ پر بھی
اشقیا پتھر برسا رہے ہیں اگر نوح پتھروں کے نیچے دب جاتے تھے تو رسول کے جسم پر بھی ایکہزار
نوسو پچاس زخم موجود ہیں البتہ وہاں نوح کو جبرئیل آکر نکالتے تھے اور یہاں کوئی ایسا
مددگار نہ تھا، کبھی معلوم ہوگا کہ اگر خلیل نے اپنے ہاتھ سے فرزند کو ذبح کیا تھا تو رسول
کے ہاتھوں پر بھی ایک بچے کا گلوئے نازنین نشانہ تیر سہ شعبہ بن رہا ہے، کبھی آپ معائنہ
فرمائینگے کہ رسول بھی یعقوب کیطرح اپنے کڑیل جوان فرزند کو اسلحۂ جنگ سے آراستہ
فرما کر رخصت فرما رہے ہیں، کبھی آپ دیکھیں گے کہ ایوب کیطرح ہمارے رسول کا بھی پھلا
پھولا لہلہاتا ہوا باغ برق خرمن سوز سے جل رہا ہے اولاد قتل ہو رہی ہے گلہائے باغ رسالت
و غنچہ ہائے عصمت و طہارت زمین عرب کی باد سموم سے کملا رہے ہیں اور ناموس رسول پر بھی
ناموس ایوب کی طرح دست درازیاں ہو رہی ہیں ہاں اب واضح و مبرہن ہوگیا کہ رسول کے
قول مَا اُوذِیَ نَبِیٌّ کَمَا اُوذِیْتُ کو مصداق حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ نے ثابت
و صادق کرکے دکھلایا۔ اور ساتھ ساتھ اصل مقصد یعنی یہ بھی حل ہوگیا کہ حُسَیْنٌ
مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ کے کیا معنی ہیں۔

غرض کیا کہنا حسین کی ریاضتوں کا اور کیا بیان ہو سکتا ہے آپکے صدق و صفا و خلوص وفا کا کو باطن بایں
کچھ تھا خدا و رسول، دین رسول اور امت رسول ہی کے لیے، حسین نے طے کرلیا تھا
کہ کچھ ہو مگر مقصد اصلی پر فائز ہو کر رہونگا کیا حسین شہادت پر مجبور تھے ایسا نہیں
اگر چاہتے تو دنیا کا ذرہ ذرہ آکر مدد کرتا اور ظالموں کو فنا کر دیتا لیکن یہاں مطلب ہی
کچھ اور تھا جو بغیر ان قربانیوں کے حاصل ہی نہ ہو سکتا تھا بلکہ [illegible]

بتلائیں کہ جن و ملک، ارض و فلک، شجر و حجر، مور و ملخ، آب و آتش، باد و خاک ہر شے نے اذن نصرت مانگا مگر معذوری ظاہر کی اسلئے کہ اگر ایسا ہو جاتا تو پھر حُسَیْنٌ مِنّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ کا کچھ لطف نہ تھا۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب سید الشہدا نے استغاثہ فرمایا تَزَلْزَلَتْ اَرْکَانُ الْعَرْشِ وَقَوَائِمُہٗ وَبَکَتِ السَّمٰوٰتُ وَضَجَّتِ الْمَلٰئِکَۃُ وَاضْطَرَبَتِ الْاَرْضُ ارکان عرش متزلزل ہو گئے، افلاک رونے لگے، ملائکہ میں خروش ہوا، زمین کانپنے لگی اور سب نے ملکر درگاہ احدیت میں عرض کیا کہ بار الہا تیرے نبی کا نور چشم کس بیکسی سے فریاد کر رہا ہے ہمیں اذن نصرت مرحمت فرما دفعتاً ایک صحیفہ آسمان سے نازل ہو کر حضرت کے ہاتھ میں آیا آپ نے جو ملاحظہ فرمایا تو وہی عہد نامہ شہادت تھا جو لیا گیا تھا اور اُسی کی پشت پر بخط جلی لکھا تھا کہ ای حسین ہم نے شہادت کو تمپر لازم نہیں قرار دیا ہے بہشت بہرحال تمہارے لئے ہے بغیر شہادت بھی تمہارے مرتبہ میں کوئی کمی نہو گی اگر تم اسوقت رد بلا چاہتے ہو تو آگاہ ہو جاؤ کہ تمام آسمان و زمین جن و ملک تمہارے محکوم ہیں زمین سے آسمان تک فرشتے بھرے ہوئے ہیں آگ کے حربے اُنکے ہاتھوں میں ہیں اور سب تمہارے حکم کے منتظر ہیں حضرت نے صحیفہ کو آسمان کی جانب لوٹا دیا اور عرض کیا کہ اگر حسین ستر بار بھی قتل کیا جائے تب بھی تیری خوشنودی و رضا کے لئے یہ سب گوارا ہے۔ اب خیمہ کا حال سنئے کہ سید سجاد اس تلاطم آمیز استغاثہ پر غش سے بیدار ہوئے تلوار پکڑنے کی طاقت کہاں تھی عصا تھا مگر گرتے پڑتے خیمے سے نکل آئے جناب ام کلثوم دامن سے لپٹی ہوئی تھیں سید الشہدا بھی یہ کیفیت دیکھکر قریب آ گئے اِدھر جناب ام کلثوم سمجھا رہی تھیں اُدھر بیمار کربلا تڑپ رہے تھے اور فرماتے تھے کہ ای پھوپی مجھے چھوڑ دیجئے آپ دیکھتی ہیں کہ بابا کس بیکسی سے فریاد کر رہے ہیں حضرت نے بیمار فرزند کو سینہ سے لگا کر فرمایا یَا وَلَدِیْ مَا تُرِیْدُ تَصْنَعُ بیٹا سید سجاد کیا کر رہے ہو یہ کیا ارادہ

کیا عالم کو تباہ کر دوگے بیٹا تم تو میرے بعد حجت خدا ہو اگر تم نہ رہے تو ارکان عالم تہ و بالا ہو جائینگے عزادارو! بیمار کربلا نے عجب جواب دیا کہنے لگے کہ بابا جان آپ کی آواز نے اجزائے دل زیر و زبر کر دئے بابا آپکی آواز استغاثہ پر رگ جان ٹوٹ گئی چاہتا ہوں کہ آپ پر اپنی جان فدا کر دوں حضرت نے فرمایا کہ ای نور چشم تم بیمار ہو تمپر جہاد نہیں اگر تم نہ ہوگے تو میرے یتیموں کی کون پرستاری کریگا ان بیوہ عورتوں کو مدینہ کون لیجائیگا تم ابُ الائمہ ہو زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی بیٹا تھوڑی دیر میں تم اہلبیت کے ساتھ اسیر ہوا چاہتے ہو عرض کیا کہ بابا ہائے غضب آپ قتل ہوں اور میں دیکھا کروں کاش مجھے موت آجاتی الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

مجلس ۲۴ فضائل حسنین علیہما السلام، حضرت مسلم کی کوفہ کو روانگی، کوفیوں کا بیعت سے انحراف، ہانی اور حضرت مسلم کی گرفتاری، شہادت آنجناب، بکاسے طوعہ دختر جناب مسلم بر قبر آں حضرت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ اَلۡحَسَنُ وَالۡحُسَیۡنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھۡلِ الۡجَنَّۃِ ارشاد ہے کہ حسن وحسین جوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ عرش اعظم کے گوشوارے، فلک امامت کے ستارے، خاتم الانبیاء کے جگر پارے۔ مصحف عصمت کے سیپارے۔ [illegible] خدا کے آبگینے۔ خاتم امامت کے نگینے، نجات امت کے سفینے، نور دیدگان رسول الثقلین حسن وحسین ایسے محیر العقول فضائل و مراتب کے مالک ہیں

کہ بشر بلکہ ملک کے لئے بھی تاب ہمسخنی نہیں، صاحب مودۃ القربیٰ بروایت علی بن ابیطالب لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ سر سے سینہ تک رسول اللہ سے مشابہ تھے اور امام حسینؑ سینہ سے پیروں تک شبیہ رسول تھے مجھے اسوقت یہ خیال آرہا ہے کہ اگرچہ سید الشہدا سینہ سے پیروں تک ہی رسول سے مشابہ تھے مگر جب کربلا میں عبائے رسول اور عمامۂ رسول سے آراستہ ہوئے ہونگے تو بالکل شبیہ رسول بنگئے ہونگے اور کفار کوفہ و شام کو وعظ و پند کرتے ہیں ایسے معلوم ہوتے ہونگے کہ رسول کھڑے ہوئے کفار مکہ کو دعوت اسلام دے رہے ہیں کاش کفار شباہت رسول کا کچھ خیال کرتے مگر ہائے افسوس کہ ایسا ہوا نہیں بلکہ جگرنعمان ختم المرسلین اور گوشت و پوست رسول کو نیزہ و تیر، خنجر و شمشیر بلکہ سنگ و کلوخ سے مجروح کیا گیا۔

حزن المومنین میں بروایت عروہ بارقی لکھا ہے کہ میں ایکمرتبہ مسجد نبوی میں حاضر تھا جناب رسالتمآب بھی جلوہ افروز تھے اور آپکے دونوں صاحبزادے بھی بیٹھے ہوئے تھے کبھی وہ جناب ایک صاحبزادہ کو اور کبھی دوسرے کو پیار کرتے تھے حاضرین خموش بیٹھے ہوئے تھے اور کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ تھی جب آنحضرت بچوں کو پیار کرکے فارغ ہوگئے تو میں نے عرض کیا کہ یا حضرت کیا یہ دونوں آپکے فرزند ہیں فرمایا کہ یہ میرے نواسے اور میرے بھائی کے فرزند ہیں یہ اُسکے فرزند ہیں جو مجھے سب سے زائد محبوب ہے یہ اسکے فرزند ہیں جسکا نور میرے نور سے متحد ہے یہ اُسکے فرزند ہیں کہ مجھے اسکے رنج سے رنج ہوتا ہے اور اُسے میرے رنج سے رنج ہوتا ہے پھر فرمایا کہ جب میں آسمان پر گیا اور داخل بہشت ہوا تو میرا گزر ایک درخت کی طرف ہوا مجھے اسکی خوشبو نہایت پسند آئی جبرئیل نے کہا کہ آپ اسکی خوشبو سے تعجب نہ کیجئے اسلئے کہ اسکا ثمر اسکی خوشبو سے زائد لطیف ہے یہ کہکر اسکا میوہ مجھے دیا جسے میں نے کھایا پھر میں اور جبرئیل دوسرے درخت کے قریب ہوکر گزرے جبرئیل مجھ سے کہنے لگے کہ اس درخت کا میوہ بھی نوش فرمائے کہ یہ

درخت پہلے درخت سے مشابہ اور نہایت خوشبو وخوش ذائقہ ہے حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے ایک پھل اسکا بھی کھایا اور جبرئیل سے کہا کہ بھائی جبرئیل میں نے خوشبو و لطافت میں کوئی درخت ان درختوں سے بہتر نہیں دیکھا جبرئیل مجھ سے کہنے لگے کہ انہیں سے ایک کا نام حسن ہے اور دوسرے کا حسین یا حضرت عنقریب خدیجۃ الکبریٰ کے بطن میں ایک دختر نیک اختر جاگزیں ہوگی جسکا نام خداوند عالم نے فاطمہ رکھا ہے وہ تمام عورات عالم سے بہتر ہوگی اس خوزادیکا عقد علی سے ہوگا ان سے دو فرزند متولد ہونگے ایک کا نام حسن اور دوسرے کا حسین رکھیگا انہیں سے ان دونوں درختوں کی خوشبو آئیگی آپ فرماتے ہیں کہ کچھ مدت کے بعد فاطمہ پیدا ہوئیں انکا عقد علی سے ہوا یہانتک کہ حسنین متولد ہوئے ولادت حسنین کے بعد ایکمرتبہ جبرئیل میرے پاس آئے میں نے کہا کہ بھائی جبرئیل میں ان درختوں کا بہت مشتاق ہوں جو شب معراج بہشت میں دیکھے تھے جبرئیل نے کہا کہ یا رسول اللہ جب آپ ان کے مشتاق ہوں تو حسنین کو سونگھا کیجئے پس جب آنحضرت ان دونوں درختوں کے مشتاق ہوتے تھے تو حسن و حسین کو سونگھتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ جبرئیل نے سچ کہا تھا میں ان دونوں کو اسقدر دوست رکھتا ہوں کہ از رہ محبت ان دونوں پر اپنی زندگی تقسیم کردینا چاہتا ہوں یہ دونوں فرزند دنیا میں میرے بیٹے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

یہ تھے حسنین کے وہ مراتب جنکو سنکر مومنین کے قلب وجد کرنے لگتے ہیں میں کہاں اور عنوان مدحت اہلبیت کہاں۔ایک واقعہ اور بیان کرکے مآل پر آتا ہوں منقول ہے کہ ایکروز جناب رسالتمآب خانۂ سیدۂ عالم میں تشریف لائے دیکھا کہ فاطمہ حسنین کیلئے کھانا پکا رہی ہیں علی مرتضیٰ آرام کر رہے ہیں اور بچے آپکے پہلو میں سو رہے ہیں جونہیں جناب سیدہ نے حضرت کو آتے دیکھا تعظیم وسلام بجالائیں اور پھر کھانا پکانے میں مشغول ہوگئیں ناگاہ امام حسن علیہ السلام بیدار ہوئے یا

یوں کہیئے کہ آفتاب امامت فلک بساط سے انگڑائیاں لیتا ہوا اٹھا بیدار ہوتے ہی اپنے نانا سے پانی مانگا حضرت نے گوسفند کا دودھ دوہکر شاہزادے کو دینا چاہا اسیوقت امام حسین علیہ السلام جاگ اٹھے یا یوں کہیئے کہ ماہتاب امامت نے افق ردا سے سرنکالا اُٹھتے ہی کہنے لگے کہ نانا جان میں بھی بہت پیاسا ہوں حضرت نے فرمایا کہ اے نور نظر پہلے تمہارے بھائی حسن نے مانگا ہے اگر تم کہو تو پہلے انہیں دوں امام حسین نے بمقتضائے سن عرض کیا کہ نانا میں بہت پیاسا ہوں پہلے مجھے دیجئے اُسوقت جناب سیدہ نے عرض کیا کہ اے پدر بزرگوار آپ ان دونوں میں سے کسے زیادہ دوست رکھتے ہیں فرمایا کہ اے نور چشم یہ دونوں مجھے دونوں آنکھوں کی طرح یکساں ہیں یکایک جبرئیل کو حکم خدا ہوا کہ جلد حسنین کیلئے بہشت سے دو کاسہ شیر لیجاؤ اور دونوں کو ایک ساتھ دو تاکہ خاطر شکنی نہو فوراً جبرئیل دو کاسۂ شیر لیکر آئے اور جناب رسالتمآب سے عرض کیا کہ یا حضرت یہ دونوں فرزندوں کو عنایت فرمائے آنحضرت وہ کاسہائے شیر شاہزادوں کو دیکر شکر خدا بجا لائے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اللہ اللہ جنکے یہ مرتبے ہوں، جنکے لئے جنت سے کاسہائے شیر آتے ہوں انہیں سے کسیکو زہر پلایا جائے اور کسیکو آب خنجر سے شہید کیا جائے ایک پر یہ مظالم کہ لاش پر تیر پر تیر برسائے گئے اور دوسرے پر یہ جفائیں کہ آرام سے گھر میں بھی نہ بیٹھنے دیا آخر کار مجبوراً ایسے زمانہ میں کہ جب پرند بھی آشیانوں سے جدا نہیں ہوتے وطن سے رخصت فرمائی۔ صاحب بحار و جلاء العیون لکھتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام قبر مطہر جناب رسولخدا سے جدا ہوئے اور مکہ معظمہ میں پہنچے تو کوفیان پُردغا نے آپ کے پاس متواتر خطوط بھیجے، پے در پے قاصد روانہ کیئے اور تشریف آوری پر بیحد اصرار کیا یہانتک کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار خطوط جمع ہوگئے

تو آپ نے حضرت مسلم کو کوفہ کی طرف روانہ کیا حضرت مسلم شجاعت میں شیر کیطرح تھے
اور اسقدر طاقت تھی کہ آدمی کو اٹھا کر کوٹھے پر پھینک دیتے تھے جب آپ وارد کوفہ ہوئے
تو اُسی روز اٹھارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی آپ نے حال بیعت سید الشہداء کو لکھا
اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ آپ جلد تشریف لائیں اُدھر ربیعہ نے یہ ماجرا یزید کو لکھا یزید نے
ابن زیاد کو حکم بھیجا کہ جلد کوفہ میں جا اور مسلم کو قید کر کے یہاں بھیجدے یا قتل کردے
یا کوفے سے بدر کردے ابن زیاد کوفے میں پہنچا اور لوگوں کو یزید سے ڈرایا جناب
مسلم کے خلاف تدبیریں کیں آپ سے لوگوں کو برہم کرنا شروع کیا آنجناب ابن زیاد
کی آمد سنکر مختار علیہ الرحمہ کے گھر سے خانہ ہانی بن عروہ میں چلے گئے ہانی نے آپ کو
بکمال احترام پناہ دی یہاں پر پوشیدہ طور سے آکر لوگ آپکی بیعت کرتے تھے یہانتک
کہ پچیس ہزار آدمیوں نے بیعت کی ابن زیاد نے آپ کی جستجو شروع کی اپنے غلام
معقل کو تین ہزار درہم دئے اور کہا کہ تو شیعیان علی سے ملکر مسلم کا پتہ چلا یہ مکار
بہزار مکر و تدبیر سراغ لگاتا ہوا ہانی کے گھر تک پہنچا اور جناب مسلم کی موجودگی کا
حال معلوم کر کے ابن زیاد کو اطلاع دی ابن زیاد نے ہانی کو بلوایا اور کہا کہ تم مسلم
کو میری سپرد کردو کہنے لگے کہ اپنے مہمان کے ساتھ یہ بدسلوکی مجھ سے ہرگز نہوگی
ابن زیاد نے کہا کہ قتل کردئے جاؤگے فرمایا مجھے مسلم کے مقابلہ میں ہزار جانوں کی
بھی پروا نہیں اسنے ایک چھڑی آپ کی ناک پر ماری جس سے بینی اقدس ٹکڑے
ٹکڑے ہوگئی اور ریش مقدس تک خون بہکر آیا فرمایا کہ خدا اگر تو مجھے ریزہ ریزہ
بھی کردیگا تب بھی مسلم کو تجھے نہ دونگا آخر ابن زیاد نے آپ کو قید کرلیا جب یہ
حالات جناب مسلم کو معلوم ہوئے تو خانہ ہانی سے باہر تشریف لائے اور بآواز
بلند پکارے کہ جو شیعیان علی ہوں وہ آکر میری مدد کریں یہ سنکر ایک جماعت
اہل کوفہ مسلح ہوکر حاضر خدمت ہوئے مگر نوبت جنگ آتے آتے سب نے ساتھ

چھوڑ دیا اور جناب مسلم نے مڑ کر جو دیکھا تو اپنے آپ کو تنہا پایا بہت مضطرب
ہوئے ارادہ جنگ فسخ کر کے شہر کے گلی کوچوں میں سرگرداں پھرنے لگے کوئی
جائے امن نہ ملتی تھی ناگاہ طوعہ اپنے دروازے پر نظر آئی اُسنے آپ کو پہچانکر
رات بھر اپنے یہاں مہمان کیا صبح کو پسر طوعہ نے ابن زیاد کو اطلاع کر دی کہ مسلم
ہمارے یہاں ہیں اُسنے محمد ابن اشعث کی سرکردگی میں کچھ فوج بھیجی جب آپ کو آمد
لشکر کی خبر ہوئی فوراً مسلح ہو کر شیر غضبناک کیطرح جا پڑے اور حملہ کر دیا خون کی ندیاں
بہنے لگیں سفیر بسپر شیر خدا ہر طرف حملہ کرتے تھے اور جس طرف سے حملہ کر کے لوٹتے تھے معلوم
ہوتا کہ اسطرف لشکر ہی نہ تھا بھاگنے والے بھاگے اکثر زخمی ہوئے اور پینتالیس [۴۵]
بھیجا جہنم میں پہنچے دفعتاً بکر بن عمر کی ضرب چہرہ مبارک پر پڑی اوپر کا ہونٹ
اور دندان اقدس زخمی ہو گئے مگر پھر بھی وہ شیر میدان عرصہ حرب سے نہ ہٹا جسطرف حملہ
کیا اشقیائے کوفہ روباہوں کیطرح بھاگتے نظر آئے جب وہ لوگ عاجز آ گئے تو کوٹھوں
پر جا کر پتھر آگ اور لکڑیاں حضرت پر برسانے لگے اس صورت سے بھی کامیاب نہوئے
تو ابن اشعث نے بطور مکر کہا کہ ای مسلم اب تمکو امان ہے مگر حضرت مسلم دام فریب
میں نہ آئے اور برابر مصروف جہاد رہے اور پھر سے برابر یہی آوازیں آتی رہیں کہ مسلم اب
تمہیں امان ہے جب سبنے اقرار کر لیا کہ ہاں امان دی تو آپ جنگ سے دستبردار ہوئے
ابن اشعث نے آپ کو اونٹ پر سوار کیا تمام ہتھیار لے لئے اور ابن زیاد کے پاس لیچلا
کتب مقاتل میں ہے کہ جب آپ ابن زیاد کے سامنے پہنچے ہیں تو اسکو سلام نہیں کیا
کسی نے کہا کہ اے مسلم تمنے امیر کو سلام نہیں کیا فرمایا وَاللّٰہِ مَالِیْ اَمِیْرٌ سِوَے
الْحُسَیْنِ علیہ السلام میرا امیر حسین کے سوا کون ہے جسے سلام کروں ابن زیاد کو وہ
سلام کرے جو موت سے ڈرتا ہو ابن زیاد بدنہاد نے کہا سلام کرو یا نکرو قتل ضرور کئے
جاؤ گے فرمایا کہ اگر تو مجھے قتل ہی کرتا ہے تو میری ایک حاجت ہے اسکو پورا کر دے کہا

بیان کرو کیا حاجت ہے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ کوئی مرد قریشی ہو تو اس سے چند وصیتیں کروں ابن زیاد نے کہا کہ جو وصیت کرنا ہو کرو آپ نے مجمع کیطرف دیکھا اس میں عمر سعد ملعون بھی تھا اس سے فرمایا کہ پہلی وصیت یہ ہے کہ میری زرہ بیچکر میرا قرض ادا کر دینا کہ میں سات سو درہم کا مقروض ہوں اور بعض مقاتل میں ہے کہ پہلی وصیت یہ تھی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَعَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ دوسری وصیت یہ ہے کہ میرا لاشہ ابن زیاد سے حاصل کرکے دفن کر دینا اللہ اکبر انسان کو اپنے دفن ہونے کا کیسا خیال ہوتا ہے اسلئے کہ لاش کا بیگور پڑا رہنا کمال بیکسی اور نہایت مظلومیت کی علامت ہے مگر افسوس کہ فرزند بانئ اسلام کی لاش تین روز تک بیگور و کفن پڑی رہی کیا عبرت کا مقام ہے کہ درندگان کوفہ و شام تو اپنے کشتوں کے دفن سے فراغت حاصل کرکے لاش فرزند زہرا کو یوں ہی چھوڑ گئے اور درندگان صحرا نے آکر حفاظت کی۔

غرض تیسری وصیت آپ نے یہ فرمائی کہ تو میرے آقائے مظلوم کو لکھ بھیجنا کہ ادھر نہ تشریف لائیں ورنہ یہ غدار انسے بھی اسیطرح پیش آئینگے سبحان اللہ سید الشہدا کو خداوند عالم نے کیسے کیسے ہمدرد عنایت فرمائے تھے کہ مرتے مرتے بھی آپ کو نہ بھولے مگر قدردان بھی ہو تو ایسا ہو کہ سید الشہدا نے بھی آخری وقت میں آپ کو یاد کیا اور جہاں استغاثہ میں عباس و علی اکبر کو آواز دی وہاں جناب مسلم کو بھی پکارا حالانکہ آپ کوفے میں قتل ہوئے تھے ارباب تاریخ و مقاتل لکھتے ہیں کہ عمر سعد نے وصیتوں کے جواب میں حضرت مسلم سے کہا کہ پہلی وصیت جو تمنے کی اسکے متعلق تو یہ ہے کہ ہم بھی کلمہ پڑھتے ہیں اور دوسری وصیت میں ہمکو اختیار ہے کہ تمہارا قرضہ ادا کریں یا نہ کریں رہی تیسری وصیت اسکی بابت یہ ہے کہ حسین کا یہاں آنا اور تمہاری طرح قتل ہونا ضروری ہے اسکے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم کو بالائے قصر لیجا کر سر کے بھل گرا دو وہ اشقیا آپکو بام پر لیگئے وہاں

ایک جلاد نے آپ پر تلوار اٹھائی فوراً اسکا ہاتھ خشک ہوگیا پھر دوسرے شخص نے بھی بے ادبی کی وہ بیہوش ہوکر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو ابن زیاد نے اس سے بیہوشی کا سبب پوچھا وہ کہنے لگا کہ جب میں نے مسلم پر تلوار لگانے کا قصد کیا تو جناب رسالت مآب انگشت بدنداں نظر آئے اور فرما رہے تھے کہ کیوں ناحق مسلم کو قتل کرتا ہے یہ حال دیکھکر میں بیہوش ہوگیا آہ آہ اب کس زبان سے عرض کروں کہ اسکے بعد کیا ظلم عظیم ہوا اُلْقُوْہُ مِنْ اَعْلَی الْقَصْرِ وَعَجَّلَ بِرُوْحِہٖ اِلَی الْجَنَّۃِ لفظی ترجمہ نہ عرض کرونگا اتنا اشارہ کافی ہے کہ زمین تک پہنچنے سے قبل ہی روح جناب مسلم واصل بجوار رحمت ہوگئی تصور صلوٰق شرط ہے وفاداری اسے کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں بھی سید الشہدا کو یاد کیا اور قبلہ کی طرف رخ کرکے باآواز بلند فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مولا مسلم کا آخری سلام قبول فرمائیے۔

اب کیا آپ سنینگے کہ لاش مسلم کے ساتھ کیا کیا گیا تھوڑی دیر میں لاش اقدس اسی لباس میں بازار کوفہ کے اندر دیکھی گئی معاذ اللہ کیسی غربت میں حضرت مسلم کی شہادت ہوئی کہ کوئی لاش پر رونے والا بھی نہ تھا اور رونیوالے آئے تو اُسوقت آئے کہ جب قافلہ اہلبیت جامع مسجد کوفہ کے قریب پہنچا دیکھا کہ ایک پیرزن ایک قبر تازہ پر بیٹھی ہوئی گریہ کررہی ہے پوچھا کہ ای نیکبخت تو کون ہے یہ لحد تازہ کس مظلوم کی ہے جسپر غربت وبیکسی برستی ہے اور یہ صاحب قبر تیرا کون تھا اُسنے عرض کیا کہ بیبیو یہ مظلوم ستم رسیدہ، غمدیدہ، میرا مہمان تھا اسے بے خطا قتل کردیا گیا چونکہ اس قبر پر کوئی رونیوالا نہ تھا اسلیئے میں اسے رونے آئی ہوں اہلبیت نے پوچھا کہ اسکا کیا نام تھا اور تیرا مہمان کس لئے ہوا تھا عرض کیا کہ شاہزادیو اس غریب کا نام مسلم تھا اور یہاں ہمارے آقا امام حسین علیہ السلام کا ایلچی ہوکر آیا تھا ابن زیاد کے حکم سے یہ شہید کیا گیا یہ سنتے ہی اہلبیت میں شور ماتم بلند ہوا راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک لڑکی کو بڑی بے چینی سے روتے ہوئے دیکھا وہ بچی شدت سے

رو رہی تھی اور آہ آہ کہتی تھی تا آنکہ اپنے آپ کو اونٹ پر سے گرا دیا اور قبر جناب مسلم سے خطاب کرکے بین کرنے لگی کہ ہائے اے مظلوم بابا کن آنکھوں سے تمہاری قبر کو دیکھوں کاش میں آج کے روز اندھی ہوتی اے بابا تمہارے بھائی حسین کو ظالموں نے پیاسا شہید کیا اے بابا ہمکو ظالموں نے ایسا لوٹا کہ مقنعہ و چادر تک ہمارے سروں سے اتار لی اے بابا ظالموں نے ہمیں بے والی و وارث جان کر طمانچے مارے کہ دیکھئے اب تک نیل باقی ہیں اے بابا ہمارے بھائی ہم سے چھوٹ گئے پھر وہ قبر پدر سے لپٹکر اسقدر روئی کہ غش کر گئی اور قبر مسلم کانپنے لگی الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ؁ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ؁

مجلس ۲۵ ثواب زیارت علی مرتضیٰ، پسر زائر نجف کا گم ہونا اور در نجف پر ملنا، پسران جناب مسلم کا حارث کے یہاں مہمان ہونا، آپکی گرفتاری اور شہادت، حال سر سید الشہداء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روی الصادق عن آبائہ علیہم السلام عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ انہ قال من زار علیا بعد وفاتہ فلہ الجنۃ ؁ امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول جناب ختمی مآب مروی ہے کہ جو شخص روضہ مطہر علی بن ابیطالب کی زیارت کرے اسکے لئے جنت ہے اللھم صل علی محمد وآل محمد۔

سبحان اللہ زائر علی مرتضیٰ کے کیا کیا مراتب ہیں سعادت ابدیہ حاصل کرتے ہیں جنت میں داخلہ ہوتا ہے جوار رحمت و قرب اہلبیت اطہار حاصل ہوتا

اور پھر آنحضرت بھی اپنے زائروں سے غافل نہیں ہوتے بلکہ ہر حال میں مشکلکشائی فرماتے ہیں چنانچہ سید صادق اپنے مجموعہ میں لکھتے ہیں کہ ایک قافلہ زائران عجم کا نجف کو جا رہا تھا اسمیں ایک مومن عجمی مع زن و فرزند بھی شامل تھا جب یہ قافلہ وارد صحرائے وادی السلام ہوا تو اتفاقاً اس مومن کا فرزند غائب ہو گیا ماں اسکی بہت بیقرار ہوئی مومن خوش اعتقاد نے کہا کہ تو متردد و پریشان نہو ہم اپنے فرزند کو روضہ اقدس پر چل کر اپنے آقا سے لینگے جب وہ دونوں روضہ مبارک میں داخل ہوئے اور زیارت سے فراغت ہوئی تو اُسنے اپنی زوجہ کو ایک مکان میں بٹھایا اور خود ضریح سے لپٹکر نالہ و فریاد کرنے لگا کہ اے مولائے بیکساں اور اے دادرس غریباں میں اشتیاق زیارت میں مع عیال و اطفال عجم سے آیا تھا مگر وادی السلام میں میرا نور عین گم ہو گیا اور اُسکی جدائی میں اسکی ماں کا غیر حال ہے مولا میں نے اُس سے وعدہ کیا ہے کہ اپنے آقا سے تیرے فرزند کو لونگا اے آقا میں آپ کو آپ کے مظلوم فرزند حسین کا واسطہ دیتا ہوں جو صحرائے کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا گیا مجھے میرا فرزند دلا دیجئے اسی گریہ و زاری میں وہ مومن غش کر گیا کیا دیکھتا ہے کہ جناب امیر سر بالین تشریف لائے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ اے زائر اُٹھ اور جا کر دیکھ کہ تیرا بیٹا در نجف پر کھڑا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ ہوش میں آیا اور جا کر دیکھا تو حقیقتاً لڑکا وہاں کھڑا تھا اُسنے پوچھا کہ ای فرزند تو کہاں تھا وہ کہنے لگا کہ مجھے پیاس معلوم ہوئی اور تلاش آب میں ایک جانب چلا کچھ دور چلنے کے بعد صحرا میں چند خیمے نظر آئے میں ایک خیمہ میں داخل ہوا دیکھا کہ ایک میت کو چند بزرگوار غسل دے رہے ہیں استفسار کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ایک زائر حسین ہے جو اس صحرا میں قضا کر گیا ہے اور امیر المومنین خود اسے غسل دے رہے ہیں اور یہ بزرگوار ایک شخص میرا ہاتھ پکڑ کر آنحضرت کے قریب لے گیا آپنے مجھ سے فرمایا کہ ای فرزند جا تیرے ماں باپ تیرے غم میں بیتاب ہیں اور تیرا باپ میری ضریح تھامے

ہوئے تجھے مجھ سے طلب کر رہا ہے پھر مجھے آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا میں نے
آنکھیں بند کیں اور تھوڑی دیر کے بعد حسب الحکم کھولیں تو اپنے آپ کو در نجف پر پایا
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

افسوس امیرالمومنین کی رحمدلی کا تو یہ حال اور آپ کے یتیموں پر زمانہ کے یہ مظالم
کہ حیران و پریشان ٹھوکریں کھاتے ہوئے دربدر کوچہ بکوچہ پھرتے تھے اور کوئی پرسان
حال نہ تھا چنانچہ آمالی میں شیخ ابن بابویہ لکھتے ہیں کہ فرزندان جناب مسلم جب قید
ہو کر ابن زیاد کے سامنے پہنچے تو اُس نے بجائے رحم و شفقت زندانبان کو بلایا اور کہا
کہ ان دونوں لڑکوں کو قید کر دو اور ہرگز اچھا کھانا پانی نہ دینا وہ یتیم قید کئے گئے
زندان میں دن کو روزہ رکھتے تھے اور ظالم زندانبان دو جو کی روٹیاں اور ایک کوزہ
گرم پانی دے جاتا تھا اس سے روزہ کشائی کرتے تھے اسی مصیبت میں سال بھر گزر گیا
تو ایک بھائی نے دوسرے سے کہا کہ اے بھائی معلوم ہوتا ہے کہ ہم یونہی اس محبس
میں مر جائینگے اور ہماری زندگی اسی غم و الم میں ختم ہو جائیگی آج زندانبان سے اپنا
حسب و نسب بیان کیجئے شاید اسکو کچھ رحم آئے چنانچہ شام کے وقت جب زندانبان
آیا تو چھوٹے بھائی نے اس سے کہا کہ اے شیخ تو محمد مصطفیٰ کو پہچانتا ہے وہ کہنے لگا
کیوں نہیں وہ تو پیغمبر خدا اور شفیع روز جزا ہیں فرمایا کہ کیا تو جعفر کو بھی جانتا ہے کہا
ہاں انہیں بھی جانتا ہوں پوچھا کہ تو علی مرتضیٰ سے بھی واقف ہے کہا کیوں نہیں
وہ تو مولائے مومناں اور آقائے دوجہاں ہیں اسوقت وہ دونوں بیتاب ہو کر کہنے
لگے کہ اے شیخ ہم تیرے نبی کے رشتہ دار اور مسلم کے فرزند ہیں یہ سنتے ہی زندانبان
زار زار رونے لگا اور قدموں پر گر کر کہا کہ صاحبزادو دروازہ زندان کھلا ہوا ہے
جدھر جا ہو چلے جاؤ وہ دونوں بچے شب کے وقت وہاں سے روانہ ہوئے ایک ضعیفہ
راستہ میں ملی اس سے اپنا حال اور حسب و نسب بیان کیا ایک رات کیلئے قیام کے

طالب ہوئے اُسنے کمال شفقت سے مہمان کیا آب و طعام حاضر کیا جب کچھ سوئے تو
اس ضعیفہ کا داماد جو منافق تھا آیا اور دق الباب کیا ضعیفہ نے اس بوقت آنیکا سبب
پوچھا کہنے لگا کہ میں سخت بدحواس ہوں دو لڑکے قید امیر سے بھاگ گئے ہیں اُسنے حکم
دیا ہے کہ جو انمیں سے ایک کا سر لائیگا ایکہزار درہم پائیگا اور جو دونوں کے سر حاضر کریگا
اُسے دو ہزار درہم ملینگے میں نے ابتک ہر چند تلاش کیا اور تعب جستجو اٹھائی مگر کہیں پتہ
نہیں چلا ضعیفہ نے اس ارادے پر اُسے لعنت و ملامت شروع کی جس سے وہ مشتبہ ہوگیا
اور کہنے لگا کہ قیدی ہی میرے یہاں معلوم ہوتے ہیں اسنے کہا کہ مجھے اس عالم ضعیفی میں
کیوں مبتلائے بلا کرتا ہے اسپر اسے کچھ خیال آیا اور وہیں قیام کیا کچھ رات گزری تھی
کہ اسے کسی کے سانس لینے کی آواز آئی نہایت غضبناک ہو کر اٹھا اور اندھیرے
میں دیوار کو ہاتھ سے تھامتا ہوا چلا یکایک اسکا ہاتھ ایک معصوم کے پہلو پر پڑا
صاحبزادہ نے پوچھا کہ تو کون ہے کہا میں صاحب خانہ ہوں تم بتاؤ کہ کون ہو فرمایا
ہم یتیم و مظلوم ہیں پھر بڑے بھائی کو جگا کر کہا کہ بخدا جس امر کا خوف تھا وہی درپیش
ہے وہ شقی بچوں سے کہنے لگا کہ تم اپنا نام و نشان بتلاؤ بچوں نے کہا ہم تیرے پیغمبر
کے اقربا میں سے ہیں اور ابن زیاد کے قتل و قید سے بچکر بھاگے ہیں اس ملعون نے کہا
کہ تم موت سے بھاگے اور موت ہی میں گرفتار ہوگئے اولادوا یہ کہکر اُسنے بچوں کی
مشکیں کسلیں ہر چند صاحبزادے استغاثہ و فریاد کرتے رہے مگر اُسنے کچھ خیال نہ
کیا کھینچتا ہوا حجرے سے باہر لے گیا اور صبح ہوئی تو قتل کرنے کے لئے فرات پر لے چلا ہائے
غربت و بیکسی بھی بری بلا ہے اور پھر بیکسی بھی بچوں کی بیکسی جبھی اس ملعون نے فرات پر
پہنچکر تلوار کھینچی ہے بچے رونے لگے اور کہا کہ ایھا الشیخ تجھے اپنے نبی کی قرابت کا بھی
کچھ لحاظ نہیں وہ بولا کہ تمہیں نبی سے قرابت ہی کیا ہے فرمایا کہ اچھا تو ہمیں زندہ ہی
ابن زیاد کے پاس لیچل وہ جو چاہیگا ہمارے حق میں کرے گا فقال لیس بکما منّ

سہیل کہا کہ یہ ہرگز نہ ہوگا مدت سے میری تلوار خون میں نہیں بھری سادات کے سر کاٹنے
کی مجھے خوشی ہے اسکے بعد بچوں نے ایسا کلمہ کہا کہ سامعین کے دل ہل جائینگے کہنے
لگے کہ اگر تجھے مال ہی مطلوب ہے تو ہمیں بازار میں بیچ لے کہا یہ بھی نہ ہوگا فرمایا اَفَانْ رَحِمَ صِغَرَ
سِنِّنَا ای شیخ کیا تجھے ہمارے بچپن پر بھی رحم نہیں آتا جواب دیا کہ خداوند عالم نے تمہارے
لئے میرے دل میں رحم خلق ہی نہیں کیا ہائے ایکی مرتبہ آقازادوں نے بڑی مایوسی
سے فرمایا کہ اچھا ہمیں نماز پڑھنے کی تو اجازت دے کہا کہ اگر تمہیں نماز کچھ فائدہ دے
تو پڑھ لو دونوں بھائی وضو کرکے چار چار رکعت نماز بجالائے اور آسمان کی طرف ہاتھ
پھیلا کر دعا کرنے لگے کہ خداوندا ہمارے اور ہمارے قاتل کے درمیان فیصلہ فرما۔
ابھی صاحبزادے نماز سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ وہ سنگدل آگے بڑھا اور بڑے
بھائی کی گردن پر اس زور سے تلوار لگائی کہ سر اقدس زمین بوس ہوگیا اور تن اطہر خون میں
لوٹنے لگا چھوٹے بھائی نے تڑپ تڑپ کر کہا وَا اَخَاہُ وَ اَقِلَّۃَ نَاصِرَاہُ بھائی جان افسوس
تم مجھے اکیلا چھوڑ کر راہی جنت ہوئے ہائے اب ہمارا کوئی مددگار نہیں رہا وہ شقی بولا
کہ خاطر جمع رکھو تمہیں بھی اسی کے پاس پہنچاتا ہوں یہ کہکر اس بچے کے بھی تلوار لگائی
سر مطہر تن سے جدا ہوگیا شقی ازلی نے دونوں سر توبڑے میں رکھے اور جسموں کو فرات
میں ڈالدیا۔ صاحب بحار الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ جب اُسنے ایک بھائی کی لاش دریا
میں ڈالدی تو وہ سطح آب پر تیرتی رہی یہانتک کہ اُسنے دوسرے بھائی کی میت بھی
فرات میں ڈالی یہ لاش پانی کو چیرتی ہوئی چھوٹے بھائی کی لاش کے پاس آئی دونوں
بھائی آپسمیں بغلگیر ہوکر غریق دریائے رحمت الٰہی ہوئے اور لاشوں سے آواز آئی
کہ خداوندا اس ظالم سے ہمارا انتقام لینا اس مردود نے توبڑا لاکر ابن زیاد کے
سامنے رکھا وہ شقی اسوقت کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ہاتھ میں چوب خیزران تھی جونہی
اسکی نظر سروں پر پڑی ہے تین مرتبہ تعظیم کے لئے اُٹھا بیٹھا اور اُس سے کہنے لگا

کہ تونے ان بچوں کو کہاں پایا جواب دیا کہ یہ ہمارے گھر مہمان تھے کہا کہ تو نے حق مہمانداری کا بھی لحاظ نہ کیا اچھا یہ تو بتا کہ وقت قتل انہوں نے تجھ سے کچھ کہا بھی بولا کہ انہوں نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ ہمیں ابن زیاد کے پاس لے چل وہ جو چاہیگا ہمارے حق میں کریگا مگر میں نے قبول نہیں کیا پھر کہا کہ اچھا ہمیں بازار میں لیجاکر بیع کردے یہ بھی مجھے منظور نہوا پھر کہنے لگے کہ ای شیخ تجھے ہماری کمسنی پر بھی رحم نہیں آتا میں نے کہا کہ میرے دل میں تمہارے لئے رحم پیدا ہی نہیں ہوا یہ درد آمیز واقعات سنکر ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے بھی فرات پر لیجاکر قتل کردو اور بچوں کے سر دریا میں ڈلوا دئے۔ کیوں صاحبان غیرت کوئی اور سر بھی توبرے میں رکھا ہوا یاد آیا آہ آہ وہ سر آپکے آقا مظلوم کربلا کا تھا۔ کتاب مناقب میں ہلال بن معاویہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار توبرے میں سر حسین لئے ہوئے چلا جاتا ہے اور سر مطہر سے آواز آرہی ہے کہ ای ملعون جیسے تو نے مجھکو میرے تن سے جدا کیا ہے اسیطرح خداوند قہار تیرے گوشت کو تیرے استخوان سے جدا کریگا اور تجھ اہل عالم کے لئے نمونہ عبرت بنجائیگا آہ کس زبان سے عرض کروں کہ یہ آواز کیونکر سنکر سبز ہوئے اس بیحیا کے ہاتھ میں ایک تازیانہ تھا اس سے وہ شقاوت کی کہ سر حسین مظلوم ساکت ہوگا

فریاد از غریبی و بے یاری حسین وز نالہائے دمبدم و زاری حسین

اَلَا لعنۃ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰالِمِیْن وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ۲۶ فضائل انصار سید الشہدا، ترتیب شہدا کی مصلحتیں، پسر جناب مسلم کی شہادت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عَنِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَوْفٰی وَلَا خَیْرًا مِنْ اَصْحَابِیْ سید الشہدا خطبۂ شب عاشور میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میں کسی کے اصحاب کو اپنے اصحاب سے زیادہ وفادار اور بہتر نہیں جانتا، کیا کہنا ایسے جاں نثاروں کا جنکی فداکاری کے نقوش لوح عالم پر تیرہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی اسقدر نمایاں ہوں جسقدر وہ تیرہ سو برس قبل تھے، کیا یہ ہوسکتی ہے ان غلاموں کی جنکی اطاعت و فرمانبرداری پر آقا مہر قبولیت ثبت کر رہا ہو اور کیا ٹھکانا ہے ان حضرات کے مراتب کا جنپر امام عصر اسطرح سلام بھیجتے ہوں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَنْصَارَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتُمْ وَاُمِّیْ طِبْتُمْ وَ طَابَتِ الْاَرْضُ الَّتِیْ فِیْھَا دُفِنْتُمْ وَ فُزْتُمْ فَوْزًا عَظِیْمًا اے میرے جد مظلوم کے جاں نثارو تمکو میرا سلام پہنچے میرے ماں باپ تمپر فدا ہوں تم بھی پاک ہو اور تمہارے مدفن بھی پاک ہیں اور تم بڑے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ درحقیقت وہ حضرات تھے بھی انہیں مراتب کے مستحق کوئی خادم مخدوم کے حکم کا منتظر رہتا ہے اور وہ اشاروں پر چلتے تھے کوئی اشاروں پر چلتا ہے اور وہ اپنی طرف سے اقدام خدمت پر آمادہ رہتے تھے سید الشہدا کا ہر حکم ان کے لیے حکم خدا اور آپ کا ہر امر ان کے نزدیک امر قدرت تھا انکا ہر قدم سبق آموز ہے ہر عمل خزانہ نصیحت، ہر ہر فعل درسگاہ اخلاق تھا اور یہ ایسی حقیقت ہے جسکے تسلیم کرنے پر آج غیر قومیں آمادہ نظر آرہی ہیں مگر پھر بھی بعض ناحق آگاہ ترتیب و تنظیم انصار و اعوان حسین پر اعتراض کرتے ہیں جسکو میں تفصیل کے ساتھ عرض کرنیکے بعد جواب پر روشنی ڈالونگا کہا جاتا ہے کہ مشہور عالم بہادر اور جوانمرد ہوتے ہوئے اعزا

واقارب سید الشہدا اور بنی ہاشم کو یہ کیسے گوارا ہوا کہ خود دیکھا کریں اور پہلے اصحاب
حسین جام شہادت نوش کریں بلکہ خود سید الشہداء نے باوجود اپنی اس شان کریمی
وشجاعت کے یہ کیسے منظور کیا کہ بنی ہاشم محفوظ رہیں اور اصحاب شہید ہوں نیز یہ کہ
خود صحیح وسلامت رہیں اور دوسرے بنی ہاشم دم توڑیں یہاں سے یہ سب باتیں
کمزور ہوئی جاتی ہیں کہ کربلا والے مشتاق شہادت، معلم مواساۃ ومواخاۃ مدرس
ایثار وانکسار اور برباد کن خود مطلبی وجان پروری تھے اسلئے کہ اگر واقعاً ایسا تھا
تو سب سے پہلے سید الشہداء خود شہید ہو کر ان سب کو اہمیت وفلسفۂ شہادت کیطرف
متوجہ کرتے اسکا شوق دلاتے پھر اعزا واقارب اصحاب کو آمادۂ شہادت وتقرب الہی
کرتے اسطرح کہ پہلے خود جان دیتے اور شہید ہوتے تاکہ شہید ہونیوالوں کے جوش و
اشتیاق کو دیکھکر باقی جانباز وقعت ونتیجہ شہادت پر غور کرکے بدل آمادۂ مرگ ہوجاتیں
اور اسمیں شک نہیں کہ بنابر اختلاف مراتب تعلیم وترغیب کے پہلے مستحق سید الشہداء اور
آپ کے بعد بنی ہاشم تھے یعنی سید الشہداء بنی ہاشم واصحاب سب کے لئے معلم بنتے اور
بنی ہاشم اصحاب کے واسطے مگر اسکے برخلاف معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ہر شخص یہ چاہتا تھا
کہ دوسرا مارا جائے یا اصحاب بنی ہاشم کو سبق شہادت وترغیب موت دے رہے تھے اور
بنی ہاشم سید الشہداء کو،

یہ تھی معترضین کے اس شبہ کی تقریر جسکو بڑی شد ومد سے بیان کیا جاتا ہے مگر معلوم
ہونا چاہئے کہ یہ شبہ محض سطحی ہے وہ لوگ یقیناً معلم جانبازی ومواخاۃ اور مدرس معرفت
ومحبت تھے معاذ اللہ کوئی رکیک فعل کیا معنی خیال بھی ان بندگان تسلیم ورضا کے
پاس ہو کر نہیں گزرا نہ وہ خود مطلب وجان پرور تھے نہ شہادت سے گریزاں بلکہ سچے
مشتاق شہادت تھے رہی ترتیب شہداء یہ خود ایک گراں قدر تعلیم وہدایت پر مشتمل تھی
بڑی بڑی مفید وعظیم مصلحتیں اسکے اندر موجود تھیں جنکو معلوم کرکے ایمان میں تازگی

پیدا ہوگی اور معرفت و محبت امام و اہلبیت پر روشنی پڑیگی بخوف طول محض دو مصلحتیں عرض ہیں۔

اول یہ کہ اس ترتیب سے سید الشہداء اپنے صبر کا اجر بڑھا کر دنیا کو قانون صبر کی تعلیم دے رہے تھے۔ صبر و شکر کے اجر و ثواب کی عظمت اپنے مقام عقلاً و نقلاً ثابت ہے اسکی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر ہے کہ صبر کے ساتھ احباب و اعزا، بھائیوں بھتیجوں بھانجوں اور فرزندوں کو دم توڑتے دیکھکر، انہیں زخموں سے چور، بھوک پیاس سے جاں بلب ان کے جسموں کو پارہ پارہ ملاحظہ کرکے اور ان کی لاشیں اٹھا اٹھا کر مرنا یقیناً اس سے کہیں زائد اجر و ثواب رکھتا تھا کہ سید الشہداء یوں ہی سب سے پہلے شہید ہو جاتے اسلئے کہ ہر مصیبت بشرط صبر جزا و ثواب رکھتی ہے نیز مصیبت کی عظمت اور صبر میں استقلال کے ساتھ ساتھ اجر و ثواب میں عظمت و استقلال کا ہونا عقلاً ضروری ہے لہذا اگر محض شہادت میں ایک گونہ اجر تھا تو ان مصائب کو صبر کے ساتھ برداشت کرکے شہادت میں ہزار گونہ اجر تھا اسلئے سید الشہداء نے ان مصائب کے تحمل سے اپنی جان نہیں بچائی اور اپنی شہادت کو مقدم نہیں رکھا بلکہ تمام مصائب اپنے سر لئے اور صبر کرکے اجر کو دوبالا کیا، ہمیں صبر کی تعلیم دی اور مقصد شہادت یعنی بخشش امت کا ایک عظیم استحقاق پیدا کرلیا۔

علاوہ اسکے کہ صبر سے آپ نے اپنا اجر بڑھایا ہمیں تعلیم دی اور بخشش امت کا اور زائد مستحکم حق حاصل کیا اسمیں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ آپ اسکے فرزند تھے جسکے پیوند زدہ لباس کو دیکھکر جب ابن عباس کے دل میں خیال گزرا تھا کہ علی کا لباس بہت کہنہ ہے تو آپ نے فرمایا تھا کہ دیکھو بہت سے مومن اس سے بھی زائد بوسیدہ لباس میں ہونگے اور بہت سے محتاج لباس لہذا میں تو امیر المومنین ہوں کیوں نہ سب سے زائد عسرت میں ہوں، یقیناً سید الشہداء بھی امیر المومنین اور سردار امت تھے، جتنے بھی

انصار وغیرہ کربلا میں آپ کی مدد کے لئے آئے تھے سب مصائب کا نشانہ بنے ہوئے تھے موت یقینی تھی جسکا آپ کو علم تھا آپ کے اول شہید ہو جانے سے کسی کا بچ جانا محال تھا اور جتنے جاں نثار تھے سب آپکی محبت و حمایت میں مصیبتیں اٹھا رہے تھے اور آپ کے مہمان تھے جب یہ سب باتیں تھیں تو اب عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ مصائب مذکورہ سے پہلو تہی کر کے آپکا شہید ہو جانا یقیناً عدالت امامت و مروت عصمت کے خلاف اور شان میزبانی و مہمان نوازی کے منافی تھا کسطرح ممکن تھا کہ جن مستورں نے آپکی بدولت محنت و شہادت گوارا کی تھی انکو مصیبت و بلا میں چھوڑ کر آپ آرام فرمائے سر بہ جنت ہوتے اسلئے آپ نے اپنی شہادت کو بعد میں رکھا اور سردار لشکر و امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے اپنے اصحاب کو جو آپ کے لئے گرداب مصیبت میں پڑے تھے دکھلا دیا کہ میں اپنی بلا تمہارے سر نہیں ڈالنا چاہتا بلکہ اگر تمہارا سردار میزبان اور امیر المومنین ہوں تو مصائب بھی تم سے دو چند اٹھاتا ہوں جیسا کہ لشکر کے مقابلہ میں سردار کا مہمان کے مقابلہ میں میزبان کا اور مومنین کے مقابلہ میں امیر المومنین کا حق ہے۔ اسے کہتے ہیں عدالت، مروت، انصاف، مہمان نوازی اور امارت گویا اس تقریر سے وجہ تحمل مصائب بھی معلوم ہوئی اور سبب تاخر شہادت ثابت ہو جانے کی حیثیت سے یہ شبہ مذکورہ کا ایک مستقل جواب بھی بن گئی،

دوسری مصلحت ترتیب شہداء میں یہ تھی کہ تمام انبیاء و اوصیاء کا مقصد امت کی تربیت ہوتی ہے وہ اسکے لئے رحمت اور ماں باپ سے بھی زائد شفیق ہوتے ہیں یہی حالت سید الشہداء کی تھی کیا کہنا اس امام وقت! شفیق امت اور فرزند رحمۃ للعالمین کا جسنے اپنے فریضہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا بلکہ امت کو تشنہ خون دیکھتے ہوئے بھی اتمام حجت و خیر خواہی کا کوئی پہلو نہ اٹھا رکھا۔ یہ مسلم ہے کہ جو لوگ قتل حسین اور اصحاب و اقربائے حسین میں مصروف تھے وہ سراسر معصیت و گمراہی پر تھے مگر تاہم

اصحاب کے قتل کا گناہ اعزا و فرزندان حسین کے قتل کے گناہ سے کم تھا اور اعزا و اقربا
کے قتل کا گناہ قتل حسین کے گناہ سے خفیف تھا اسلئے سید الشہدا نے امت کی
فلاح اور اتمام حجت کی غرض سے پہلے اصحاب کو اذن جہاد عنایت فرمایا تاکہ ان کے
قتل کا جرم امت رسول پر کم رہے اگر وہ نادم و شرمندہ ہوں تو توبہ کرلیں اور اس سے
بڑی معصیت و گناہ عظیم یعنی قتل بنی ہاشم و امام عصر میں مبتلا نہوں اسکے بعد اعزا
و بنی ہاشم کو جنگ کی اجازت دی کہ اگر اب بھی توبہ و استغفار کرلیں تو میرے خون
میں ہاتھ رنگنے کی نوبت نہ آئے اور اس گناہ عظیم سے محفوظ رہیں یہی رحمت و شفقت
تھی کہ حتی الامکان گمراہ قوم کو راہ پر لانے کی کوشش فرماتے رہے، اتمام حجت کے
لئے بدل و جان یہ سعی رہی کہ انہیں گناہ سے بچایا جائے اگر ایک گناہ کیا ہے تو اس
سے عظیم معصیت میں نہ پڑیں اور اگر اسکے مرتکب ہوئے ہیں تو اس سے عظیم کے مرتکب
نہوں جبھی تو یکہ و تنہا رہ جانے کے بعد تمام جسم غربال ہونے پر بھی بمقتضائے رحمت و
امامت آپ کو امت اسقدر عزیز تھی کہ لوگوں کو نصیحت کرتے تھے هَلْ مِنْ نَاصِرٍ کی
آواز بلند فرماتے تھے اسکو غنیمت سمجھتے تھے کہ ان میں سے کوئی شخص جہالت و ضلالت کو
چھوڑ کر شاہراہ ہدایت پر آجائے امت کی کم از کم ایک ہی فرد آتش جہنم سے بچ جائے ورنہ
اگر کوئی مددگار آتا بھی تو سید الشہدا کی ذات کے لئے کیا مفید ہوتا اور جو آیا کیا مفید
ہوا اسکے علاوہ سید الشہدا کو اپنے انصار بڑھانے کی ضرورت ہوتی تو بار بار یہ کیوں فرماتے
کہ تم جاسکتے ہو میں نے تم سے بیعت اٹھالی شب عاشور بھی فرمایا کہ پردہ شب میں چلے
جاؤ یا یہ کہ تمام موجودات عالم نے خواہش نصرت کی آپ منظور فرمالیتے اور تختہ عالم کو
الٹوا دیتے مگر آپ نے سب کو واپس کردیا معلوم ہوا کہ استغاثہ سے محض امت کی ابدی
معصیت و جہنم سے نجات اور کفر و ظلمت سے رہائی مقصود تھی کہ وہ کفار کو چھوڑ دیں یا ہمارے
ساتھ شہید ہو کر جنت الفردوس حاصل کریں۔

بتایا۔ ایسے میں حیران ہوں کہ ان تمام مجاہدان خدا اور جاں نثاران حضور حجت یا
امام ہدیٰ میں سے کس کی فداکاری عرض کروں بڑوں کی شجاعتیں اور انکی بہادریاں تو
اپنے مقام پر محیر العقول ہیں ہی مگر بچوں کی فداکاریاں خاص طور پر ولولہ انگیز اور طائر
عقل کو پست کر دینے والی ہیں۔ اس مقام پر مجھے یتیم مسلم کی بہادری اور مظلومیت یاد
آرہی ہے۔ ارباب مقاتل لکھتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن مسلم جو امیر المومنین کے نواسے
یعنی سید الشہدا کے بھانجے تھے اور جنکی مادر گرامی جناب رقیہ خواہر مظلوم کربلا تھیں میدان
میں آکر امام حسین علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ ای آقا مجھے
بھی لوں جنگ دیجئے حضرت نے فرمایا کہ بیٹا تم کو اور تمہارے اہل و اقربا کو مسلم کا غم
ہی کافی ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ تم بھی داغ مفارقت دو عرض کیا کہ پھر میں خدا کو
کیا موںہہ دکھاؤنگا اور اپنے پروردگار سے کیونکر ملاقات کروں حالانکہ آپ نرغۂ اعدا
میں گرفتار ہیں آقا مجھ سے یہ ہرگز نہو گا میں اولاد ہاشم میں سے ہوں اپنے مظلوم آقا
پسر شیر خدا اور جگر بند رسول کی ضرور مدد کرونگا بدقت تمام اجازت جنگ ملی چھوٹی
سی تلوار باندہی جو کافر کشی کا پتہ دے رہی تھی، گھوڑا بڑھایا جو دشمنوں کو پامال کرنے
پر آمادہ تھا اور شیر کیطرح حملہ کیا لکھا ہے کہ آپنے تین حملے کئے اور ۹۸ اشقیا کو داخل
نار کیا ناگاہ ایک ملعون نے آپ کی طرف تیر پھینکا جو پیشانی پر لگا چاہتا تھا آپ
نے بمقتضائے طفلی جبین پر نور کی حفاظت کے لئے پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا وہ تیر
ہتھیلی پر پڑا اور توڑ کر پیشانی میں گھس گیا آہ آہ اس معصوم نے چاہا کہ ہاتھ کو جدا
کرے مگر جنبش نہ ہو سکی۔ اولاد والو تصور صادق شرط ہے اسوقت وہ بچہ کیسی بے
بسی کے عالم میں ہوگا پھر دوسری شقی حملہ آور ہوا فَطَعَنَهُ فِي قَلْبِهِ فَقَتَلَهُ ایک
نیزہ سینہ بے کینہ پر ایسا مارا کہ روح عبداللہ راہی جوار خدا ہوئی یہ سانحہ دیکھکر
سید الشہدا شیر کیطرح بڑھے کفار کی جماعت کو پراگندہ کیا اور لاش کو گھوڑے

پر رکھکر خیمہ میں لائے اب میں محبان حسین سے یہ سوال کرتا ہوں کہ جب آپ سیر
مسلم کی لاش خیمہ میں لائے ہوں گے تو جناب رقیہ زوجہ حضرت مسلم بھی ضرور موجود
ہونگی انصاف سے جواب دیجئے کہ دل علی ماں کا کیا حال ہوا ہو گا الا لعنۃ اللہ
علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

مجلس ۲۷ محبت اہلبیت، جہاد حضرت حر، آپ کی شہادت، سر امام کا تنور میں رکھا جانا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی کتابہ المجید وخطابہ الحمید قل لا اسئلکم علیہ
اجرا الا المودۃ فی القربیٰ یعنی ای رسول تم اپنی امت سے کہدو کہ میں تم سے اجر رسالت
سوائے اسکے کچھ نہیں مانگتا کہ میرے اہلبیت سے محبت کرو یہ آیہ مبارکہ اہلبیت
کے علوئے مرتبت اور کمال عظمت کا پتہ دے رہی ہے رسالت اور پھر خاتم رسل
کی رسالت بس خدا ہی جانتا ہے کہ اسکے اجر کی کیا اہمیت ہوگی اور جو اجر ادا نہ
کریگا اس کا کیا حشر ہوگا نہ معلوم دنیا کدھر جا رہی ہے کہ خدا تو اپنے رسول کی رسالت
کا اجر محبت اہلبیت رسول کو قرار دے رہا ہے اور زمانہ اسکی اہمیت کو گھٹانا چاہتا
ہے ممکن ہے کہ آیت کی تفسیر میں کچھ انتشار پیدا کر دیا جاتا اور لوگوں نے اسکی
کوششیں کیں بھی مگر حق کو کوئی چھپا نہیں سکتا اور باطل کو کوئی نمایاں نہیں کر سکتا
زمانہ کو کیا حق ہے کہ قران کے الفاظ کو زیر وزبر کرے معانی قران حاملین قران کے
دامنوں سے وابستہ ہیں اور قران کی صحیح تفسیر وہ ہے جو حدیث سے ثابت ہو محبت اہلبیت
کی گرانقدری کو زمانے لاکھ چھپانا چاہے نہ مانے لگا قران علیحدہ شاہد، حدیث جدا گواہ قران
کہتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ای رسول کہدو کہ میں

رسالت کا اجر میرے اہلبیت کی محبت ہے اور حدیث میں خود آنحضرت ارشاد فرماتے
ہیں اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِیْدًا آگاہ ہو جاؤ! جو محبت اہلبیت
پر مریگا شہید مریگا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُوْرًا آگاہ ہو جاؤ! کہ جو
محبت اہلبیت پر مریگا اسکے تمام گناہ بخشے جائینگے اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ
تَائِبًا آگاہ ہو جاؤ! جو محبت اہلبیت پر مریگا وہ تائب مریگا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ
مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مُسْتَكْمِلَ الْاِيْمَانِ آگاہ ہو جاؤ جو محبت اہلبیت پر مریگا وہ مومن
کامل الایمان مریگا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهٗ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنْكَرٌ وَّنَكِيْرٌ
آگاہ ہو جاؤ! جو محبت اہلبیت پر مریگا اُسے ملک الموت و نکیرین جنت کی بشارت دینگے
اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ بَابَانِ اِلَی الْجَنَّةِ آگاہ ہو جاؤ! جو محبت اہلبیت
پر مریگا اُسکی قبر میں جنت کیطرف دروازے کھولدئے جائینگے اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ
اٰلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ مَزَارَ مَلٰٓئِكَةِ الرَّحْمٰنِ آگاہ ہو جاؤ کہ جو محبت اہلبیت پر مریگا خدائے
عالم اُسکی قبر کو ملائکہ کی زیارتگاہ قرار دیگا اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ اٰيِسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ آگاہ ہو جاؤ کہ جو بغض اہلبیت پر مریگا روز قیامت
اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ رحمت خدا سے بڑا مایوس ہے اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ
مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِرًا آگاہ ہو جاؤ کہ جو بغض اہلبیت پر مریگا وہ کافر مریگا اَلَا وَمَنْ مَاتَ
عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ آگاہ ہو جاؤ کہ جو بغض اہلبیت پر مریگا وہ ہرگز
خوشبوئے جنت نہ سونگھے گا۔ یہ تھا معرفت و اطاعت امام اور محبت اہلبیت کا مختصر
بیان۔ اب عرض یہ ہے کہ ہم بھی روز و شب یہ دعوی کرتے رہتے ہیں صبح و شام معرفت
و اطاعت امام اور محبت اہلبیت کا دم بھرتے رہتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ مع کُلُّ
مَا يَفْعَلُ الْمَحْبُوْبُ مَحْبُوْبٌ۔ جس سے محبت ہوتی ہے اسکا ہر فعل محبوب ہوا دل پسند
ہر بات مرغوب اور ہر حکم پر مرجانا ساری دنیا کی لذتوں سے زائد لذیذ ہوتا ہے لیکن

ہم اپنے اخلاق وعادات، اطوار وکردار پر غور نہیں کرتے یہ نہیں سمجھتے کہ انہیں کس کسوٹی پر کسا جائے، کسکے اخلاق وعادات کے مطابق سمجھا جائے، کہانتک احکام واقوال اہلبیت کے موافق مانا جائے کس حد تک دعوی معرفت ومحبت کو تسلیم کیا جائے، پردہ ہی پردہ ہے ورنہ اگر امام عصر آکر ابھی امتحان لینا شروع کردیں تو تمام دعوے برباد ہوجائیں نام کی محبتیں خاک میں ملجائیں ہمیں چاہیے کہ اصحاب حسین کی رفتار کو معیار عمل بنائیں اور سبق لیں کہ کربلا والوں نے کس طرح زبان کو دل کا صحیح ترجمان بنایا کیونکر محبت اہلبیت کا ثبوت دیا، بچے اپنی جانوں پر کھیل گئے، عورتوں نے اپنی چادریں، زیورات اور گود کے پالے راہ حسین میں نثار کردیے بوڑھوں کی جھکی ہوئی کمریں شوق شہادت میں سیدھی ہوگئیں فرط محبت سے جوانوں کی قباؤں کے بند ٹوٹنے لگے، زندگیاں تلخ ہوگئیں، سر دبال دوش ہوگئے، رگ رگ میں خون شجاعت کا دوران ہونیلگا اور جوں جوں اہلبیت وامام وقت کے لئے سخت وشدید اوقات آتے گئے اس مظاہرہ میں اصحاب کی فہرست طولانی ہوتی گئی اسوقت میرے پیش نگاہ حضرت حر کی محبت ہے کہ نہ کوئی بلانیوالا نہ ترغیب دینے والا محض محبت اہلبیت کے جوش میں چلے آئے۔ علامہ مجلسی جلاء العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حر بن یزید ریاحی نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام سے لڑائی ٹھہر گئی ہے تو عمر سعد سے کہا کہ ای عمر تو ایسے بزرگ سے لڑیگا عمر نے کہا میں ایسی جنگ کرونگا کہ سر جدا ہوجائیں فرمایا وہ کہتے ہیں کہ میں واپس چلا جاؤنگا کہا کہ اگر میرا اختیار ہوتا تو منظور کرلیتا مگر کیا کروں تیرا امیر راضی نہیں ہوتا ہے یہ سننا تھا کہ حر کے جذب صادق میں ہیجان ہوا اور لشکر سید الشہداء کی طرف چلے اسوقت مہاجر بن اوس آپ کے پاس گیا دیکھا کہ تمام جسم میں رعشہ ہے کہنے لگا کہ ای حر یہ کیا حال ہے میں تو تمہیں شجاع ترین کوفہ جانتا ہوں فرمایا جو تم سمجھے ہو وہ بات نہیں ہے بلکہ میں میان جنت وجہنم متردد ہوں اگر میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کردیے جائیں تب بھی دوزخ نہ لونگا یہ کہکر گھوڑا دوڑایا اور حاضر خدمت امام

حسین علیہ السلام ہوئے سر پر ہاتھ رکھکر کہا کہ خداوندا میری توبہ قبول کر میں نے تیرے دوستوں کے دلونکو ڈرایا ہے اور تیرے پیغمبر کے فرزند کو خائف کیا ہے اسکے بعد حضرت سے عرض کیا کہ مولا کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے فرمایا کیوں نہیں اگر تو توبہ کریگا تو ضرور قبول ہوگی ؎

واہ رے بحر کرم حُر کے گنہ دھودیئے دم میں صفائی دیکھئے

حُر نے کہا کہ یا ابن رسول اللہ مجھے اجازت جہاد دیجئے اجازت ملگئی میدان میں آئے اور لشکر مخالف کو امام عصر کے متعلق وعظ و پند شروع کیا جب کوئی اثر نہوا تو رجز خوانی شروع کی عبد اللہ بن شفیق مقابلہ کو آیا اور ضرب حرنامدار سے داصل جہنم ہوا اسکے بعد حریث بابلی میدان میں آکر پکارا کہ میں دین خدا پر مستقیم ہوں حضرت حر نے فرمایا کہ تو دین شیطان پر ہے اور اسکو بھی داصل جہنم کیا پھر عمر حجاج نے پکار کر کہا کہ خبردار کوئی لشکر سے نہ نکلے جب آپ نے دیکھا کہ کوئی شقی میرے مقابلہ کو نہیں آتا تو خود حملہ کیا پچاس پیادے اور بروایتے دوسو اسی سوار قتل کئے لوگوں نے عمر بن حصین کو جرأت دلاکر میدان میں بھیجا اسکا میدان میں آنا ہی تھا کہ حر یا حی بڑھے اور اُسکے سینہ میں نیزہ پیوست کر کے زمین پر دے مارا وہ گرتے ہی فی النار ہوا آپ نے گھوڑے کو کاوا دینا شروع کیا حر کا گھوڑا کاوا کاٹ رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت کی بجلی چل رہی ہے۔ بنابر مقتل ابی مخنف عمر سعد نے صفوان پہلوان کو حضرت حر کے مقابل بھیجا اُسنے آکر ایک برچھے کا وار کیا جاں نثار سپہر شیر خدا نے اسکے وار کو رد کر کے اسکے سینہ میں اس زور سے نیزہ مارا کہ اسے گھوڑے سے اُٹھا لیا اور اتنا بلند کیا کہ سب نے دیکھا پھر زمین پر ٹیک دیا جس سے اس سفاک کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوگئیں تمام لشکر میں شور و غل بلند ہوا صفوان کے تین بھائی اور تھے یہ ماجرا دیکھکر بیتاب ہوگئے اور ملکر حضرت حر پر حملہ آور ہوئے آپ نے ایک کا پٹکا پکڑ کر اس زور سے پٹکا کہ گردن

ٹوٹ گئی، دوسرے کو تلوار سے دو کیا تیسرے کے سینہ سے نیزہ پار کر دیا اور خدمت امام میں آکر کہا کہ مولا آپ مجھ سے خوش ہوئے فرمایا کہ میں بھی خوش ہوا اور خدا بھی پھر میدان میں آئے اور جہاد شروع کیا دفعۃً اشقیا نے آپ کا گھوڑا پے کر دیا آپ پیادہ ہو گئے غلام نوازی دیکھئے کہ سید الشہدا نے حر کے لئے اپنا گھوڑا بھیجا آپ اس پر سوار ہوئے اور حملہ کیا اسوقت تمام اشقیا ہجوم کر کے آپ سے لڑنے لگے اور سب نے ملکر نیزوں اور تلواروں سے زخمی کر دیا گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور گرتے ہوئے آواز دی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَدْرِکْنِیْ ای مولا حر کا آخری سلام قبول کیجئے اور آکر میری خبر لیجئے امام مظلوم یہ آواز سنکر بڑھے مگر ابھی حضرت حر تک پہنچے نہ تھے کہ ان ملاعین نے سر حضرت حر جدا کر کے سید الشہدا کی طرف پھینکا یا یوں کہیئے کہ غلام نے آقا کو زیادہ زحمت نہ دی بلکہ سر کے بل آپ کا استقبال کیا حضرت وہاں ٹھہر گئے اور بکمال بیتابی رونے لگے چہرۂ حضرت حر سے خاک پونچھتے اور کہتے جاتے تھے کہ ای حر تو آزاد ہے آہ آہ حر کے چہرے کی خاک تو آپ نے صاف کر دی مگر آپ کے گرد آلود چہرے کو کسنے صاف کیا ہائے مومنین فرزند ابو تراب کا چہرہ تین مرتبہ گرد آلود ہوا اور کسی نے صاف نہیں کیا اول تو جب آنحضرت زین سے زمین پر تشریف لائے دوسرے جب شمر نے آنحضرت کا سر تن سے جدا کیا اور وہ بے ادبی کی کلیجہ منہ کو آتا ہے اتنا اشارہ کافی ہے کہ زمین پر نشان پڑ گیا اسوقت کوئی اتنا نہ تھا جو چہرے کو صاف کرتا تیسری مرتبہ چہرۂ مبارک اسوقت غبار آلود ہوا جب خولی ملعون نے سر اقدس تنور میں رکھا۔

چنانچہ منقول ہے کہ جب خولی کی زوجہ نماز شب کو اٹھی تو اسنے دیکھا کہ شمعیں روشن ہیں اور تنور سے نور ساطع ہے حیران ہوئی کہ آج تو میں نے تنور میں آگ بھی نہیں روشن کی یہ نور کیسا ہے ناگاہ ایک ہودج نور آسمان سے قریب تنور اتری

جسمیں چار عورتیں تھیں مگر حالت یہ تھی کہ گریبان چاک، بال پریشان ایک بی بی اُن میں سے زیادہ بیقرار تھی جونہی اس معظمہ نے سر کو دیکھا دوڑ کر تنور سے نکالا وَقَبَّلَتْہُ وَضَمَّتْہُ اِلٰی صَدْرِہَا وَبَکَتْ چومکر سینہ سے لگایا اور بے اختیار رونے لگیں، کبھی تھیں کہ ہائے ای فرزند تجھے دشمنوں نے پیاسا قتل کیا اور وہ پانی جو تیری ماں کے مہر میں تھا تجھپر بند کر دیا بیٹا ان ظالموں نے تیری کچھ قدر نہ کی امیرے بیکس حسین میں تیری ماں فاطمہ زہرا ہوں ای پارۂ جگر ایک دن تو تیرا یہ رتبہ تھا کہ تو رسول کے کاندھے پر سوار ہوتا تھا، رسول تیرا گلا چومتے تھے آج تیرا سر تنور میں رکھا ہے لکھا ہے کہ روتے روتے وہ معظمہ غش کر گئیں جب ہوش آیا تو دوسری بولیں کہ ای بنت رسول صبر کرو غرض اسکے بعد وہ بیبیاں زوجہ خولی کی نظروں سے غائب ہو گئیں وہ تنور کے قریب آئی سر کو نکالا دیکھتے ہی سمجھ گئی کہ یہ تو حسین کا سر ہے نعرہ مار کر رونے لگی یہانتک غش آگیا ہاتف نے کہا کہ ای عورت اُٹھ خداوند عالم تجھے مواخذہ شوہر میں گرفتار نہ کریگا اُسنے ہاتف سے پوچھا کہ یہ عورتیں کون تھیں جواب دیا کہ مریم بنت عمران، آسیہ زن فرعون، خدیجۃ الکبریٰ زوجہ رسولخدا تھیں اور وہ بی بی جو سب سے زیادہ بیقرار تھیں حسین کی ستم رسیدہ ماں تھیں جنہوں نے بڑے دُکھوں سے چکی پیس پیسکر اپنے مظلوم فرزند کو پالا تھا اَلَا لَعْنَۃُ اللہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۔

مجلس ۲۵ حدیث مَن بکیٰ علی الحسین، حبیب بن مظاہر اور مسلم بن عوسجہ کی بازار کوفہ میں گفتگو، جناب حبیب کا کربلا میں ورود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّہٗ قَالَ مَنْ بَکیٰ عَلَی الْحُسَیْنِ اَوْ اَبْکیٰ اَوْ تَبَاکیٰ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مومن حسین پر روئے یا کسی کو رُلائے یا رونیوالونکی صورت بنائے اُس پر جنت واجب ہے۔ اس موضوع پر کسی اور مجلس میں تفصیلی بحث ہو چکی استبعاد اجر و ثواب گریہ و بکا کا جواب دیا جا چکا ہے استحقاق ثواب بحساب ثابت کیا جا چکا ہے وغیرہ وغیرہ اس مجلس میں میں ایک اعتراض کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

ثواب گریہ و بکا میں غیر معمولی مضامین پر مشتمل احادیث وارد ہیں جنکے مختصر مضامین یہ ہیں کہ جو حسین پر روئے یا رُلائے یا رونیوالوں کی جیسی صورت بنائے اسپر جنت واجب ہے۔ اگر غم حسین میں ایک قطرہ بھی رخسار پر ہو کر گزر جائے تو خدائے عالم بدلہ میں بہشت میں ایک حجرہ کرامت فرمائیگا جسمیں وہ ہمیشہ رہیگا۔ مصائب اہلبیت پر رونیوالوں کا اگر ایک آنسو بھی آتش جہنم پر ڈالدیا جائیگا تو وہ سرد ہو جائیگی۔ جو امام حسین علیہ السلام کی مصیبتوں پر روئے یا بیس آدمیوں کو رُلائے اُسپر جنت واجب ہے اور جو روئے یا دس آدمیوں کو رُلائے اُسپر بھی جنت واجب ہے اور جو روئے یا ایک آدمی کو رُلائے وہ بھی واجب الجنۃ ہے اور جو روئے نہ رُلائے بلکہ رونیوالوں کی صورت بنائے وہ بھی مستحق جنت ہے یاد رکھو کہ جو ہمارے مصائب پر نہ روئے

تو وہ ہم میں سے نہیں ایہا الناس قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہمارے مصائب پر حزن و ملال اور گریہ و بکا کرنے والا یقیناً جنت میں جائیگا بلکہ اسکے دوست بھی جنتی ہیں نہیں بلکہ اسکے دوست بھی انشاء اللہ جنتی ہیں وغیرہ وغیرہ ایسی روایات سے بعض لوگ اپنے اعتقاد و ایمان کو متزلزل کرکے اس شبہ باطل میں مبتلا ہوجاتے ہیں کہ جب محض رونے سے جنت واجب ہے تو پھر نماز و روزہ اور دوسری عبادات کی کیا ضرورت رہی اسکا **جواب** یہ ہے کہ درحقیقت وہ گریہ و بکا کے فلسفہ و معنی کو ہی نہیں سمجھے اور یہ نہیں جانتے کہ دوسری عبادات کے انکار سے انسان کافر ہوجاتا ہے اگرچہ کتنا ہی روئے البتہ یہ ثابت ہے کہ بغیر انکار وجوب اگر محض غفلت و بے پرواہی کی وجہ سے انکو بجا نہیں لاتا تو کافر نہوگا محض مرتکب کبائر و گنہگار رہیگا اور گریہ و بکا اسکے کبائر کی معافی و مغفرت کا ذمہ دار ہو سکتا ہے چنانچہ معصوم فرماتے ہیں کہ مظلوم کربلا کے مصائب پر رونے سے گناہان کبیرہ معاف ہوجاتے ہیں لیکن غم و ماتم و گریہ و بکائے حسین کے ثواب کی وجہ سے نماز روزہ کا انکار کردینا سراسر کفر اور عبادات کا استخفاف ہے نیز منشار تبلیغ حسین و مقصد خدمت شہدائے کربلا کے بالکل خلاف، اسلئے کہ سچا رونا وہی ہے جو اُسکی محبت و معرفت کے بعد ہو جسکو پیدا کیا جاتا ہے بغیر اسکے گریہ و بکا کو جسم بے روح سمجھنا چاہیے اور یہ ضروری نہیں کہ مطلقاً رونا معرفت و محبت ہی پر موقوف ہوتا کہ ہر رونے والا با معرفت و محبت سمجھا جائے اور اسکی محبت و معرفت کو تسلیم کرنا پڑے اسلئے کہ کبھی گریہ بغیر اسکے محض شدت مصائب سے بھی طاری ہوجاتا ہے، ایسے گریہ کی کثرت و شدت مصائب کی کثرت و شدت پر مبنی ہوتی ہے لہذا عرض ہے کہ جب تک حسین سے معرفت و محبت نہوگی اسوقت تک گریہ بالکل غیر حقیقی اور شائبۂ مصائب حسین پر محمول رہیگا اور کسی سے محبت و معرفت کا دعویٰ کرتے ہوئے ان ارکان و فرائض کو غیر ضروری سمجھنا بلکہ ناقدری کی نگاہ سے دیکھنا

جنمیں وہ سراپا انہماک و محویت ہے بلکہ وہ اپنی منشاء خلقت ہی یہ سمجھتا ہے کہ خود بھی ان کی پابندی کرے اور دوسروں کو بھی پابند بنائے اگرچہ سر کٹ جائے اور گھر لٹ جائے یہ بالکل لغو و غلط ہے انسانی فطرت کہتی ہے کہ جس سے محبت ہو اسکا ہر فعل محبوب اور ہر عمل عزیز ہو لہذا محبت کا دعویٰ اور اسکے افعال و اعمال سے گریز یہ محض فریب و غلط بیانی ہے نیز محبت سے قبل معرفت ضروری ہے یعنی معرفت کے ہوتے ہی محبت کا پیدا ہو جانا لازمی ہے اب جسوقت کہ محبت باطل تو یقیناً دعویٰ معرفت بھی کاذب قرار پائیگا

اگر سید الشہداء کی ذات کو دیکھا جائے تو واقعاً جو کچھ بھی آپنے کیا سب استحکام اساس اسلام و ہدایت فرائض و ضروریات مذہب کے لئے تھا اسی لئے گھر چھوڑ، نرغۂ اعداء میں مبتلا ہوئے، بھوک پیاس گوارا کی اور تمام اصحاب و اعزا کا بھی مقصد یہی تھا تفصیل کا یہ محل نہیں اسلئے کہ بیان تعلیمات شہداء کے لئے معمولی وقت درکار ہے دنیا جانتی ہے کہ فرزندان مسلم نے آخری وقت میں نماز کا کیا اہتمام کیا۔ ابوثمامہ نے کیسے سخت وقت میں نماز کو یاد کیا تمام شہداء نے کیسے نازک موقع پر نماز پڑھی سید الشہداء نے نزع کے عالم میں نماز کی کیونکر پابندی کی معلوم ہے کہ معمولی روزہ ایک دن کا ہوتا ہے مگر کربلا والوں نے تین دن پانی نہ پایا، معمولاً زکوٰۃ مال کی دی جاتی ہے مگر اُن حضرات نے جانیں بھی زکوٰۃ میں دیدیں، وغیرہ وغیرہ غرض معرکہ کربلا تمام اسلامی ارکان و قوانین کی بہترین درسگاہ ہے، جہاں ہر باب کا بہترین سبق ملتا ہے واجبات و سنن عبادات معاملات اور اخلاق و آداب کے چشمے جاری ہوتے ہیں اب ان تمام فرائض و واجبات کا منکر بنجانا جنکے قیام و استحکام میں وہ تمام حوادث پیش آئے جنپر ہم رویا کرتے ہیں صاف بتاتا ہے کہ ایسے رونیوالے کو حسین اور اصحاب حسین سے بالکل محبت نہیں ورنہ معرفت ہی ہے اسلئے کہ اگر معرفت ہوتی تو محبت بھی لازمی تھی بلکہ کہنا پڑیگا کہ [illegible] عداوت

دوشمنی ہے اسلئے کہ انکا ارکان و فرائض کو مرمر کے اور سر کٹا کٹا کر قائم کرنا اور یہ رونے
والوں کا ہنس ہنس کر ٹال دینا، انہیں غیر ضروری بتلانا عداوت کی مستحکم دلیل ہے صاف معلوم
ہوتا ہے کہ انہوں نے اور راستہ اختیار کیا تھا اور دنیا کو اُسپر چلنے کی جان دیکر ہدایت
کی تھی اور یہ دوسرے راستہ پر پڑے ہوئے ہیں گویا دو دشمن ہیں جو اپنی اپنی راہ پر چل رہے
ہیں لہذا محبت و معرفت کچھ نہیں اور یہ گریہ و بکا مصائب کی شدت پر محمول اور اسکا
نتیجہ ہے جبھی تو بعض احادیث میں ثواب گریہ کے ساتھ ساتھ معرفت و عارفاً بحقہ
وارد ہے یعنی اسپر جنت واجب ہے جو حسین کے حقوق کو پہچانتے ہوئے روئے اور حقوق
یقیناً یہی حمایت حق، حفاظت مذہب، رعایت ایمان، مواساۃ و مواخاۃ، پابندی
حج و جہاد، خمس و زکوۃ اور صوم و صلوۃ ہیں جنکے لئے کربلا والوں کے خون پانی ہو کر
بہے یعنی اگر ان تمام چیزوں کو تسلیم کرتے ہوئے گریہ و بکا ہے تو باعث دخول جنت ہے
ورنہ ہرگز نہیں اسلئے کہ بغیر اسکے اگر محض رونا ہی کارآمد ہوتا تو جب علی اصغر نے زبان
خشک دکھائی اسوقت عمر سعد کے بہت سے سپاہی رونے لگے شمر سر حسین جدا
کرتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا اور جناب زینب کی ردا چھین رہا تھا اور رو رہا تھا
جناب سکینہ کے گوشوارے لیتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا ان سب کو جنتی ہو جانا
چاہیئے حالانکہ ایسا نہیں معلوم ہوا کہ یہ رونا کبھی سبب دخول جنت نہیں اور جو رونا نماز
روزہ یا دوسرے احکام ضروریہ کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے ہوگا وہ ایسا ہی ہوگا بڑا
تلملاکہنا پڑتا ہے کہ اگر ہم اسیطرح روئیں تو کوفہ و شام والوں کے رونے سے ہمارا
رونا زائد عبث و بیکار بلکہ قابل شرم ہوگا اسلئے کہ وہ لوگ روتے تھے اور ایذا رسانی
و قتل کرتے تھے اور ہم روتے ہیں اور ان ارکان واجبات کو ذبح کرتے ہیں جنکی حمایت میں
انہوں نے تمام اذیتیں اٹھائیں بلکہ جانوں کو اس راہ میں بے حقیقت سمجھکر قربان کر دیا
لہذا معترضین کو اس گریہ و بکا سے جو باعث وجوب جنت ہے یہی گریہ و بکا مراد لینا

چاہیئے پھر تو رونیوالے کی نظر میں بھی اور حقیقتاً بھی وجوب صوم و صلوٰۃ میں اور اہمیت و شدت ہو جائیگی اعتراض مذکور کے بالکل خلاف نتیجہ نکلے گا رونے والے کو سمجھ لینا پڑیگا کہ اگر میں اپنے گریہ کو حقیقی گریہ بنانا چاہوں تو اول مجھے ان سب باتوں کی پابندی ضروری ہے جنکے لئے سیدالشہداء نے یہ سب کچھ کیا تھا اور جنکا خلاصہ فعل واجبات و ترک محرمات ہے معلوم ہوا کہ حسین کے غم میں رونا انسان کو فرائض و واجبات کا بھی پابند بنا دیتا ہے اور محرمات بھی ترک ہو جاتے ہیں پھر نزیدی طبقہ احادیث کے ان مضامین پر کیوں چراغ پا ہوتا ہے کہ سیدالشہداء کے رونیوالے پر جنت واجب ہے اسلئے کہ جو شخص فعل واجبات و ترک محرمات کا پابند ہو اُسے جنت ہی میں رہنا چاہیئے جہنم میں جانا سراسر ظلم اور داورِ محشر کے دامن الوہیت و انصاف پر سخت بدنما دھبہ ہے۔ اللّٰہمّ صلّ علیٰ محمّد و آلِ محمّد۔

اب واضح ہو گیا کہ تمام احادیث میں وہ گریہ و بکا مقصود ہے جو تمامی اسلامی [illegible] احکام کے [illegible] اپر عمل کے ساتھ ہو وہی موجب دخول جنت ہے [illegible] گریہ و بکا [illegible] گریہ و بکا ہے نہ باعث وجوب جنت [illegible] البتہ ایسا گریہ و بکا [illegible] کربلا پر [illegible] ہے اگر یہ کافر کی ہے [illegible] عام اس سے [illegible] اجر دنیوی ہو مثلاً مال متاع [illegible] عیش و راحت یا اخروی بصورت تخفیف عذاب یہ بھی اسوقت کہ جب کفر شدید نہو کافر کی بدکاریاں اور اسکے انتہائی مظالم مثلاً قتل اولاد رسول یا اپر جبر و تشدد اس حد کو پہنچ جائیں کہ اسکے تمام مستحسن اور سزاوار جزاء اعمال کو حبط و برباد کر دیں ورنہ اگر یہ حالت ہے تو شمر لعین و دیگر یزیدیوں کی طرح اسکا رونا بھی بیکار شدید ظلمت کفر سے تاریک اور عالمگیر مظالم سے ملوث ناپسندیدہ ہو جائیگا بہرحال حقیقی گریہ و بکا ہی باعث دخول جنت ہے [illegible] ناممکن ہے کہ [illegible] شخص حقیقی رونا [illegible] اور واجبات و فرائض کا منکر ہو اسلئے کہ حقیقی رونا انکار نہ ہونے دیگا

ومسائل دین کے بالکل مخالف ہیں جیسا کہ ثابت ہوتا چلا آرہا ہے لہٰذا یوں کہنا چاہیئے کہ معترض یہ کہکر کہ جب گریہ سبب وجوب جنت ہے تو نماز و روزہ کیسا، محال کو ثبوت ووقوع میں لانا چاہتا ہے اور یہ ممتنع ہے،

میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اس قسم کے اعتراضات تمامتر فلسفۂ شہادت سے بے خبری اور تعلیمات شہداء سے غفلت کی دلیل ہیں ورنہ وہاں تو ہر طفل و مسن، پیر و جوان، زن و مرد احکام اسلام اور اوامر الٰہیہ کی تبلیغ پر مستعد و کمربستہ تھے ان سچے فدائیان اسلام و ایمان کو اگر دور سے بھی یہ معلوم ہو گیا کہ اب احیاء قوانین وقواعد ملت کا وقت آگیا ہے تو ہاتھوں پر سر رکھکر میدان میں آگئے اور انتہائی دلیری کے ساتھ جان و مال سے بے غم ہو کر استحکام اساس مذہب میں مصروف ہو گئے جوانوں کو تو ایسا ہونا ہی چاہیئے تھا اس میدان میں مسن طبقہ کی سرفروشیاں اور زیادہ حیرت افزا ہیں حیران ہوں کہ کس کے حالات بیان کروں سید الشہداء کے بچپنے کے دوست جن کی کمر جھک گئی تھی، بال سفید ہو گئے تھے یعنی حبیب ابن مظاہر کے حالات میں لکھا ہے کہ ایکروز آپ بازار کوفہ میں خضاب لئے کھڑے تھے ناگاہ مسلم بن عوسجہ بھی آگئے ملاقات ہوئی دریافت کیا کہ بھائی مسلم ان دنوں شہر کی کیا کیفیت ہے ہر طرف سے فوجیں جمع ہو رہی ہیں تلواریں تیز کی جا رہی ہیں نیزے زہر میں بجھائے جا رہے ہیں کچھ معلوم ہے کہ یہ کس پر چڑھائی کے سامان ہیں مسلم رونے لگے اور کہا کہ تمہیں نہیں معلوم یہ سب فرزند رسول کے قتل کا سامان ہے یہ سنتے ہی حبیب نے خضاب پھینکدیا اور کہا کہ بس اب یہ داڑھی خون ہی سے خضاب دار ہو گی مغموم و محزون اپنے گھر آئے دلپر جو صدمے گزرتے تھے انکو وہی جانتے تھے ایکروز زوجہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ زوجہ کے گلے میں لقمہ پھنسا وہ بولی شاید کوئی خط آیا چاہتا ہے دفعتاً کسی نے دق الباب کیا حبیب باہر آئے پوچھا کون ہے جواب ملا میں قاصد حسین ہوں

تمہارے نام حسین کا خط لایا ہوں حبیب نے خط لیکر بوسہ دیا آنکھوں سے لگایا کھولکر پڑھا
اور پڑھتے ہی بیتابانہ رونے لگے گھر میں آئے زوجہ نے پوچھا کسکا خط آیا اور کیا لکھا ہے
کہا میرے آقا امام حسین علیہ السلام کا خط آیا ہے آپ سخت مصیبت و بلا میں مبتلا ہیں مجھے
نصرت و امداد کے لیے بلایا ہے کہنے لگی کہ پھر کیا قصد ہے مصلحتاً جواب دیا کہ ع امور
مملکت خویش خسرواں دانند۔ مجھے ان قصوں سے کیا مطلب۔ یہ سنکر وہ رونے لگی و
قَالَتْ اِذًا تَكَلِّقُ لِرَاسِكَ هٰذِهِ الْمُقَنَّعَةُ اور کہا کہ تو تم میری چادر اوڑھکر بیٹھو میں
اپنے مولی کی مدد کے لیے جاتی ہوں افسوس فرزند زہرا اس مصیبت میں مبتلا ہیں مگر تم
جانے میں دریغ اور جان نثاری سے پہلو تہی کرتے ہو حبیب نے کہا کہ مجھے تیرے رنڈاپے کا
خیال آتا ہے یہ سنکر زوجہ نے کہا دَعْنِي اَكُلُ التُّرَابَ خدا کے لئے مجھے دل سے بھلا دو
میں خاک پھانک کر بسر کرلونگی مگر نصرت امام حسین سے باز نہ ہو آپ نے جب زوجہ
کو ایسا راسخ العقیدہ پایا کہنے لگے کہ تو جا، مطمئن رہ یہ کب ممکن ہے کہ حسین پر
یہ مصیبت ہو اور میں جان چھپاؤں میں تو تجھے آزماتا تھا وہ کہنے لگی کہ تمہیں خدا کی
قسم جب حضرت کی خدمت میں پہنچو تو میری جانب سے دست و پائے فرزند رسول پر بوسہ
دینا حبیب نے کہا بسر و چشم اسکے بعد اپنے غلام سے کہا کہ تو گھوڑا تیار کر کے بیرون
شہر فلاں مقام پر لیجا اور وہاں میرا انتظار کر غلام نے تعمیل حکم کی اور خود حبیب بھی
موقع پاکر زوجہ سے رخصت ہوئے جب اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ گھوڑا گھاس کی
طرف رخ بھی نہیں کرتا سر جھکائے چشم پر آب خموش کھڑا ہے اور غلام اُس سے کہہ رہا ہے
کہ اے رہوار میرے آقا نہ آئے تو آنے میں بڑی دیر کی اگر وہ نہ آئے تو میں تجھ پر سوار ہو کر
فرزند رسول کی حمایت کیلئے جاؤنگا حبیب یہ باتیں سنکر رونے لگے اور کہا یا ابن
رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں عجب مصیبت ہے کہ غلام تک بھی اپنی
جان سے بیزار ہو کر متمنی نصرت ہیں پھر غلام کو آواز دی کہ میں آ پہنچا اور گھوڑے پر

سوار ہو کر فرمایا کہ جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا غلام رونے لگا اور کہا کہ بخدا مجھ سے یہ ہرگز نہ ہوگا کہ جگر گوشۂ خاتم الانبیا مصیبت میں ہو اور میں آزاد ہو کر گوشۂ عافیت اختیار کروں بخدا میں بھی آپ کے ساتھ چلکر اپنا سر فدائے فرزند حسین کرونگا حبیب نے اسکو دعا دی اور دونوں مسافر جلد جلد چلے

ادھر کا حال سنئے کہ جب سید الشہدا اس منزل پر پہنچے جہاں خبر شہادت جناب مسلم ملی تھی تو آپ نے بارہ علم تیار کئے انمیں سے گیارہ تو رفقا کو عنایت فرمائے اور ایک علیحدہ رکھ لیا لوگوں نے عرض کیا کہ مولا یہ بھی کسیکو عنایت فرمائیے فرمایا یہ میرے ایک بڑے دوست کا حصہ ہے جو عنقریب آنیوالا ہے ناگاہ سمت کوفہ سے غبار آشکار ہوا حضرت نے فرمایا دیکھو وہ اس نشان کا مستحق آگیا حبیب آنحضرت کو دیکھتے ہی گھوڑے سے کود پڑے اور سلام کرکے بے اختیار دوڑے قدم مبارک سے لپٹکر اتنا روئے کہ گریہ گلوگیر ہوگیا حضرت نے جواب سلام دیکر اپنے حبیب کو سینہ سے لگایا اور وہ علم دیکر ارشاد فرمایا کہ لو بھائی یہ میں نے تمہارے واسطے محفوظ رکھا تھا جب خیمہ حرم محترم میں یہ خبر پہنچی کہ کوئی شخص نصرت امام کو آیا ہے تو جناب زینب در خیمہ پر تشریف لائیں اور آواز دی [illegible] کہ کون میرے بھائی کی مدد کو آیا ہے کسی نے عرض کیا کہ حبیب مع غلام آئے ہیں آپ نے فرمایا [illegible] منی السلام کوئی میری جانب سے حبیب کو سلام کہدو اور شکریہ ادا کرو حبیب یہ سنکر بیتاب ہوگئے منہ پیٹکر اور خاک اُڑا کر کہنے لگے اللہ اللہ میں نے اپنے آقا کی رفاقت میں یہ عزت پائی کہ دختر رسول دروازے پر آکر مجھے سلام کرتی ہیں۔ کیوں عزادارو اسوقت تو سید الشہدا کو حبیب کے آنے سے تقویت و تسکین ہوئی ہوگی مگر اسوقت کیا حال ہوا ہوگا جب حبیب ترسٹھ برسکا ساتھ چھوڑکر جنت کو سدھارے ہونگے مائتین میں لکھا ہے کہ بعد شہادت جناب عباس و حبیب ابن مظاہر حضرت کا چہرہ اتر گیا تھا

اور صورت پر شکستگی ظاہر ہو گئی تھی لَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۔

مجلس ۲۹ محبت اہلبیت، ایک مومنہ کے فرزند کا باعجاز امام حسن علیہ السلام زندہ ہونا، جنگ جناب قاسم، شہادت آنجناب اور لاش کا خیمہ میں آنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ شَانُهٗ وَقَهَرَ سُلْطَانُهٗ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔ ارشاد خلاق عالم ہے کہ اے رسول تم اپنی امت سے کہدو کہ میں تم سے اجرت رسالت سوائے اسکے کچھ نہیں چاہتا کہ میرے اہلبیت سے محبت کرو۔ کسی اور مجلس میں محبت اہلبیت کے متعلق جو کچھ موقع اور مجمع کے لئے مناسب تھا عرض کر چکا ہوں اور بیان کیا جا چکا ہے کہ محبت اہلبیت رسول امت رسول کا عظیم الشان فریضہ ہے مگر محبت پر مہر مقبولیت اُسوقت ثبت ہوتی ہے جب محبوب بھی داد محبت دے جسطرح اظہار محبت کے دو طریقے ہیں ایک قولی یعنی زبان سے اظہار محبت کرنا دوسرے عملی یعنی وہ عمل کرنا جس سے محبت ثابت ہو جائے اسیطرح داد محبت کے بھی یہی دونوں شعار ہوتے ہیں کبھی محبوب قولاً داد محبت دیا کرتا ہے یعنی اظہار محبت پر اظہار محبت ہی کرتا ہے اور کبھی عملاً داد محبت دیتا ہے یعنی محبت کرنیوالے کے محبت آمیز عمل پر وہ بھی اظہار محبت عملی صورت سے ہی کرتا ہے یہی دونوں عنوان داد محبت سے متعلق ہیں رسول نے حکم دیا کہ اہلبیت سے محبت کرکے اجر رسالت ادا کرو اُسپر ہم نے اہلبیت کو اپنا محبوب بنایا کبھی قولی طریقہ پر اظہار محبت کرتے ہیں یعنی ان کے فضائل و مناقب

مصائب بیان کرتے ہیں، دعوائے محبت کرتے ہیں فضائل پر واہ اور مصائب پر آہ کرتے ہیں اور کبھی عملاً اظہار محبت کرتے ہیں یعنی انکی یادگاریں قائم کرتے ہیں تقریب مسرت اہلبیت میں محفلیں منعقد کرتے ہیں مواقع مصائب پر مجلسیں برپا کرتے ہیں، ماتم کرتے ہیں، آنسو بہاتے ہیں، تعزیہ بناتے ہیں، علم اٹھاتے ہیں اور چونکہ ہمارے محبوب قدر شناس محبت ہیں لہذا سچی محبت کرنیوالوں کی محبت پر مہر قبولیت ثبت فرماتے قولاً یوں داد محبت دیتے جیسے امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں رَحِمَ اللّٰہُ شِیْعَتَنَا اِنَّھُمْ اُوْذُوْا فِیْنَا وَلَمْ یُؤْذِ فِیْھِمْ سبحان اللہ محبان اہلبیت کا کیا مرتبہ ہے اور کیسے قدردان محبوب ملے ہیں فرماتے ہیں کہ خدا ہمارے دوستوں پر رحم کرے یوں محبت کا اعتراف کیا جاتا ہے کہ ہمیں انسے کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور انہوں نے ہماری محبت میں بڑی بڑی ایذائیں اٹھائیں کیا قبولیت محبت ہے ارشاد ہوتا ہے شِیْعَتُنَا مِنَّا قَدْ خُلِقُوْا مِنْ فَاضِلِ طِیْنَتِنَا وَعُجِنُوْا بِنُوْرِ وَلَایَتِنَا ہمارا اور ہمارے دوستوں کا ایک خمیر ہے اور وہ ہماری محبت کے نور سے پیدا ہوئے ہیں اس سے زائد اور کیا قدر افزائی اور غلام نوازی ہوسکتی ہے خدا کی قسم اگر محبوب مجازی اس عنوان سے داد محبت دے یا تو محبت کرنیوالے شادی مرگ ہو جائے یہ جا بلکہ محبوب حقیقی۔ قربان جائے اس داد محبت کے اگر میرے سامنے داد محبت دینے والا ہوتا تو قدم چوم لیتا محبت کرنیوالے کی دلی تمنا اور بڑی آرزو یہ ہوتی ہے کہ محبوب ہر وقت میرے پاس رہے اور ہمارا محبوب بھی ان جذبات سے آشنا ہے اسلئے خود ہی ارشاد ہوتا ہے هُمْ مَعَنَا لَا يُفَارِقُوْنَنَا وَلَا نُفَارِقُهُمْ وہ ہمارے ساتھ ہیں کہ ایک دم کے لئے جدا نہیں ہوتے اور ہم ان کے ساتھ ہیں اور ہم بھی ان سے ایک دم کیلئے جدا نہیں ہوتے یہ زبانی داد محبت تھی اور عملاً یوں داد محبت دی جاتی ہے کہ دنیا و آخرت، سفر و حضر، تنہائی و عزت، قبر و حشر ہر موقع پر مشکلکشائی اور داد محبت ادا کر کے غلاموں کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ صاحب

مناقب ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایکروز خدمت امام حسن علیہ السلام میں حاضر تھا کہ ایک پیرزن آئی اور رو رو کر عرض کرنے لگی کہ ای مولا! اے مسیح عالم! میں نے تمام عمر محبت اہلبیت میں کاٹی ہے اور مجھپر ایک مصیبت پڑی ہے جسکا دفعیہ آپکی ہی توجہ پر منحصر ہے حضرت نے فرمایا وہ کیا ہے کہا کہ میری تمام عمر کی بضاعت' زندگی بھر کی کمائی' آنکھوں کا نور' گھر کا چراغ' ضعیفی کا سہارا ایک فرزند تھا جسنے دنیا سے رحلت کی مولا بغیر اسکے مری زندگی حرام ہے چاہتی ہوں کہ حضرت کی دعا سے حقتعالی اسے مجھ سے ملا دے یا میرا رشتہ حیات منقطع کر دے کہ زیر خاک اس سے ملاقات کروں یا اُسے زندہ کر دے تاکہ میرا قلق و اضطراب دفع ہو یہ سننا تھا کہ فرزند مشکلکشا مومنہ کے ساتھ اسکے بیٹے کی قبر پر آئے دو رکعت نماز پڑھی اور بالین قبر پر کچھ ایسی باتیں کیں جو کسی کی سمجھ میں نہیں آئیں پھر پائے اقدس سے قبر میں ٹھوکر لگائی یکایک قبر شگافتہ ہوئی وہ جوان کفن سے باہر نکلا اور قدم امام پر گر کر عرض کرنے لگا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حُجَّۃَ اللّٰہِ سوئی اسوقت ہاتف غیب نے آواز دی کہ اس جوان کی روح اسکے قالب میں داخل کر دو کہ میرے رسول کا فرزند اسے مجھ سے زندہ طلب کرتا ہے اور اسکی قبر پر کھڑا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔

اب دل اگر سوال کرتا ہے کہ اس مومنہ کے بیٹے کو تو اُس نے ملا دیا مگر اپنے فرزند قاسم کو انکی مادر گرامی جناب ام فروہ سے کیوں نہ ملایا آہ مادر قاسم تڑپ تڑپ کر جان کھو رہی تھیں اور تن قاسم پامال ہو رہا تھا کیسی حسرت آمیز شہادت تھی کہ شوہر کی نشانی' اپنا سہارا' لخت دل' پارۂ جگر ایسی بیکسی کے عالم میں جدا ہو گیا۔

چنانچہ کتب مقاتل و تاریخ میں لکھا ہے کہ جب روز عاشورا اولاد امام حسن علیہ السلام کی نوبت آئی تو جناب قاسم چھوٹے سے ہاتھ میں ننھی سی تلوار لیے ہوئے پورے طور پر مسلح ہو کر خدمت عم محترم میں آئے جب آپ نے دیکھا کہ تنہا جان نثار امت

ہول کے لیئے معلم آداب و اخلاق اور کفار کے لیئے مجاہد صف شکن سنکر عزیز کا
اپنی جان قربان کرنے آرہا ہے تو آگے بڑھے دست مبارک گردن قاسم میں حمائل
کردے چچا بھتیجے ملکر بہت روئے گریہ سے فراغت ہوئی تو جناب قاسم نے اجازت
جنگ طلب کی سید الشہدا نے فرمایا کہ بیٹا قاسم تم تو میرے بھائی حسن کی نشانی ہو
میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو تاکہ مجھے تسلی ہو ہے غرض حضرت نے اجازت نہ دی اُدھر
سے شاہزادہ کا اصرار بڑھا لکھا ہے کہ جناب قاسم روتے جاتے تھے اور دست و پائے
امام کو بوسہ دے دیکر اذن جہاد طلب کرتے جاتے تھے آخر کار سید الشہدا خموش ہوگئے
چاند کا ٹکڑا آسمان امامت و عصمت سے جدا ہوکر چلا تلوار دندان شیر سے زائد تیز اور
چہرہ بدر منیر سے بڑھکر روشن گھوڑے پر سوار تلوار علم میدان میں آئے جنگ شروع کی دیر
تک لڑا کیئے یہانتک کہ پینتیس ۳۵ اور بروایتے ستر سواروں کو باوجود کمسنی فی النار کیا
ناگاہ پسر سعد نے ارزق شامی سے کہا کہ تو سپہ سالار لشکر شام ہے امیر کیطرف سے تنخواہ کثیر
پاتا ہے اور تیری سپہ گری کا عراق و شام میں شہرہ ہے اب اس بچہ ہاشمی کا کام کیوں تمام
نہیں کرتا ارزق نے کہا کہ ای پسر سعد اہل مصر و شام تو مجھے ہزار سواروں کی برابر سمجھتے ہیں
اور تو ایک بچہ سے مقابلہ کراتا ہے ابن سعد نے کہا کہ ای ارزق کیا تو اس بچہ کو نہیں جانتا یہ
نہنگ لا جیر قاسم ابن حسن ہے وقت پیکار اسکی تلوار سے آگ برسے گی اگر یہ پیاسا نہوتا تو
ایک حملہ میں تمام فوج کو پریشان کردیتا ارزق بولا کہ میں اس لڑکے سے لڑکر اپنا نام بدنام
نکرونگا البتہ اپنے چار بیٹوں میں سے ایک کو اس کا سر لینے بھیجتا ہوں یہ کہکر بڑے بیٹے کو
بلایا اور کہا کہ جا اس طفل ہاشمی کا سر کاٹ لا ارزق کا بیٹا میدان میں گیا گھوڑے کو جولان
کررہا تھا کہ دفعتاً زمین پر گر پڑا ٹوپی سر سے الگ ہو گئی بال بڑے بڑے تھے جناب قاسم نے بڑھکے
اور گھوڑے سے خم ہوکر اسکے بال ہاتھ میں لپیٹ لیئے اور گھوڑا اُٹھادیا تمام میدان میں
گردش دیکر ایکمرتبہ پسر ارزق کو زمین پر دے مارا اور پھر اسپر گھوڑا دوڑا کر تمام جسم پاش

پاش کر دیا یہ دیکھکر اُسکا دوسرا بھائی میدان میں آیا اور وہ بھی کام آیا یہانتک کہ چاروں فی النار ہوئے جب ارزق نے دیکھا کہ اسکے سب فرزند تمام ہو چکے تو دنیا اسکی نظر میں سیاہ ہو گئی یعنی بجبیں گھوڑے پر سوار اسلحہ جنگ سے آراستہ ہو کر میدان میں آیا اور جناب قاسم سے کہا کہ تم نے میرے ایسے بیمثل و عدیم النظیر بیٹوں کو قتل کیا ہے فرمایا کہ تجھے انکا کیا غم ہے خود تو بھی انہیں کے پاس جانیوالا ہے سید الشہدا کو اس دار و گیر میں جناب قاسم سے غافل ہونے کی کیا مہلت تھی برابر بھتیجے کی جنگ کا تماشہ دیکھ رہے تھے جب ارزق کو جناب قاسم کے مقابلہ پر دیکھا تو ہاتھ اٹھا کر حضرت جناب قاسم کیلئے دعا کی کہ بارالہا قاسم کو اس پہلوان پر کامیاب فرما۔ یکایک ارزق نے آپکے اوپر نیزے کا وار کیا آپ اسکے وار کو رد کرکے خود حملہ آور ہوئے اُسنے بھی رد کیا یہانتک کہ بارہ مرتبہ ردّ و بدل ہوئے تب تو ارزق غصہ سے جلنے لگا اور اس شیر بیشۂ شجاعت کے سامنے اپنے آپ کو مجبور پاکر آپ کے گھوڑے کے شکم میں ایک نیزہ ملا جس سے اسپ باوفا گر گیا حضرت قاسم پا پیادہ ہو گئے سید الشہدا یہ دیکھکر اور زیادہ بیتاب ہوئے اپنا گھوڑا اس مجاہد راہ خدا کیلئے بھیجا جناب قاسم یہ شفقت دیکھکر کمال مسرور ہوئے اور اس گھوڑے پر سوار ہو کر نہایت تیز دستی سے ارزق کی کمر پر ایک ایسی تلوار لگائی کہ اس دیو کا بدن دو ٹکڑے ہو گیا اسوقت لشکر یزید میں ایک شور بلند ہوا جناب قاسم ارزق کا سر لیکر اور اسکے گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے پیاس سے جاں بلب تھے آتے ہی عرض کیا کہ ای چچا اگر تھوڑا سا پانی ملجاتا تو ان سب کو ہلاک کر دیتا آہ سید الشہدا تو بڑے غیور تھے یہانتک کہ سر دینے میں بھی عذر نہوا مگر میں صاحبان غیرت سے سوال کرتا ہوں کہ بھتیجے کے ایسے بے حقیقت سوال پر آپ کا کیا حال ہوا ہو گا لکھا ہے کہ آپ رو دیئے اور فرمایا کہ ای بیٹا صبر کرو عنقریب تم اپنے جد بزرگوار کے ہاتھ سے ایسے سیراب ہو گے کہ پھر کبھی پیاسے نہو گے چچا کی جان مجھپر بہت دشوار ہے کہ تم پانی طلب کرو اور مجھ سے نہو سکے یہ فرما کر اپنی

انگشتری بھی جناب قاسم نے دی تاکہ فی الجملہ تسکین ہو حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ جب میں نے اسکو منہ میں رکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے منہ میں پانی کا ایک چشمہ جوش مار رہا ہے عزاداران حسین اسکے آگے عجیب پردرد مضمون ہے کلیجہ ادل روتا ہے سید الشہداء نے جناب قاسم سے فرمایا کہ بیٹا تمہاری ماں بہت بیقرار ہے اسے ایکمرتبہ اور صورت دکھا آؤ یہ سنکر شاہزادہ قاسم خیمہ گاہ کیطرف چلے قریب پہنچکر سنا کہ غمدیدہ ماں یہ کہکر رو رہی ہے کہ بیٹا قاسم جیتے ہو کہ مر گئے جان مادر اس پردیس میں ضعیفہ ماں کو چھوڑ کر کہاں سدھارے بیٹا کچھ ماں کی بھی خبر ہے کہ کب سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہے، نور نظر ایک مرتبہ تو اور چاند سی صورت دکھا جاؤ" جناب قاسم یہ جگر خراش کلمات سنکر باواز بلند رونے لگے حضرت ام فروہ نے جو بیٹے کی آواز سنی گھبرا کر باہر نکل آئیں اور فرط محبت سے جناب قاسم کے گرد پھرنے لگیں شاہزادہ نے کہا کہ اماں جان اب زیادہ نہ روئیے اور صبر کیجئے۔

غرض آخری رخصت اور تلقین صبر کرنے کے بعد حضرت قاسم پھر میدان میں آئے فوجوں کے دل میں داخل ہو کر ایسی جنگ کی کہ کشتوں کے پشتے لگا دئے چاہا کہ علمدار لشکر کو بھی مار لیں تاکہ خاتمہ جنگ ہو جائے لیکن قضا نے مہلت نہ دی چاروں طرف سے دشمنوں نے ملکر حملہ کیا تیر پر تیر آ رہے تھے تلوار پر تلوار پڑ رہی تھی سارا بدن چھن گیا آخر ایک تیر ایسا آکر لگا کہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے اور ڈگمگا کر زمین کیطرف جھکے اسی اثنا میں شیث بن سعد شامی نے ایک وار کیا جو سینے کے پار ہو گیا آپ خاک پر منہ کے بھل گر کر اپنے خون میں لوٹنے لگے اور پکارے وَاعَمَّاهُ اَدْرِكْنِيْ ای چچا میری بھی خبر لیجئے سید الشہداء بیتابانہ دوڑے پہلے تلاش کر کے قاتل جناب قاسم کو فی النار کیا پھر آپکی لاش کیطرف بڑھے مگر غضب ہو گیا کہ آپ کے پہنچنے سے قبل ہی سواروں کے اِدھر اُدھر دوڑنے سے لاش جناب قاسم پامال ہو گئی اور آپ اسوقت پہنچے کہ جب گل

باغ حسن مرجھا رہا تھا نشانی فرزند رسول مٹ رہی یعنی جناب قاسم ایڑیاں رگڑ رہے تھے امام غریب بے اختیار رونے لگے حمید بن مسلم راوی ہے کہ اس غم میں امام حسین علیہ السلام ایسے ضعیف و ناتوان ہوگئے تھے کہ بھتیجے کی لاش نہ اٹھا سکے بدشواری اٹھائی تو اسطرح کہ سینہ اپنے سینہ سے لگالیا اور دونوں پاؤں زمین پر لٹکتے تھے اسی شان سے خیمہ میں پہنچے ادھر ماں اپنے فرزند کے انتظار میں کھڑی تھی کہ مظلوم کربلا نے ماں کے سامنے بیٹے کی میت لاکر رکھدی وہ معظمہ سر پیٹنے لگی امام عزیز بھی رونے لگے جناب قاسم نے آنکھیں کھولکر دیکھا اور امر بصبر کرکے سفر جنت اختیار کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ۴۳ فضائل زیارت سید الشہداء، گریہ جناب سیدہ زائر نجف کا وارد کربلا ہونا جناب عباس کا کنواں کھودنا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَنِ الصَّادِقِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ عَارِفًا بِحَقِّہٖ غَفَرَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو قبر حسین بن علی کی زیارت کرے حالانکہ اسے حق معرفت حسین بھی حاصل ہو تو خداوند عالم اسکے تمام گزشتہ و آیندہ گناہ بخشدیگا اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

آپ ہی کا ارشاد ہے کہ اگر لوگ ثواب زیارت فرزند ابوتراب معلوم کرلیں تو آپسمیں تلواروں سے لڑیں اپنا مال اس راہ میں بیچڈالیں فاطمہ زہرا زائرین حسین پر نظر کرم فرماتی ہیں ہزار نبی ہزار صدیق اور ہزار شہید اُن کے ہمراہ اور شریک و مددگار ہوتے ہیں مخدومہ عالم اسطرح فریاد و فغاں کرتی ہیں کہ تمام فرشتے بھی آپ کے ساتھ رونے لگتے ہیں اور خموش نہیں ہوتیں یہانتک کہ پیغمبر خدا فرماتے ہیں کہ اے بیٹی تم نے تو تمام

اہل آسمان کو رُلا دیا اور ذکر حق تعالیٰ سے روک دیا اب چپ رہو تاکہ یہ عبادت کریں خدا تمہارے دشمنوں سے انتقام لیگا مومنین فی الحقیقت وہ بی بی اس کرب سے کیونکر نہ روئے جسکا بھرا گھر دوپہر میں صاف ہوگیا اور ایسا اُجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا

اشعار۔ یا اُغیثی بنی ہاشم جنکا مثل و نظیر روئے زمین پر نہ تھا تھوڑی سی دیر میں نذر اجل ہوگئے ایک عباس علمدار فخر بنی ہاشم کی یہ کیفیت تھی کہ جب دو رکابہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو پائے اقدس زمین تک پہنچتے تھے یا یوں سمجھیے کہ زمین فخریہ طور پر فرزند ابو تراب کے پیر چوما کرتی تھی ایسے بھائی کا مرجانا بھی قیامت ہی ہے جسکے بعد سید الشہدا جیسے صابر کا یہ حال ہوگیا تھا کہ لوگ پہچان نہ سکتے تھے چنانچہ سید صادق اپنے مجموعہ میں لکھتے ہیں کہ ایک مرد عرب بقصد زیارت امیر المومنین مدائن سے چلا۔ جب دشت کربلا میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک جانب لاکھوں آدمی تلواریں لئے نیزے علم کئے صف بصف کھڑے ہیں اور دوسری طرف بلندی پر ایک سوار مظلوم ناچار سراپا زخمی سے چور نیزہ ٹیکے ہر چہار طرف حسرت و یاس سے دیکھ دیکھکر اپنی بیکسی پر رو رہا ہے وہ مرد عرب یہ واقعہ دیکھکر حیرت میں تھا کہ خدایا یہ کیا ماجرا ہے اُدھر تو فوج کی یہ کثرت اور ادھر یہ غربت و تنہائی ناگاہ ایک سمت سے پانی پانی کی آواز اسکے کان میں آئی آواز کیطرف نظر کی تو دیکھا کہ چند خیمے ریگ گرم پر استادہ ہیں جن سے بچوں اور عورتوں کے رونے کی آواز بلند ہے وہ حیران و پریشان اس مظلوم کے پاس آکر تسلیم بجا لایا حضرت نے جواب سلام دیکر ارشاد فرمایا کہ ای بھائی تو کون ہے جو اسوقت مجھ مبتلائے بلا پر سلام کرتا ہے یہاں تو کوئی مجھے قابل سلام بھی نہیں سمجھتا شاید تو اس گروہ میں سے نہیں ہے تجھ سے تو بوئے محبت آتی ہے اب یہ بتا کہ تو کہاں سے آتا ہے اور کدھر کا قصد ہے اُسنے کہا کہ میں مسافر غریب الوطن ہوں مدائن سے بغرض زیارت نجف اشرف جارہا ہوں اور آپ کون ہیں کہ اس صحرائے پرآشوب میں یکہ و تنہا نرغۂ اعدا میں گرفتار ہیں؟

یہ عیال و اطفال کس کے ہیں جو پیاس کی وجہ سے خیموں میں فریاد کر رہے ہیں اور یہ لاشیں
کن شہیدوں کی ہیں کہ بے غسل و کفن ریگ گرم پر خون میں غلطاں پڑی ہیں یہ سنتے ہی
حضرت بیتاب ہو گئے اور ایک آہ سرد بھر کر ارشاد فرمایا کہ بھائی تو میرا حال نہ پوچھ
میں ایک بیکس و غریب بلا نصیب ہوں یہ سب لاشیں میرے اعزا و انصار کی ہیں اور
ان خیموں میں اہلبیت رسول ہیں جو بھوک پیاس سے ہلاک ہو رہے ہیں اے شخص
تو جسکی زیارت کو جاتا ہے میں اُسی کا فرزند ہوں اُسنے عرض کیا کہ کیا آپ جناب عباس
ہیں حضرت اپنے بھائی کا نام سنتے ہی بیساختہ رونے لگے سہ

یہ تو نہ کہہ سکے کہ رشہ مشرقین ہوں مولا نے سر جھکا کے کہا میں حسین ہوں

یہ سننا تھا کہ زائر نجف نعرہ مار کر رونے لگا اور قدم مبارک پر آنکھیں ملکر کہنے لگا کہ
ہائے یہ کیا غضب ہوا مولا آپ اس غربت میں کیونکر یکہ و تنہا رہ گئے، آپ کے برادر
نامدار عباس کہاں ہیں حضرت نے فرمایا تو نے عباس کو کہاں دیکھا تھا عرض کیا کہ
کوفہ میں پہلوئے امیر المومنین میں فرمایا اے بھائی اگر تو انکا مشتاق ہے تو میرے ساتھ
چل حضرت اسکو لیکر لب نہر تشریف لائے اور لاش علمدار پر کھڑے ہو کر ارشاد
فرمایا کہ بھیا عباس اٹھو یہ زائر نجف تمہارے دیدار کا مشتاق ہے خاطر مہمان ضرور ہے
یہ کہکر اشارہ دیئے کہ لاش کے اوپر گر پڑے زائر نے حضرت سے اشارہ کر عرض کیا کہ یا مولا
اس جوان کے بازو کیونکر قلم ہوئے حضرت نے فرمایا اے بھائی ہیہات ہیہات یہ ہاتھ
میری محبت میں قلم ہوئے مشک سکینہ پر فدا ہو گئے کلمات سے زائر بیتاب ہو گیا
[illegible] آقا عباس کاش کہ میں [illegible] چاہتا تا کہ آپ کو اس حال
نہ دیکھتا [illegible] مولا اکبر و قاسم کیا ہوئے حضرت اسکو اُنکی لاشوں پر بھی
لیگئے اور فرمایا اے بھائی یہ دونوں بھی [illegible] داغ مفارقت دیگئے۔
واقعی حضرات جناب عباس نے بڑی جانفشانی کی کہ کسیطرح اطفال حسین

تک پانی پہنچ جائے چنانچہ آپ نے ایک کنواں کھودا اشقیا نے ہجوم کرکے بند کردیا
دوسرا کنواں کھودا مگر وہ بھی لشکر اعدا نے بند کردیا اسیطرح آپ نے کئی کنویں کھودے
مگر پانی میسر نہوا غرض جب ایک کنواں آخر میں کھودا تو اُسمیں پانی برآمد ہوا یہ خبر
بچوں کو بھی پہنچی کہ پانی نکلا ہے فوراً سب جمع ہوگئے اور کنارہ چاہ کو گھیر لیا ایک
صاحبزادی کے حال میں لکھا ہے کہ ہاتھ میں ایک جام لئے ہوئے اپنے چچا کی
خدمت میں پہنچی اور پکار کر کہا کہ ای چچا تھوڑا سا پانی مجھے جلد پلا دیجئے کہ پیاس سے
میرا جگر پھنا جاتا ہے جناب عباس بہت روئے اور پہلے سکینہ کا کوزہ بھر دیا جونہی
اس بچی نے چاہا کہ پئے ناگاہ لشکر مخالف کے لوگ اُمنڈ آئے سب بچے ڈر کر بھاگے
جناب سکینہ بھی ہاتھ میں کوزہ آب لیکر خیمہ کیطرف دوڑیں اس عالم اضطراب
میں پاؤں طناب خیمہ سے اُلجھا منہ کے بھل خاک پر گریں پانی جام سے گر کر بہ گیا
اسوقت کس حسرت سے اس صاحبزادی نے جناب زینب کو دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ جناب زینب بھی اعدا کا غل وشور سنکر در خیمہ پر آگئیں تھیں جناب سکینہ نے اُنکو
دیکھکر عرض کیا کہ ای پھوپی فریاد ہے پانی ہاتھ آکر نکل گیا آپنے دوڑ کر جناب سکینہ کو
سینہ سے لگالیا اور امر بصبر فرمایا الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم
الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

مجلس ۱۵ حالات و فضائل جناب عباس، رخصت و مختصر جنگ آنجناب مع شہادت، لاش اقدس کے خیمہ میں نہ آنے کی وجوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا منہ جو نقابوں سے حسینؑ منہ کو نکالیں
عیسیٰ قسم انجیل کی عباؑ ساختہ کھالیں
توریت کو موسیٰ ید بیضا پہ اُٹھالیں
قرآن میں فرق ہو خاصانِ خدا لیں
انصاف خدا بڑھ کے اگر حکم ہو کیوں ہے
اتنوں میں کوئی ثانی عباس نہیں ہے

اور کیونکر کوئی ثانی عباس ہو سکتا ہے نہ کسی کو علی مرتضیٰ سے یہ نسبت، نہ کوئی حسین ابن علی کا ایسا جاں نثار، نہ کوئی قمر بنی ہاشم، لکھا ہے کہ ایکمرتبہ امیر المومنین نے حضرت عقیل سے فرمایا کہ اے بھائی آپ انساب عرب سے واقف ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے لئے اشراف عرب میں سے ایک ایسی لڑکی تلاش کر دیں جو خاندان شرافت و شجاعت سے ہو اور میں اُس سے عقد کروں لکی اُصیب منھا ولدا شجاعا عضدا یعضد ولدی ھذا و اشار الی الحسین تاکہ میرے یہاں اُس سے ایک بہادر دولہا پیدا ہو جو میرے اس فرزند کے کام آسکے اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے سید الشہداء کیطرف اشارہ کیا جو قریب ہی موجود تھے اس فرمائش پر حضرت عقیل نے فاطمہ کلابیہ سے آپ کا عقد ٹھیرایا اور چونکہ اُن سے چار فرزند ہوئے، حضرت عباس حضرت عبد اللہ، جناب جعفر اور حضرت عثمان اسلئے انکی کنیت ام البنین ہوئی اب ذاکر کا خیال خود بخود اس واقعہ کیطرف جاتا ہے جسکی جانب علی مرتضیٰ نے اشارہ فرمایا تھا روز عاشور

زہیر علم حسینی ہاتھ میں لئے ہوئے عباس حق شناس کے پاس آئے اور علم دیگر اس واقعہ کو یاد دلایا کہ اے عباس آپ کے پدر بزرگوار نے اسی وقت کے لئے آپ کی تمنا کی تھی آج نصرت فرزند زہرا میں کمی نکرنا جناب عباس یہ سنکر مثل بید کانپنے لگے اور فرمایا اَتُشَجِّعُنِیْ یَا زُهَیْرُ فِیْ مِثْلِ هٰذَا الْیَوْمِ وَاللّٰهِ لَاُرِیَنَّكَ شَیْئًا مَا رَاَیْتَهٗ قَطُّ زہیر آج تم مجھے شجاعت دلاتے ہو خدا کی قسم وہ جنگ کرونگا کہ تمنے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔

منقول ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ایک زن ہاشمیہ نے غسل دیا سید الشہداء نے اپنی آغوش میں لیکر دامن عبا سے چھپا لیا اور مسجد میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں آئے عرض کیا کہ بابا جان اگر آپ دیں تو میں ایک چیز چاہتا ہوں حضرت نے فرمایا کہ جان پدر تم سے زیادہ عزیز کیا شے ہے آپ نے دامن عبا اٹھایا اور کہا کہ یہ بچہ مجھے مرحمت فرما دیجئے تاکہ میں اسے فرزندوں کی طرح پرورش کروں فرمایا کہ بیٹا میں نے یہ بچہ خود بخوشی تمہاری فرزندی بلکہ غلامی میں دیا فرزند رسول نے عرض کیا کہ بابا جان کیا سبب ہے کہ جیسی مجھ کو اسوقت خوشی ہے ویسا ہی خود بخود دل بھی بھر آتا ہے اور رونے کو جی چاہتا ہے حیدر کرار نے فرمایا کہ خاصان خدا کو غم بھی کے ساتھ رنج ہوا ہی کرتا ہے تمہیں اس فرزند کا انجام معلوم نہیں ایک دن یہ تشنہ و گرسنہ شانے قلم کرا کے عالم مسافرت میں تم پر نثار ہوگا یہ سنکر سید الشہداء رو دیے اور بیہوش ہوگئے امیر المومنین نے سر آغوش میں لیا جب ہوش آیا تو حضرت نے فرمایا کہ یا حسین ابھی سے یہ حال ہے پھر اسوقت کیا کروگے جب یہ واقعہ ظہور پذیر ہوگا بہر تم تو افتخار صابرین ہو سید الشہداء نے عرض کیا کہ بابا میں نہیں سمجھا آپ کیا فرماتے ہیں ارشاد ہوا کہ جب جبرئیل تمہارے خون کا محضر لائے تھے تو اسمیں یہ لکھا تھا اَلْحُسَیْنُ سَیِّدُ الشُّهَدَاءِ وَالْعَبَّاسُ حَامِلُ اللِّوَاءِ حسین شہیدوں کے سردار ہیں اور عباس انکے

علمبردار ہیں فرزند زہرا نے عرض کیا کہ میں اب بھی اس راز سے واقف نہیں ہوا فرمایا کہ جان پدر میں نے جناب رسالتمآب سے مکرر سنا ہے کہ ای علی ایکدن حسین تین دن کا بھوکا پیاسا صحرائے کربلا میں شہید ہوگا اور تمہارا فرزند عباس اسکی سقائی کے لیے فرات پر جائے گا وہاں پر اسکے دونوں شانے قلم ہونگے تم پر اپنی جان نثار کریگا اسکے علاوہ ای حسین میں تمہیں اسوقت ایک اور راز سے خبردار کرتا ہوں یہ فرماکر امیرالمومنین نے جناب عباس کے شانوں پر دو نشان دکھائے اور فرمایا کہ بیٹا دیکھو ایک علم کا نشان ہے اور ایک سکینہ کی سوکھی ہوئی مشک کا۔

صاحب مصابیح القلوب تحریر فرماتے ہیں کہ جب جناب عباس بچے تھے تو جناب امیر نے جسطرح بچوں کو گنتی سکھاتے ہیں آپ سے فرمایا کہ بیٹا کہو واحد جناب عباس نے کہا واحد فرمایا بیٹا کہو اثنین عرض کیا بابا جان مجھے شرم آتی ہے کہ جس منہ سے ایک کہا ہے پھر اس سے دو کہوں یہ کمال معرفت و ذہانت دیکھکر امیرالمومنین نے انکو گود میں اٹھالیا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

ایکروز جناب علی مرتضی مسجد کوفہ میں رونق افروز تھے اور آپکے پہلو میں امام حسین علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے سید الشہدا نے قنبر سے پانی طلب کیا جناب عباس باوجود کمسنی کے دوڑے اور ایک ظرف میں پانی بھر کر بمقتضائے طفلی سر پر رکھکر چلے مگر حرکت تیز رفتاری سے پانی چھلک چھلک کر آپکے سر انور اور جسم اطہر پر گرا جب بقیہ پانی لیکر حضرت عباس اپنے بھائی کی خدمت میں پہنچے تو سید الشہدا یہ اطاعت دیکھکر بے اختیار اشکبار ہوئے اور معرکہ کربلا نظروں میں پھر گیا کہ جسطرح آج یہ ظرف آب بھرکر میرے واسطے لائے ہیں اسیطرح ایک دن تین دن کی بھوک پیاس میں میرے بچوں کے لئے فرات سے مشک بھرکر لائینگے مگر ظلم اعدا سے خیام تک نہ پہنچ سکیں گے، جسطرح اسوقت پانی میں نہا گئے ایسے ہی ایکروز اپنے خون میں نہائینگے ہاتھ جدا ہو جائینگے اور گرز ستم

شہید ہوں گے۔

اور فی الحقیقت آپ نے روز عاشورا دہ جانفشانی کی کہ جناب سیدہؑ نے اپنا فرزند بنالیا۔ صاحب اسرار الشہادۃ لکھتے ہیں کہ مجھ سے بعض معتبرین نے بیان کیا کہ ایک شخص ہر روز تین مرتبہ زیارت سید الشہدا کو جایا کرتا تھا مگر زیارت جناب عباس کو کم جاتا تھا ایکروز اُسنے معصومہ عالم جناب سیدہ کو خواب میں دیکھا کمال تعظیم کے ساتھ سلام بجالایا معصومہ نے روئے مبارک پھیر لیا اُسنے عرض کیا بِاَبِیْ اَنْتِ وَاُمِّیْ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ بے رخی کسلئے ہے ارشاد فرمایا کہ تو میرے فرزند کی زیارت کو کم جاتا ہے عرض کیا کہ ای معصومہ میں تو روزانہ تین مرتبہ آپکے فرزند کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں فرمایا کہ ہاں تو حسین کی زیارت کو تو جاتا ہے مگر میرے عباس کی زیارت کو کیوں نہیں جایا کرتا۔ کیوں مومنین اس محبت کا سبب یہی تو تھا کہ جناب عباس نے خدمت حسین میں ہمیشہ وفادارانہ عمل رکھا تھا اور وفاداری بھی ایسی وفاداری کہ ایک مشکیزہ آب کیلئے جان دیدی، آہ جب عباس باوفا نے دیکھا کہ اب سوائے حسین و اولاد حسین کے تمام انصار کام آچکے ہیں تو خدمت امام میں حاضر ہوئے کہ آقا اب مجھے بھی اجازت جہاد دیجئے یہ سنکر مظلوم کربلا رونے لگے اور کیونکر نہ روتے آخر برابر کا بھائی مرنے کی اجازت طلب کر رہا تھا فرمایا کہ بھیا تم میرے لشکر کے علمدار ہو تمہارے جانے سے میرا حال پریشان ہوگا عرض کیا کہ اب زندگی سے میرا دل سیر ہے میرا سینہ تنگی کرتا ہے چاہتا ہوں کہ ان اشقیا سے اپنے عزیزوں کے خوں کا انتقام لوں فرمایا کہ بھائی اگر تم نے سفر آخرت کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو ان بچوں کے لئے پہلے تھوڑا سا پانی لادو کہ پیاس سے بیتاب ہیں حضرت عباس جانب لشکر اعدا آئے اور اُنسے سوال آب کیا ناگاہ خیام سے العطش العطش کی آواز آئی جس سے آپ کا دل ہل گیا غصہ آگیا گھوڑے پر سوار ہوئے مشکیزہ دوش مبارک پر رکھا نیزہ ہاتھ میں لیا اور جانب فرات چلے جب

قریب نہر پہنچے تو چار ہزار سو کلین فرات مزاحم ہوئے آپنے حملہ کیا اور تن تنہا زخمیوں کے علاوہ اسی ناہنجاروں کو فی النار کیا نہر میں داخل ہوئے چاہا کہ ایک چلو پانی لیکر پئیں مگر اطفال حسین کی پیاس یاد آگئی پانی چلو سے پھینک کر مشکیزہ بھرا اور لڑتے ہوئے جانب خیام چلے یہ دیکھکر اشقیا نے چاروں طرف سے گھیر لیا آپ لڑتے جاتے تھے اور راہ طے کرتے جاتے تھے ناگاہ نوفل نے چھپکر ایسی تلوار لگائی کہ بازوے راست قلم ہو کر خاک پر گر پڑا آپنے مشک بائیں شانے پر رکھ لی اور اسیطرح مصروف کارزار ہوئے یکایک اسی شقی نے دوسری تلوار لگائی کہ دست چپ بھی جدا ہو کر خاک پر گر پڑا عباس علمدار نے مشک کا تسمہ دانتوں سے پکڑ لیا ناگاہ ایک شقی کا تیر مشک پر آکر لگا تمام پانی بہ گیا اطفال حسین پیاسے رہگئے دفعتاً ایک شقی نے سینہ بے کینہ کے ساتھ وہ ظلم کیا کہ تیر سینہ میں در آیا آپ تیورا کر زمین پر گرے گرتے ہوئے آواز دی وَااَخَاہُ اَدْرِکْنِیْ بھائی جان اس غلام کی خبر لیجئے کہ میں نے اپنی جان آپ پر فدا کی سید الشہدا یہ سنکر دوڑے اور کہتے جاتے تھے وَااَخَاہُ وَا عَبَّاسَاہُ اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ اے بھائی عباس تمہارے مرنے سے حسین کی کمر ٹوٹ گئی اور راہ چارہ و تدبیر بند ہو گئی لاش پر پہنچے دیکھا کہ عباس علمدار غش میں ہیں سید الشہدا بلک بلک کر رونے لگے پھر چاہا کہ انکی لاش خیمہ میں لیجائیں پاس شفقت پدر جناب عباس نے غش سے آنکھیں کھولدیں اور عرض کیا کہ اے آقا کیا قصد ہے فرمایا کہ بھیا تمہاری لاش خیمہ میں لیجانی چاہتا ہوں عرض کیا کہ مولا مجھے یہیں رہنے دیجئے مجھے سکینہ سے شرمندگی ہوگی کیونکہ میں نے اس سے پانی کا وعدہ کیا تھا مگر کیا کروں موت نے مہلت نہ دی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ روح اقدس جانب جنت پرواز کر گئی اور سید الشہدا اپنے شیدائی کا لاشہ وہیں چھوڑ کر بحالت تباہ علم لئے ہوئے خیام کی طرف روانہ ہوئے خیمہ میں لاش نہ لیجانے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بدن جناب عباس اسقدر پارہ پارہ تھا کہ سید الشہدا جس عضو کو ہاتھ لگاتے تھے پارہ پارہ ہو جاتا

تھا۔ تیسری وجہ شاید یہ ہو کہ حضرت فرماتے تھے اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَہْرِیْ بھائی عباس تمہ
حسین کی کمر ٹوٹ گئی پھر تینتیس سالہ جوان بھائی کی میت کیونکر اٹھتی مجبوراً دیں چھوڑنا
پڑی۔ عزادارو ایک وجہ اور عرض کرونگا دلونکو تھام لیجئے اسی پر خاتمہ مجلس ہے اوپہیں
کیلئے میں نے سامعین کو اسقدر زحمت دی ہے تصور شرط ہے۔ چوتھی وجہ شاید یہ تھی
کہ جو زائر آئے اسے معلوم ہو جائے کہ یہ جوان دریا پر پانی لینے آیا تھا مگر کوفیان غدار
نے نہ لیجانے دیا اور اسنے دریا پر ہی جان دی اس غرض سے سید الشہدا نے بغیر عباس
کے خیمہ کا قصد کیا اہلحرم نے آپکو آتے ہوئے دیکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلحرم
درخیمہ پر منتظر کھڑے تھے جناب سکینہ آگے بڑھیں اور لجام فرس تھام کر عرض کیا
هَلْ لَكَ عِلْمٌ لِعَمِّيَ الْعَبَّاسِ بابا جان آپ کو چچا عباس کی بھی کچھ خبر ہے بڑی دیر سے
وہ نہیں آئے حالانکہ مجھ سے پانی کا وعدہ کر گئے تھے کیا اپنا وعدہ بھلا دیا یا خود پانی پی لیا
اور میری پیاس کو بھول گئے یا ابھی تک مصروف کارزار ہیں سید الشہدا رو رو کر
فرمانے لگے کہ اے سکینہ اب کس کی امید وار ہو تمہارے چچا شہید ہو گئے۔ اَلَا
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

قریب نہر پہنچے تو چار ہزار موکلین فرات مزاحم ہوئے آپ نے حملہ کیا اور تن تنہا زخمیوں کے علاوہ
اسی ناہنجاروں کو فی النار کیا نہر میں داخل ہوئے چاہا کہ ایک چلو پانی لیکر پئیں مگر اطفال
حسین کی پیاس یاد آگئی پانی چلو سے پھینک کر مشکیزہ بھرا اور لڑتے ہوئے جانب خیام
چلے یہ دیکھکر اشقیا نے چاروں طرف سے گھیر لیا آپ لڑتے جاتے تھے اور راہ طے کرتے جاتے
تھے ناگاہ نوفل نے چھپکر ایسی تلوار لگائی کہ بازوئے راست قلم ہوکر خاک پر گر پڑا آپ نے
مشک بائیں شانے پر رکھ لی اور اسیطرح مصروف کارزار ہوئے یکایک اسی شقی نے
دوسری تلوار لگائی کہ دست چپ بھی جدا ہوکر خاک پر گر پڑا عباس علمدار نے مشک کا تسمہ
دانتوں سے پکڑ لیا ناگاہ ایک شقی کا تیر مشک پر آکر لگا تمام پانی بہ گیا اطفال حسین پیاسے
رہگئے دفعتاً ایک شقی نے سینہ بے کینہ کے ساتھ وہ ظلم کیا کہ تیر سینہ میں در آیا آپ
تیورا کر زمین پر گرے گرتے ہوئے آواز دی یَا اَخَاہُ اَدْرِکْنِیْ بھائی جان اس غلام کی خبر لیجئے
کہ میں نے اپنی جان آپ پر فدا کی سید الشہدا یہ سنکر دوڑے اور کہتے جاتے تھے وَا اَخَاہُ وَا
عَبَّاسَاہُ اَلْآنَ اِنْکَسَرَ ظَہْرِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ اے بھائی عباس تمہارے مرنے سے حسین
کی کمر ٹوٹ گئی اور راہ چارہ و تدبیر بند ہو گئی لاش پر پہنچے دیکھا کہ عباس علمدار غش میں ہیں
سید الشہدا بلک بلک کر رونے لگے پھر چاہا کہ انکی لاش خیمہ میں لیجائیں بپاس شفقت پدر
جناب عباس نے غش سے آنکھیں کھولدیں اور عرض کیا کہ اے آقا کیا قصد ہے
فرمایا کہ بھیا تمہاری لاش خیمہ میں لیجانی چاہتا ہوں عرض کیا کہ مولا مجھے یہیں رہنے دیجئے
مجھے سکینہ سے شرمندگی ہوگی کیونکہ میں نے اس سے پانی کا وعدہ کیا تھا مگر کیا کروں
موت نے مہلت نہ دی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ روح اقدس جانب جنت پرواز کر گئی
اور سید الشہدا اپنے شیدائی کا لاشہ وہیں چھوڑ کر بحالت تباہ علم لئے ہوئے خیام کی
طرف روانہ ہوئے خیمہ میں لاش نہ لیجانے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بدن جناب
عباس اسقدر پارہ پارہ تھا کہ سید الشہدا جس عضو کو ہاتھ لگاتے تھے پارہ پارہ ہو جاتا

تھا۔ تیسری وجہ شاید یہ ہو کہ حضرت فرماتے تھے اَلْآنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِیْ بھائی عباس ابتو حسین کی کمر ٹوٹ گئی پھر تیس سالہ جوان بھائی کی میت کیونکر اُٹھتی مجبوراً وہیں چھوڑنا پڑی۔ عزادارو ایک وجہ اور عرض کرونگا دلوں کو تھام لیجئے اسی پر خاتمہ مجلس ہے اور جس کیلئے میں نے سامعین کو اسقدر زحمت دی ہے تصور شرط ہے۔ چوتھی وجہ شاید یہ ہو کہ جو زائر آئے اسے معلوم ہو جائے کہ یہ جوان دریا پر پانی لینے آیا تھا مگر کوفیان غدار نے نہ لیجانے دیا اور اُسنے دریا پر ہی جان دی اس غرض سے سید الشہداء نے بغیر عباس کے خیمہ کا قصد کیا اہلحرم نے آپکو آتے ہوئے دیکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلحرم در خیمہ پر منتظر کھڑے تھے جناب سکینہ آگے بڑھیں اور لجام فرس تھام کر عرض کیا هَلْ لَكَ عِلْمٌ لِعَمِّيَ الْعَبَّاسِ بابا جان آپ کو چچا عباس کی بھی کچھ خبر ہے بڑی دیر سے وہ نہیں آئے حالانکہ مجھ سے پانی کا وعدہ کر گئے تھے کیا اپنا وعدہ بھلا دیا یا خود پانی پی لیا اور میری پیاس کو بھول گئے یا ابھی تک مصروف کارزار ہیں سید الشہداء رو رو کر فرمانے لگے کہ اے سکینہ اب کس کی امید وار ہو تمہارے چچا شہید ہو گئے۔ الا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ

مجلس ۳۲ حال موت، جنگ جناب عباس علمدار شہادت آنجناب، کیفیت سر اطہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی کِتَابِہِ الْمُبِیْنِ وَخِطَابِہِ الْمَتِیْنِ وَھُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِیْنَ
تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔ خلاق عالم ارشاد فرماتا ہے کہ صاحب برکت ہے وہ ذات جسکے قبضۂ قدرت میں ملک ہے وہ ہر شئے پر قادر اور ایسا ہے کہ جسنے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے ازروئے عمل کون بہتر ہے،

ظاہر ہے کہ آیت میں موت و حیات کی علت ایجاد بیان کی جارہی ہے اور فرمان صادر ہورہا ہے کہ ہمنے موت و حیات کو تمہارے امتحان کے لئے پیدا کیا ہے۔ زندگی میں امتحان ہونا اور آزمائش عمل زندگی کی علت ہونا تو ظاہر ہے سب جانتے ہیں کہ حیات زمانۂ عمل ہے اور اسی لئے اسکی ایجاد ہوئی ہے مگر موت کی علت آزمائش عمل ہونا سرسری نظر سے سمجھ میں نہیں آتا اور بادی النظر میں شبہ ہوتا ہے کہ زندگی اگر زمانۂ آزمائش تو ہے موت کے بعد کیسا امتحان لیکن دراصل قدرت کا یہ مطلب نہیں بلکہ اسنے خود نفس موت کو ذریعہ امتحان قرار دیا ہے بلکہ حقیقتاً امتحان کی مشکلیں اور صعوبتیں امتحان موت ہی پر تمام ہوتی ہیں اور قدرت موت کے ذریعہ سے سخت ترین ابتلا کرتی ہے کہ انسان اسیر کس حد تک راضی اور اسکے مراحل و منازل پر کہانتک صابر ہے فراق احباب، انقطاع لطف زندگی، احتضار وغیرہ وغیرہ یہ سب ایسے صعب ترین مراحل ہیں کہ خاصان خدا ہی ان میں ثابت قدم رہتے ہیں بس مختصر یہ ہے کہ ان امتحانات انسان مرکرہی چھوٹتا ہے برداشت کرنا تو درکنار موت کی سختیوں کا ذکر کرتے ہوئے

زبان پر نزع کا عالم طاری ہے۔ موت ہر انسان کی تاک میں ہے وہ مضبوط قلعوں میں
بھی نہیں چھوڑ سکتی، اسکے سامنے نہ کوئی جارحانہ ہتھیار کام کرتا ہے نہ محافظانہ اسلحہ
بچا سکتے ہیں، پیک اجل نہ گریہ اطفال پر رحم کرتا ہے، نہ جوانوں کے قوی کی پروا کرتا ہے
نہ ضعفاء کے اعضاء شکستہ کا خیال آتا ہے، وہ نہ رعب شاہی سے مرعوب ہوتا ہے،
نہ ہیبت گدائی سے ہی اسکی نظریں اثر انداز ہوتی ہیں، نہ کسی کی تنہائی سے اسکا دل
موم ہوتا ہے، نہ فوج شاہی کے دباؤ میں آتا ہے، عبرت کا مقام ہے کہ مال کے حاصل
کرنے میں انسان کیا کیا نہیں کرتا، اولاد کی پرورش میں کیا کیا مصیبتیں نہیں
اٹھاتا عمل کرنیوالوں کو اگر دیکھا جائے تو اُن کو سب سے زیادہ مصیبتوں کا سامنا ہے،
دشوار گزار راہیں، خوفناک منزلیں، ہولناک مرحلے، کٹھن راستے عبور کرنیوالے
ان سب ہی کو طے کرتے ہیں اور یہی تین چیزیں مال اولاد اور عمل ایسی ہیں جن سے انسان
کا در اصل واسطہ ہے باقی سب ان کی فروعات ہیں مگر جب فرشتہ مرگ آتا ہے تو یہ تینوں
چیزیں مجسم بنکر مرنے والے کو نظر آتی ہیں وہ ہر ایک پر مایوسانہ اور حسرت بھری نگاہیں
ڈالتا ہے اور طلبگار امداد ہوتا ہے مگر افسوس مال یہ جواب دیتا ہے کہ میں سوائے کفن
کے تجھے کچھ نہیں دے سکتا، قریزی کے ساتھ جمع کئے ہوئے خزانے اور پھر انمیں
سے صرف کفن جیسی حسرتناک شے کا ہی میسر آنا اور سوائے اسکے کوئی مفید حصہ نہ مل
سکنا بس آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کسقدر ہمت شکن اور عبرتناک ہے، اولاد
کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ ہم تجھے اندھیرے گڑھے میں دبا آنے کیلئے
قبر تک چل سکتے ہیں، اللہ اللہ جس اولاد کے تاریک مقام سے برآمد ہونے کی
ماں باپ نے عید منائی تھی بڑی حسرتوں اور تمناؤں کے بعد یہ دن پایا تھا آج
وہی اولاد اپنے ہاتھ سے ماں باپ کو اس سے زائد تاریک و تکلیف دہ مقام میں
پہنچانے کے لئے تیار ہے اگر یہ انقلاب و نیرنگئ عالم اور حسرت و عبرت کی صاف

اور روشن تصویر نہیں تو آخر اور کیا ہے، غرض اب دنیا سے گزر نیوالا سب سے مایوس ہو کر عمل کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو آواز آتی ہے کہ ہم قیامت تک تیرا ساتھ دینگے اور سچی سچی امداد کرینگے پھر ہمارا اپنے اعمال سے غافل رہنا اسپر طرہ یہ کہ دوسروں کے اعمال کی جستجو کرنا کہاں تک قرین دانشمندی ہے ایک عمل ہی ساتھ دینے والے تھے اور اسی سے ہم غافل ساتھ ساتھ موت کو بھول جانا اور سرکشی کسقدر افسوسناک ہے جب معلوم ہو گیا کہ عمل ہی ساتھ دینے والی شے ہے تو دنیا کی تمام فانی اور سریع الزوال آرائشوں کو چھوڑ کر اور موت کو پیش نظر رکھکر جو شانی ہے ہم ایسی شے کے کسب میں کیوں کمال حاصل کریں جو آخر تک رفاقت کرے اور تا قیامت وفا و مروت کے ساتھ حق معیت ادا کرے 'مروت' مرء کا مصدر ہے 'مرء' آدمی کو کہتے ہیں لہذا 'مروت' کا صحیح ترجمہ 'آدمیت' ہوا معلوم ہوا کہ آدمی میں صفت مروت ہوتی ہے اور جسمیں خود کوئی صفت ہوتی ہے وہ دوسروں میں بھی وہی پسند کرتا ہے لہذا آدمی وہی ہے جو تمام دنیا کی چیزوں میں سے اس چیز کو پسند کرے جسمیں وفا و مروت ہو اور ایسی چیز صرف عمل ہے جو قیامت تک ساتھ دینے کا وعدہ کرتا ہے اب ظاہر ہو گیا کہ اگر ہم اسی میں کمال حاصل کریں تو آدمی ہیں ورنہ اپنے آپ کو مصداق آدمیت سمجھنا عین حیوانیت ہے۔

بہر نہج خوشا حال ان لوگوں کا جو موت کی یاد میں ہمیشہ اصلاح عمل کرتے رہتے ہیں۔ کمزوری کا بڑا سبب موت سے غفلت ہے انسان اس بے اعتنائی و لاپروائی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے کہ جیسے اسکو خدا کے سامنے جانا ہی نہیں اور موت جیسے حتمی علم سے مستثنیٰ ہے مال و اولاد کا تو جو کچھ حوصلہ شکن جواب تھا وہ آپ نے سنا ہی البتہ عمل نے وعدہ رفاقت کیا تھا اگر خراب عمل ہیں تو انکی رفاقت سے الاماں اور اگر اچھے ہیں تو خیر ہی خیر ہے لیکن اچھے عمل تو اسیوقت ہو سکتے ہیں جب انسان موت کے لیے ہر دم چشم براہ و منتظر رہے ہماری انتہائی بے حسی اور صد درجہ کوتہ نظری ہے اگر موت کو بھولیں یا اس سے گریز کریں جبکہ

دنیا کی ہر شے موت کو یاد دلا رہی ہے، ذرہ ذرہ اسی کی خبر دے رہا ہے، پتہ پتہ صفحہ نقش ہلاک موت ہے، چپہ چپہ اسکے اثرات سے متاثر ہے مگر ہم ہیں کہ سارے مشاغل یاد مگر موت فراموش، وہ تمام اخلاق رذیلہ جنھیں ہلاکت روح اور زوال جوہر انسانیت ہی تختہ مشق مگر رضائے خدا کے ساتھ مرجانے میں تامل، دنیا بھر کے ذکر اذکار مشغلہ لطف مگر ذکر موت پس پشت، نہ روز کی اموات سے عبرت، نہ کارنامہائے سلف سے نصیحت، نہ طرز عمل اولیاء کا خیال، نہ تعلیمات ائمہ پر نظر۔ دنیا میں سبق دینے والے اور تعلیمات دین کی یادگاریں قائم کرجانیوالے نایاب نہیں بلکہ خداوند عالم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار درسگاہیں قائم کیں پھر بارہ ائمہ کے ذریعہ سے علم و حکمت کے بارہ دروازے کھولدیے جنھیں علم و عمل کے خوشرنگ نقشے، عبرت و نصیحت کے بینظیر مرقعے اور حکمت و موعظت کے بہترین نمونے موجود ہیں مگر ہم نے اپنے طرز عمل کو انکے نقطہ عمل سے جدا کرلیا، انکے سبق بھلادیے، انکی تعلیمات محو کردیں ہم نے دنیا کو مدنظر رکھا اور انکا دین پر تکیہ تھا ہم اسفل کیطرف جھکے اور وہ اعلیٰ کیطرف بڑھے، ہم نے نفس امارہ کو حاکم سمجھا اور انہوں نے احکم الحاکمین پر نظر رکھی۔ ہمارا آئمہ ایسے ہیں کہ ہر تصویر عصمت نقش و نگار حکمت عمل کا بیمثل نمونہ اور اخلاق حسنہ کی نظر فریب رنگینی کا بے عدیل مرقع تھے مگر پھر بھی ہمارے تیسرے امام حسین بن علی روحی لہما الفداء نے کربلا کے خونی رنگ صفحہ پر جن اخلاق و اعمال کی نقشہ کشی کی انکے رنگ اسقدر گہرے اور پائدار ہیں کہ تیرہ سو برس گزرجانیکے بعد بھی اپنی اصلی حالت پر باقی ہیں اسی لئے اسلام کے ہر باب کی بہترین درسگاہ میدان کربلا اور بہترین معلم شہدائے کربلا نظر آتے ہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کربلا کا ذرہ ذرہ اپنے شہیدوں کے ذکر موت اور شوق لقائے خدا کی شہادت دے رہا ہے جنہوں نے عملاً بتادیا کہ موت بڑی محبوب شے ہے اسلئے کہ محبوب کیطرف سے آئی ہے یاد مرگ اور شوق شہادت میں بچے اپنی تمناؤں کو بھول گئے تھے، جوانوں نے

اپنے ارمان خاک میں ملا دیئے تھے، بڈھوں نے خمیدہ کمروں کو سیدھا کر کے سینے اُبھار لئے تھے، عورتیں اولاد سے ہاتھ دھو چکی تھیں، مرد مردانہ وار موت پر گرے پڑتے تھے، اتنے معلموں میں سے اسوقت نظر انتخاب ایک ایسے معلم پر پڑتی ہے جو احکام وقوانین خدا کا مبلغ بھی تھا اور جاں نثار اہلبیت بھی، سقائے سکینہ بھی تھا اور علمدار فوج خدا بھی، عباس علمدار بھی تھا اور شبیہ جعفر طیار بھی، محبوب حبیب کردگار بھی تھا اور تصویر حیدر کرار بھی، بہادر ایسا کہ عباس نام، حسین ایسا کہ قمر بنی ہاشم لقب، صاحب فضل وکرم ایسا کہ ابوالفضل کنیت بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا أَبَا الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ؟

اُدھر بچے پانی پانی چلائے اور اُدھر فرزند شیر خدا چیں برجبیں، مشک بدوش شمشیر بکف، گھوڑے پر سوار نہر کیطرف چلے مگر یہ ملحوظ رہے کہ لڑنے نہ جا رہے تھے بلکہ مشک اپنی بزبان خشک کہہ رہی تھی کہ متلاشی آب ہیں، علم کی حفاظت جدا، مشک کا اہتمام علیحدہ، فرس ایکطرف اور تلوار ایک جانب اتنے اشغال میں محض دفاعی شان کو مدنظر رکھتے ہوئے لشکر مخالف کیطرف یوں چلے جیسے ایمان کفر کیطرف، یا شہاب ثاقب ابلیس کیطرف یا بجلی فضائے تاریک کی طرف اور نہر پر جانے سے اعدا کو مزاحم دیکھکر رجز پڑھا یا یوں کہئے کہ بلبل بوستان علی نے نغمہ محبت گایا یا یوں کہئے کہ عباس کے میدان میں آتے ہی حسین کا طوطی بولنے لگا۔ سقائے اہلبیت کا رخ نہر کی جانب دیکھکر موکلین فرات مانع ہوئے گھاٹ کے نگہبان فوج در فوج اور موج درموج آپ کیطرف بڑھے عباس غازی نے تلوار کھینچ لی، شیر خدا کا شیر بپھرا ہوا کوندتی ہوئی بجلی کی مثل اور تیز و تند ہوا کیطرح راست وچپ حملہ کر رہا تھا، فضاء غبار سے سیاہ اور زمین خون سے سرخ ہوگئی اشقیاء کفار ذوالفقار آتش بار علمدار سے اس پیکار میں ہولناک واصل جہنم ہو کر فی النار ہوئے، یہ دیکھکر تمام لشکر کا منہ پھر گیا سب کے

سب سپاہی شکست کھا کر بھاگے۔ شیر غضبناک گھاٹ پر پہنچا، نہر میں گھوڑا ڈالدیا، مشک بھری اور لیکر چلے یا یوں کہیے کہ شیر شکار کو لیکر چلا کمانداروں نے کمانیں سیدھی کیں، نیزہ داروں نے نیزے تانے اور تلواروں والوں نے تلواریں علم کیں چاروں طرف سے آپکو گھیر لیا، اس ہنگامہ میں عباس علمدار ایسے معلوم ہو رہے تھے۔ کہ گویا حیدر کرار اپنے فرزند کی مدد کو آگئے ہیں اور اطفال حسین کیواسطے پانی لیجانے کے لئے دشمنوں کو دفع کر رہے ہیں لڑتے جاتے تھے اور بڑھتے جاتے تھے حالت یہ تھی کہ اربعہ عناصر متلاطم ہو گئے پانی کی ایک موج دوسری موج سے ٹکرائی اور جسم نازک نیلا پڑ گیا، ہوا کا ایک جھونکا دوسرے جھونکے سے متصادم ہوا اور چہرے پر ہوائیاں اوڑنے لگیں، ایک بگولے نے دوسرے بگولے سے ٹکر کھائی اور دونوں اپنے انتشار پر خاک اوڑانے لگے۔ گھوڑوں کے سموں سے شرارے اُٹھے اور حُسن قمر بنی ہاشم کو دیکھکر جل مرے قتل ہونیوالے قتل ہو رہے تھے اور بھاگنے والے بھاگ رہے تھے، ہمتیں دلوں سے، روحیں جسموں سے اور سر تنوں سے رخصت ہونے لگے مگر جبین شجاعت پر کوئی بل نہ تھا، قدم مبارک میں ذرا لغزش نہ تھی، دامن وقار پر کوئی دھبہ نہ تھا، نہ گھبراتے تھے اور نہ میدان سے بھاگتے تھے بلکہ زبردست پہلوانوں اور منچلے شیطانوں کو مار مار کر بل نکال رہے تھے، زمین کارزار خون کفار سے لالہ زار ہو گئی، ارض کربلا کے نشیبوں میں پیاسے کے سامنے پانی کی جگہ خون جمع ہو گیا اور ایک آن میں پسر شیر یزداں نے تیغ درخشاں سے زمین میدان کو کوہ بدخشاں بنا دیا۔

آخر کہاں تک لڑتے خود بھی زخموں سے چور ہو گئے، خون بہجانے سے ضعف پیدا ہو گیا، تلوار چلاتے چلاتے ہاتھ تھکن محسوس کرنے لگے ناگاہ ایک نابکار نے آکر آپکے داہنے شانے پر تلوار کا وار کیا دست مبارک جدا ہو کر گرا آپ کربلنگ دل لو نہنگ جگر تھے مشک کو بائیں شانہ پر لیکر چلے تھوڑی دور بڑھے تھے کہ بایاں ہاتھ بھی قلم ہو گیا

آپ نے مشک دانتوں میں پکڑ لی اور آگے بڑھے دفعتاً مشک پر تیر لگا پانی بہ گیا یا یوں کہیے کہ عباس کی حسرتوں پر پانی پھر گیا سینہ تیرے جگر پیکان سے اور سر گرز سے زخمی ہوا گھوڑے سے گرے مظلوم کربلا کو پکارے وَا اَخَاہُ اَدْرِکْنِیْ بھائی جان میری خبر لیجئے۔ حمید بن مسلم راوی ہے کہ سید الشہداء بیتابانہ دوڑے اور کچھ دور جاکر زمین کی جانب جھکے کوئی چیز زمین سے اٹھاکر سینے سے لگائی روتے ہوئے آگے بڑھے چند قدم کے بعد پھر جھکے اور پھر ایک چیز اٹھا کر سینہ سے لگائی زار زار روتے جاتے تھے اور ماتم کرتے جاتے تھے راوی کہتا ہے کہ میں نے قریب جاکر پوچھا یا اَبَا عَبْدِ اللہِ آپ نے کیا چیز زمین سے اٹھائی ہے حضرت نے آغوش کھول دی میں نے دیکھا کہ دستہائے بریدہ جناب عباس کو گود میں لئے ہیں اسی شان سے عباس علمدار کے قریب پہنچے برابر کا بھائی زمین پر افتادہ نظر آیا جسم پاش پاش تھا تیروں پر تیر پیوست تھے ایک جانب مشک تیروں سے چھدی ہوئی پڑی تھی۔

کیوں عزادارو کیا اسکے بعد عباس کے ساتھ کسی اور ظلم کی بھی ضرورت تھی مگر آہ خدا لعنت کرے عمر سعد پر کہ اسکی فوج نے اسپر بھی اکتفا نہ کی بلکہ سر مطہر کو بذلت وخواری لئے پھرے قاسم بن اصبغ کہتا ہے کہ میں نے ایک لعین کو گھوڑے پر سوار دیکھا اسکے شکار بند میں ایک نوجوان کا سر بندھا ہوا تھا جب گھوڑا دوڑتا تھا تو وہ سر زمین سے ٹکراتا تھا راوی نے پوچھا کہ ای سوار تو کون ہے جواب دیا حرملہ بن کاہل اسدی پوچھا یہ سر کسکا ہے کہنے لگا کہ یہ سر علمدار حسین ابن علی کا ہے اَلَا لَعْنَةُ اللہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

مجلس ۳۳ امیر المومنینؑ کا ایثار و کرم، آپکا تقویٰ و پرہیزگاری، ندائے قبر و حالات موت، رخصت جناب علی اکبرؑ آپکی شہادت اور جناب سکینہ کی بیتابی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْمُسْتَعَانُ فِیْ کِتَابِہِ الْقُرْاٰنِ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْكُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۨ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

خلاق عالم کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ صاحب برکت ہے وہ ذات جسکے قبضۂ قدرت میں ملک ہے وہ ہر شے پر قادر اور ایسا ہے جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے ازروے عمل کون بہتر ہے

مجلس سابق میں عرض کیا گیا تھا کہ موت و حیات کی علت آزمائش عمل ہے جسپر آیہ مذکورہ دلالت کر رہی ہے یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ موت و حیات کے ذریعہ سے کیونکر امتحان ہوتا ہے اور امتحان موت کسقدر مشکل مرحلہ ہے تمام امتحانات تو انسان دے ہی لیتا ہے مگر موت وہ ہولناک شئے ہے جس سے یوں ہی روح پرواز کرتی ہے چہ جائیکہ اسمیں امتحان کا نام آجائے مگر حسن عمل ہر جگہ مدد کرتا ہے جسطرح دنیا میں ایک منزل دوسری منزل کیلئے راہبر کا کام کرتی ہے اور ایک مرحلہ دوسرے مرحلے سے گزر جانے میں معاون ہوتا ہے اسی صورت سے امتحان زندگی کو امتحان موت میں بڑی مدخلیت ہے جو امتحان حیات میں کامیاب ہو جاتا ہے یعنی اعمال حسنہ کا ذخیرہ جمع کر لیتا ہے اسکے لیے امتحان موت بھی سہل ہو جاتا ہے جانکنی آسانی سے ہوتی ہے ملک الموت شفقت کرتے ہیں اور موت کا اشتیاق اسقدر بڑھ جاتا ہے

جیسے بچہ گو لپستان مادر کا جبھی تو امتحان حیات میں کامیاب ہونیوالوں نے یہ مراتب حاصل
کئے کہ کہیں پیام آرہا ہے کہ اگر تمہیں منظور ہو تو روح قبض کیجائے، کہیں پوچھا جارہا ہے کہ
ہمارے پاس آنے کے لئے تیار ہو یا نہیں کہیں ملک الموت دروازے پر طالب اذن حضوری
نظر آرہے ہیں یہ سب کچھ اسی لئے تھا کہ ان حضرات کی زندگیاں کامیاب زندگیاں تھیں
حسن عمل سے موت کو بھی مطیع بنالیا تھا نفس کشی پر بدرجہ اتم قادر تھے نفس امارہ کو
شکست فاش دیدی تھی اپنی ضرورت کا خیال نکرنا اور دوسروں کی حاجت روائی کرنا خود
بھوکا رہنا اور دوسروں کو سیر کرنا معمولی بات نہیں یہی وہ ریاضتیں ہیں جو موت ہی نہیں
بلکہ قیامت تک کام آتی ہیں۔ منقول ہے کہ ایکروز جناب امیر علیہ السلام اپنے دولتسرا میں
تشریف لائے جناب سیدہ کو دیکھا کہ حسنین کو سلا رہی ہیں مگر بچے بسبب گرسنگی نہیں سوتے
عرض کرنے لگیں کہ ای اباالحسن یہ دونوں بھوک کی شدت سے بیتاب ہیں اور تین روز سے
انہوں نے کچھ نہیں کھایا امیر المومنین یہ سنکر عبداللہ بن عوف کے پاس آئے اور
ایک دینار قرض طلب کیا عبداللہ نے سو دینار کی تھیلی آپکے سامنے رکھدی اور کہا کہ
اسکو قبول فرمائیے یہ ہبہ اور صدقہ ہے فرمایا کہ میں بغیر عوض کچھ نہ لونگا۔ اسے کہتے ہیں نفس
کشی اور ثبات قدم کیونکہ امتحان کی ایک منزل دوسری منزل کو آسان نہ کردے
اُسنے ہرچند اصرار کیا مگر آپ نے ایک دینار سے زائد منظور نہ کیا اور قرض کے طور پر لیکر
بازار کیطرف تشریف لیچلے تاکہ حسنین کیلئے کچھ لائیں دیکھا کہ راہ میں مقداد بیٹھے ہوئے
ہیں فرمایا کہ ای مقداد ایسی گرم ہوا میں کہاں بیٹھے ہو اللہ اللہ غلام ہو تو ایسا ہو جسمیں
فرط اطاعت و فرمانبرداری سے آقا کے صفات پیدا ہوگئے ہوں کہنے لگے کہ مولا میں نے
چار دن سے کھانا نہیں کھایا اسی فکر میں گھر سے نکلا ہوں زہے ایثار و کرم کہ وہ دینار
مقداد کو دیدیا اور فرمایا اے مقداد تم ہم سے زائد مستحق ہو اسلئے کہ ہم تین روز سے بھوکے ہیں
اور تم چار روز سے مقداد کو دینار دیکر خالی ہاتھ مسجد میں تشریف لے آئے دوسرے روز آپ

دروازہ مسجد پر تشریف رکھتے تھے کہ ایک عرب ناقہ پر سوار آیا اور ایک تھیلی دیکر غائب ہو گیا آپ اس تھیلی کو خدمت رسول میں لائے اور سارا واقعہ بیان کیا جناب رسالتمآب نے تھیلی کھولی تو اُسمیں سات سو دینار تھے حضرت علی سے پوچھا کہ ای علی تمنے پہچانا کہ وہ عرب کون تھا عرض کی کہ خدا و رسول خوب جانتے ہیں فرمایا وہ جبرئیل تھے اور بحکم خدا تمہیں اس دینار کا عوض دیگئے جو تمنے مقداد کو دیا تھا اور آخرت میں خدا تمہیں اسکا اسقدر اجر دیگا کہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو گا نہ سنا ہو گا اور نہ کسی کے دل میں گزرا ہو گا حضرت علی شکر خدا بجالائے ایک دینار سے عبداللہ بن عوف کا قرض ادا کیا اور باقی راہ خدا میں صرف کر دئے اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّد

تقویٰ و پرہیزگاری کی یہ کیفیت تھی کہ بنابر مناقب مرتضوی آپ بروز جمعہ لباس کہنہ پہنے ہوئے خطبہ فرما رہے تھے ابن عباس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ لباس تو امیرالمومنین کی قابل نہیں ہے حضرت کو بعلم امامت معلوم ہو گیا فرمایا اے ابن عباس اس لباس میں میں نے اسقدر پیوند لگوائے ہیں کہ درزی بھی عاجز آ گیا اے ابن عباس علی کو زینت اور عیش و آرام سے کیا کام بہت سے مومنین محتاج و نادار ہیں پھر میں تو امیرالمومنین ہوں مجھے سب سے زیادہ سختی میں بسر کرنا چاہئے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ فقراء مومنین، یتیم و مسکین اور بیوہ عورتیں تو بھوک سے تڑپیں اور علی سیر ہو کر سوئے بخدا اسکا لائیزال مجھ سے ہرگز نہ ہو گا۔ پھر بتائے کہ یہ حضرات تسلیم و رضا کے مالک اور امتحانات زندگی میں کامیاب کیونکر نہ ہو جائیں

— جسطرح امتحان زندگی کے نتائج امتحان موت میں دخیل ہوتے ہیں اور ان کا اس امتحان میں کامیابی و ناکامیابی سے بڑا تعلق ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا اسی طرح امتحان موت کا تصور اور اُسکو ہر وقت پیش نظر رکھنا بھی ایسی چیزیں ہیں جنسے امتحان زندگی میں کامیابی کی راہیں ملتی ہیں جسطرح نتیجہ امتحان زندگی کے حسن و قبح سے

امتحان مرگ سہل و سخت ہو جاتا ہے اسیطرح موت کو پیش نظر رکھنے سے انسان کو
امتحان زندگی میں کامیابی کی صورتیں مل سکتی ہیں یعنی خود بخود حسن عمل کیطرف رجحان
ہو جاتا ہے اور موت سے غفلت انسان کو گمراہ کر دیتی ہے جگانیوالے اور ہوشیار کرنے
والے تو برابر اپنا کام کر رہے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہماری غفلت حد سے بڑھ جائے
یہانتک کہ قبر روزانہ انسان کو پانچ آوازیں دیتی ہے اَنَا بَیْتُ الْوَحْدَۃِ فَاحْمِلُوْا اِلَیَّ
جَلِیْسًا میں تنہائی کا گھر ہوں لہذا جب تم آؤ تو کوئی ہمنشین لیکر آنا۔ اَنَا بَیْتُ الْوَحْشَۃِ
فَاحْمِلُوْا اِلَیَّ اَنِیْسًا میں وحشت ناک اور ڈراونا گھر ہوں جب تم آؤ تو کوئی غمگسار لیکر آنا
اَنَا بَیْتُ الظُّلْمَۃِ فَاحْمِلُوْا اِلَیَّ سِرَاجًا میں تاریکی کا گھر ہوں جب تم آؤ تو کوئی چراغ لیکر
آنا۔ اَنَا بَیْتُ الدِّیْدَانِ فَاحْمِلُوْا اِلَیَّ تِرْیَاقًا میں موذی کیڑوں کا گھر ہوں جب تم آؤ
تو کوئی دوا اور تریاق لیکر آنا۔ اَنَا بَیْتُ التُّرَابِ فَاحْمِلُوْا اِلَیَّ فِرَاشًا میں مٹی کا گھر ہوں
جب تم آؤ تو کوئی فرش لیکر آنا۔ آخرت کی منزلیں اللہ اکبر بڑی سخت ہیں موت کو یوں
کہنا چاہئے کہ دنیا کی آخری منزل اور آخرت کی پہلی منزل ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک
شخص نے گورستان میں ایک لڑکے کو دیکھا کہ دو قبروں کے درمیان بیٹھا زار زار روتا ہے
اور یہ آیت پڑھتا جاتا ہے فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ
یعنی جب صور پھونکا جائیگا تو لوگوں کے درمیان کچھ رشتے اور قرابتیں نظر آئینگی اور نہ
ایک دوسرے سے پوچھ سوال کرینگے اس شخص نے لڑکے کو سلام کیا اور کہا کہ میں بھی
اس آیت کو اکثر پڑھتا ہوں مگر کبھی روتا نہیں کہا کہ اے اللہ الٰہی کسی کو رلاتا ہے کسی کو
ہنساتا ہے پوچھا کہ یہ دونوں قبریں کسکی ہیں کہا میرے والدین کی شیخ نے پوچھا کہ تم
اپنی ماں کے لئے زیادہ روتے ہو یا باپ کے لئے کہا کہ تم دیوانے ہو گئے ہو مجھے رونے
کے لئے اپنے ہی حالات کیا کم ہیں کہ دوسروں کے لئے روؤں اس شخص کو چار مرحلے
پیش ہونگے وہ اب کسی کے لئے رو سکتا ہے کہا کہ وہ کیا ہیں جواب دیا کہ پہلا مرحلہ

واقعۂ جانکنی ہے جسکے لئے ارشاد عز اسمہٗ ہے فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَاَنْتُمْ
حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ؕ یعنی جب جان گلے تک پہنچیگی اور تم دیکھتے رہ جاؤ گے دوسرا مرحلہ
تاریکی قبر ہے جسکے لئے ارشاد ہے حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ یعنی یہانتک کہ تم قبروں کو دیکھو
تیسرا مرحلہ صحرائے قیامت میں کھڑا ہونا ہے ارشاد ہوتا ہے یَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ؕ یعنی جسدن سب لوگ حساب کتاب کیلئے خداوند عالم کے روبرو کھڑے ہونگے
اور چوتھا مرحلہ پل صراط سے گزرنے کا ہے جسکے لئے قرآن میں ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا
كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ؕ یعنی کوئی بھی تم میں سے ایسا نہیں جو اُسپر سے نہ گزرے
یہ حکم خدا ثابت و مقدر ہو چکا ہے ضرور ہوگا اُس شخص نے کہا کہ یہ لڑکا تو حالات حشر سے بھی
خبردار ہے افسوس کہ میں غفلت میں ہوں لڑکے سے کہنے لگا کہ میرے ساتھ رہو عالم
بن جاؤ گے جواب دیا کہ میں نے علم چار باتوں سے حاصل کیا ایک احکام خدا کو بجا لا کر تاکہ
اسکی خوشنودی کا استحقاق ہو دوسرے منہیات سے پرہیز کر کے تاکہ عذاب و غضب
خدا سے نجات پاؤں تیسرے ہر دم اسکی اطاعت کر کے کہ وہ اُسیکا اہل ہے چوتھے بدن
و تن کو ہمیشہ اسکی خدمت میں مصروف کر کے یہانتک کہ اسکی نسبت میں مرجاؤں شیخ
نے آہ بھر کر کہا کہ یہ لڑکا تو ربوبیت کی خبر دیتا ہے اس سے کہنے لگا صاحبزادہ تم عابد و
زاہد بھی ہو اور عارف بھی میرے ساتھ چلکر میری فرزندی و صحبت میں ہو کہا کہ میں اس
کی صحبت پسند کرتا ہوں جو میرے لئے چار باتیں کر سکے ایک خود نہ کھائے اور مجھے سیر کرے
دوسرے خود کچھ نہ پہنے اور مجھے لباس پہنائے تیسرے میرے مرض کو دور کرے اور مجھکو
شفا دینے پر قادر ہو چوتھے میرے مرنے کے بعد مجھپر رحم کرے کہا یہ کام تو بس خدا ہی کے ہیں
لڑکے نے جواب دیا کہ پھر یہ مروت سے بہت بعید ہے کہ سب نعمتیں تو خدا کی طرف سے
ہوں نہ مطلب کا سوال اس سے کروں اور صحبت میں تمہاری رہوں۔
یہ ایک بچے کے خیالات تھے جنکا تعلق موت سے تھا یا اُن باتوں سے جو موت پر

موقوف ہیں وغیرہ وغیرہ بہرحال سراپا نصیحت و عبرت واقعہ تھا جسے میں نے
محض موت کی یاد دلانے کیلئے پورے طور پر نقل کر دیا اب عرض کرتا ہوں کہ حسن موت
سے دنیا بھاگتی ہے اسکی طرف ہادیان شرع نے بہت رغبت دلائی ہے درحقیقت
اگر موت حُسن عاقبت کے ساتھ ہو تو وہ موت نہیں بلکہ زندگی ہے اور اگر حُسن عاقبت
نہیں بلکہ انسان سراپا گناہ ہے تب بھی موت ڈرنے سے ٹل نہیں سکتی اس صورت
میں موت سے ڈرنا کوتہ اندیشی و حماقت کے ساتھ ساتھ ایک عظیم و بے لذت
گناہ بھی ہے شریعت میں موت کی بنا پر بڑے بڑے مراتب دئے گئے ہیں، ائمہ
معصومین علیہم السلام کے اقوال دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ایام ہفتہ میں سے ہر دن
کی موت جداگانہ شرف رکھتی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو
مومن ایک جمعہ کے زوال شمس سے دوسرے جمعہ کے زوال شمس تک کسی وقت میں
مریگا خداوند عالم اسے فشار قبر سے پناہ دیگا مطلب یہ ہے کہ ایمان پر موت ہو اسکا
یہی اجر ہوگا خواہ ہفتہ بھر میں سے کسی دن ہو۔ علی مرتضیٰ کا قول ہے کہ جو شخص پنجشنبہ کو
زوال کے بعد مریگا بشرطیکہ مومن ہو خداوند عالم اسے فشار قبر سے بچائیگا اور منقول
ہے کہ روز حشر اسے قبیلۂ ربیعہ و مضر کی برابر آدمیوں کی شفاعت کا حق حاصل ہوگا اور
جو مومن شنبہ کو مریگا تو خداوند عالم اسکو یہودیوں کے ساتھ آتش دوزخ میں کبھی
معذب نکریگا اور جو مومن یکشنبہ کے دن مریگا تو خداوند عالم اُسے نصاریٰ کے
ساتھ کبھی آگ میں معذب نکریگا اور جو مومن دوشنبہ کو مریگا تو خداوند عالم اُسے
کبھی ہمارے دشمنوں یعنی بنی امیہ کے ساتھ آگ میں معذب نکریگا اور جو شخص
سہ شنبہ کے دن مریگا تو خداوند عالم اسکو بلند مقام پر ہمارے ساتھ محشور فرمائیگا
اور جو مومن چہارشنبہ کو مریگا خداوند عالم اسے قیامت کے دن عذاب حشر سے
محفوظ رکھیگا اس سے ہمکلام ہوکر اسے نیکبخت قرار دیگا اپنے فضل کے مقام میں اُتاریگا

نہ وہاں اسکو کوئی بلا پہنچیگی نہ کوئی تکلیف' فرماتے ہیں کہ مومن جس حالت میں بھی مرے
اور جس حالت میں بھی اُسکی روح قبض ہو اگر وہ اصول دین کی تصدیق کرنیوالا ہے
تو شہید ہے میں نے جناب رسالتمآب سے سنا ہے کہ اگر مومن دنیا سے اس حالت
میں اُٹھے کہ اُسپر تمام زمین والوں کی برابر گناہ ہوں تو موت اُسکے گناہوں کا کفارہ ہو جائیگی
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں عمدہ ترین پرہیزگاری موت
کو یاد کرنا ہے بہترین عبادت موت کو یاد کرنا ہے اور بہترین غور و فکر موت کو یاد کرنا ہے'
پس جس شخص کو موت کی یاد غمگین بناتی رہے تو وہ اپنی قبر کو جنت کے باغوں میں سے
ایک باغ کیطرح پائیگا امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ ہم سے کچھ موت کا
حال بیان فرمائیے ارشاد ہوا کہ مومن کے لیے موت ایک بہترین خوشبو کی طرح ہے جسکو
سونگھتا ہے تو سستی و سرور سے اونگھنے لگتا ہے تمام کلفت و الم زائل ہو جاتا ہے اور کافر
کے لئے سانپ و بچھوؤں کے ڈسنے کیطرح ہے یا اس سے بھی زائد سخت' عرض کیا گیا کہ
بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت آروں سے چیرنے' قینچیوں سے کاٹنے' پتھروں سے کچلنے اور
آنکھوں میں چکیوں کی کیلیاں گھمانے سے بھی زائد سخت ہے فرمایا کہ یہ حالت اسکی
کافروں اور بدکاریوں کے لئے ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بعض کفار و بدکار موت کی یہ
سختیاں اٹھاتے ہیں یہی موت (موت کفار و فاسقین) تو ان تکلیفات سے سخت تر
ہوتی ہے اور یہ موت عذاب دنیا سے کہیں زائد شدید ہے کہا گیا کہ پھر کس واسطے بعض
کافروں کے لئے ہم سکرات موت کے وقت جانکنی کو آسان دیکھتے ہیں فرمایا جو کچھ مومن
کو موت کے وقت راحت ہوتی ہے یعنی وہ اسکے لئے فوری ثواب ہے اور جو کچھ تکلیف
ہوتی ہے اس سے گناہ رہ جاتے ہیں تاکہ وہ آخرت میں پاک و پاکیزہ اور ثواب دائمی کا
مستحق ہو کر آئے جس سے اسکے لئے سوائے موت کے کوئی مانع نہ تھا اور جو کچھ کافر کو جانکنی
میں سہولت ہوتی ہے وہ اسلئے کہ اسکی نیکیوں کا اجر دنیا ہی میں ختم کر دیا جائے اور آخرت

میں محض عذاب ہی کا مستحق ہو کر آئے (ثواب کا ذرہ برابر نہیں) اور جو کچھ تکلیف ہوتی ہے وہ اسکی نیکیوں کا اجر دنیا میں تمام ہو جانے کے بعد عذاب خدا کی شروعات ہے یہ اسلئے کہ خدا عادل ہے ظالم نہیں' امام موسی کاظم علیہ السلام ایک شخص کے پاس تشریف لیگئے جو سکرات موت میں مبتلا تھا اور کسی پکارنے والے کو جواب نہیں دیتا تھا لوگوں نے کہا کہ ای فرزند رسول ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ موت کی کیا حالت ہے اور یہ ہمارا ساتھی کس حال میں ہے فرمایا کہ موت مومنین کو ان کے گناہوں سے پاک کر دیتی ہے اور آخری تکلیف ہوتی ہے جو آخری گناہ کے کفارہ میں ان کو پہنچتی جو انپر باقی رہگیا تھا پھر قیامت میں سزا ملنے کے لئے انپر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ اور کافروں کو ان کی نیکیوں سے خالی کر دیتی ہے اور آخری لذت یا نعمت یا راحت ہوتی ہے جو آخری نیکی کے اجر میں انکو لاحق ہوتی ہے پھر قیامت میں اجر ملنے کے لئے ان کی کوئی نیکی باقی نہیں رہتی تمہارے اس ساتھی کی حالت یہ ہے کہ گناہوں سے پاک ہو گیا اور اسطرح صاف و پاکیزہ ہوا جیسے کپڑا میل سے اب یہ ہمارے ساتھ جنت کے دائمی گھر میں رہنے کے قابل ہو گیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اکثر غافل لوگ اپنے پہننے کے لئے کپڑے بناتے ہیں مگر وہ انکا کفن ہو جاتا ہے اور رہنے کے لئے مکان بناتے ہیں مگر وہ انکی قبر کا مقام ہو جاتا ہے ارشاد نبوی ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے جس شخص نے اس سے نجات پائی تو اسکے بعد کی منزلیں اس کے لئے آسان ہو جائیں گی ورنہ بعد کی منزلیں بھی اس سے کم نہیں حضرت ابراہیم نے ملک الموت سے کہا کہ کیا تم مجھے اپنی وہ صورت دکھا سکتے ہو جس سے بدکاروں کی روحیں نکالتے ہو کہا کہ آپ اسکو دیکھ نہیں سکینگے فرمایا میں دیکھونگا عرض کیا کہ اچھا ذرا میری طرف سے منہ پھیر لیجئے آپنے منہ پھیر لیا اب جو ملک الموت کیطرف ملتفت ہوئے تو دیکھا کہ ایک سیاہ رو مرد ہے جسکے بال کھڑے ہیں بدبو آرہی ہے کپڑے کالے ہیں منہ اور ناک سے آگ کے شعلے اور دھواں

نقل رہا ہے خلیل خدا پر غشی طاری ہو گیا جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ ای ملک الموت اگر ہو فاسق و فاجر تمام عذابوں سے چھوٹ کر موت کے وقت صرف تمہاری ہی صورت دیکھے تو اُسے یہی عذاب کافی ہے۔

اسی موت و ذکر موت کیطرف ترغیب و تحریص کے لئے سید الشہدا نے جنگل بسایا تھا کربلا کو آباد کیا تھا' اعزا و انصار بھائی بھتیجے' بھانجے اور فرزند سب ہی کو تصویر شوق مرگ بنا کر یہی تعلیم دی تھی کہ موت تقرب خدا کا زینہ ہے اور دل سے اسکا انتظار کرنا چاہئے جو بھی مشتاق شہادت ہو کر آیا اُسکی حوصلہ افزائی فرمائی حر جیسا وفادار آیا اجازت دیدی' حبیب جیسا دوست آیا جانے دیا' مسلم جیسا رفیق آیا بھیجدیا' بھائی کی نشانی قاسم ابن حسن آئے تو تیغوں میں ہاتھ رکھکر گھوڑے پر بٹھا دیا' عباس علمدار جیسا یکتائے روزگار بھائی آیا تو اگرچہ لب سے یہ نفرما سکے کہ تم مرنے کے لیے جاؤ مگر پانی کے بہانہ سے تقرب خدا کا راستہ بتا ہی دیا' علی اصغر نے گہوارہ سے گر کر اظہار شوق شہادت کیا تو ہاتھوں پر رکھکر لے گئے اور واصل بحق کرا آئے سب سے زائد سخت وہ موقع تھا جب علی اکبر جیسے حسین و جمیل شبیہ رسول فرزند کو دولہا بنا رہے تھے نہ اسلئے کہ بیاہ رچیگا بلکہ اس غرض سے کہ راہ خدا میں قربان ہو کر شادی مرگ ہوگی۔

چنانچہ جب شبیہ پیغمبر میدان کارزار سے پلٹ کر اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ بابا جان مجھے پیاس ہلاک کئے دیتی ہے اگر ممکن ہو تو ایک جرعہ آب پلا دیجئے تو سید الشہدا رونے لگے اور فرمایا کہ ای پارۂ جگر رسول مختار حیدر کرار اور تیرے بیکس و ناچار باپ پر بہت دشوار ہے کہ تو پانی مانگے اور مجھ سے نہ ہو سکے یہ فرما کر اپنی زبان دہن جناب علی اکبر میں دی فوراً ہمشکل پیغمبر نے اپنی زبان نکالکر عرض کیا کہ بابا آپ کی زبان تو میری زبان سے بھی زائد خشک ہے تب سید الشہدا نے

انگشتری دہن علی اکبر میں دیکر فرمایا کہ بیٹا تم عنقریب اپنے جد بزرگوار کے ہاتھ سے ایسے سیراب ہوگے کہ پھر کبھی پیاس نہ ہوگی یہ کلمات حسرت و یاس ارشاد فرمانے کے بعد اپنے فرزند نامراد کو اسطرح رخصت کیا کہ پہلے تو مایوسانہ نگاہ سے علی اکبر کو دیکھا اور رونے لگے پھر ردائے معز بجائے کفن پہنائی ' ایک مٹھی خاک چہرۂ علی اکبر پر بطور حنوط ملائی کیوں عزادارو یہ حنوط کیسا تھا شاید اسلیئے ہو کہ آپ بعلم امامت مظالم اعدا کو جانتے تھے اور معلوم تھا کہ لاشہائے شہدا بے دفن و کفن زمین گرم پر تابش آفتاب میں پڑے رہینگے حنوط کہاں میسر ہوگا اسلئے یوں اپنے دل کی حسرت پوری کرلی اور زیور اسلحہ سے آراستہ و پیراستہ کرکے میدان میں بھیجا ' ضعیف باپ سے جوان بیٹا رخصت ہوا اور یوں رخصت ہوا کہ پھر آنا نصیب نہوا ' ایوب کی کمائی لوٹ آئی ' یعقوب کی بصارت واپس آگئی مگر حسین کے دل پر ایسا زخم لگا کہ نہ بھرا اور نہ قیامت تک بھر سکتا ہے ۔ حمید کہتا ہے کہ وقت رخصت علی اکبر چہرۂ حسین زرد ہوگیا جب بیٹا میدان کو چلا تو مظلوم باپ دیر تک حسرت و یاس کی نظروں سے اپنے فرزند کو دیکھا کیا آخر طاقت نہ رہی خیمہ پکڑ کر خاموش کھڑے ہوگئے یہاں تک کہ علی اکبر شہید ہوئے اور فریاد وَا اَبنَاہُ بلند کی اسوقت حسین کی نظر میں دنیا تاریک ہوگئی راستہ دکھائی نہ دیتا تھا بیتابانہ دوڑے اور آواز دیتے تھے یَا وَلَدِی اَینَ اَنتَ ای نور نظر علی اکبر تم کہاں ہو ایکمرتبہ اور پکارو تاکہ میں تمہاری لاش پر آؤں لکھا ہے کہ حضرت نے ستر مقام پر ٹھوکر کھائی اور اُفتاں و خیزاں قریب علی اکبر پہنچے ۔ خدا کسی باپ کو اپنے بیٹے کا یہ حال نہ دکھلائے دیکھا کہ آپ زخم سینہ پر ہاتھ رکھے ہوئے ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اپنے آپ کو لاش فرزند پر گرا دیا اور لپٹ کر فرمایا کہ ای بیٹا اب تمہارے بعد اس زندگانی پر خاک ہے ۔

بعض روایات میں ہے کہ لاش فرزند پر پہنچکر سید الشہدا نے دیکھا کہ ابھی کچھ سجان

باقی ہے اور تمام بدن نازنین سبز ہوگیا ہے مومنین علی اکبر کا جسم سبز کیوں تھا شاید
اسکی وجہ یہ ہو کہ جو نیزہ سینۂ اقدس میں لگا تھا وہ زہر میں بجھا ہوا تھا اسی کے اثر سے
تمام جسم کی یہ کیفیت ہوگئی باپ بیٹے میں کچھ آخری باتیں ہوئیں خدا کی گردش دیکھئے
کہ جوان فرزند نے بوڑھے باپ سے وصیتیں کیں بیٹا دنیا سے جنت کی جانب اور
باپ میدان سے خیمہ گاہ کیطرف چلا جب حرم سرا میں پہنچے تو حالت غیر تھی زار
زار رو رہے تھے گریبان چاک تھا قدم ڈگمگا رہے تھے جناب سکینہ یہ عالم
دیکھکر عرض کرنے لگیں کہ بابا آپ کا یہ کیا حال ہے کہ روح جسم سے مفارقت
کیا چاہتی ہے آنکھیں گردش کر رہی ہیں بابا بھیا علی اکبر کہاں ہیں۔ اللہ اکبر
سکینہ کا یہ سوال قیامت تھا دل پر ہاتھ رکھکر بتائیے کہ مظلوم باپ اس کا کیا جواب
دیتا کہنا پڑا کہ بیٹی علی اکبر تو شہید ہو گئے یہ سننا تھا کہ جناب سکینہ سینہ و سر پیٹنے
لگیں اور چاہا کہ خیمہ سے باہر نکل آئیں مظلوم کربلا نے روکا اور فرمایا کہ بیٹی کہاں
جاتی ہو صبر کرو۔ عرض کیا کہ بابا جان وہ مصیبت زدہ کیونکر صبر کرے جسکا ایسا
جوان بھائی قتل ہو جائے اور باپ تن تنہا بے مونس و بے یار نرغۂ کفار
میں گرفتار ہو اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْٓا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ٥

مجلس ۳۴ صبر سید الشہداء، مادر علی اکبر کی دعا، جناب زینب کا لاش آنجناب پر آنا، حال سر سید الشہداء و سر علی اکبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ارشاد خدائے عالم ہے کہ صبر کرنیوالوں کو بحساب اجر دیا جائیگا۔

آیہ مبارکہ صابرین کے مراتب پر روشنی ڈال رہی ہے اور صبر کے معنی یہ ہیں کہ مصیبت کے وقت ایسی حالت نہ بنانا جس سے دیکھنے والے مصیبت زدہ کہیں یوں تو دنیا میں بہت سے صبر کرنیوالے گزرے ہیں جناب یعقوب کا صبر شہرہ آفاق ہے صبر ایوب مشہور عالم ہے مگر حسین کو معرکہ صبر میں ان سب پر منزلوں سبقت حاصل ہے اسلئے کہ جسطرح آپکی مصیبتیں سب سے بدرجہا زائد تھیں اسیطرح صبر بھی سب سے کہیں زائد کیا ماں کی قبر چھوٹی نانا کا مزار چھوٹا صبر کیا باوجود مہمان ہونے کے بیوفائی کی گئی، گھاٹ روکے گئے صبر کیا، انصار کی لاشیں اعزہ کی میتیں اٹھائیں صبر کیا بھائی کی نشانی رشک آفتاب بھتیجے کو مرنے کے لئے جانے دیا جسم پارہ پارہ دیکھا جنازہ اٹھایا، فرات پر عباس جیسے وفادار بھائی کے شانے قلم دیکھے آنکھ میں تیر دیکھا بچے پیاسے اور مشک کے پانی کے ساتھ عباس کا خون بہگیا مگر کیا کوئی تاریخ کہہ سکتی ہے کہ حسین سے خلاف صبر و شکر کوئی عمل سرزد ہوا کسقدر عظیم الشان اور دلیرانہ تعلیم تھی گود کے پالے گود میں جاں بلب اور حسین خموش کیا خدائی احکام کی بے نظیر تبلیغ تھی کہ اٹھارہ برس کا گیسووں والا طالب اذن جنگ اور آپ محو صبر و شکر جسکی شیریں بیانی اور طلاقت لسانی اسقدر پر اثر کہ اپنی تاثیر بیان کے زور سے ضعیف ماں باپ سے مرنے کی اجازت لے لی، حسن جہانتاب، صباحت رخسار اور ملاحت

دیدار اسطرح دیکھنے کی قابل کہ جسکی ماں کا جنازہ شب میں اُٹھا تھا وہ شوق دیدار میں بیتابانہ خیمہ سے نکل آئی' بات یہ کہ ع بیٹا وہ ہے قدم بقدم ہو جو باپ کے' اگر حسین ایسے صابر تھے تو علی اکبر نے بھی وہ صبر کیا کہ جوانی کے ارمانوں کی پامالی دیکھی اور صبر کیا' اپنا شباب مٹتا دیکھا اور صبر کیا' ماں کا دل ٹوٹتا دیکھا اور نہ گھبرائے' بہنوں کو ماتم کرتے دیکھا اور عزم میں فرق نہ آیا بلکہ اُٹھے اور نجات امت کا مصمم قصد کرکے اٹھے' چلے اور ناخدائی کشتی اسلام کا عزم کرکے چلے میدان میں پہنچکر لشکر میں در آئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فوج شام کے بادلوں میں آفتاب آگیا' نقشہ سے خیال ہوتا تھا کہ گھوڑے پر رسول سوار ہیں' طرز جنگ سے شبہ ہوتا تھا کہ حیدر کرار لڑ رہے ہیں۔ کشتوں کے پشتے لگادئے' خون کے دریا بہادئے۔ بہادری کے جوہر دکھادئے' بزرگوںؑ کے نام چمکادئے۔ منقول ہے کہ جسوقت علی اکبر مصروف نبرد تھے اسوقت سید الشہدا طناب خیمہ پکڑے کھڑے تھے اور مادر علی اکبر ام لیلیٰ خیمہ کے اندر سے چہرۂ امام کو اس خیال سے دیکھ رہی تھیں کہ اگرچہ حسین کیسے ہی صابر ہیں مگر جب علی اکبر پر کوئی مصیبت آئیگی تو چہرۂ اقدس کا رنگ ضرور بدل جائے گا اور باپ کا دل ہے کچھ نہ کچھ ضرور اثر ہوگا۔ ناگاہ بکر بن غانم نامی پہلوان شبیہ رسول سے لڑنے آیا اسوقت چہرۂ امام مظلوم کا رنگ متغیر ہوگیا ام لیلیٰ نے بے اختیار پوچھا کہ مولا میرے علی اکبر کی تو خیر ہے ہائے کیسے اضطراب کا سوال تھا اور جس ماں کا علی اکبر جیسا ماہ لقا' شبیہ رسول خدا نوجوان پر ارمان لال اسطرح موت کے منہ میں ہو گا وہ یوں ہی سوال کریگی سید الشہدا جانتے تھے کہ میں عنقریب علی اکبر کی لاش لینے جاؤں گا ام لیلیٰ کے حال زار سے خیال ہو رہا تھا کہ کہیں یہ خیمے سے نہ نکل آئے چاہا کہ آپ کو در خیمہ سے علیحدہ کریں ارشاد فرمایا کہ اسے مادر علی اکبر تمہارا لال ابھی زندہ ہے مگر بکر غانم

برسرِ جنگ ہے میں نے اپنے جدِ بزرگوار سے سنا ہے کہ ماں کی دعا فرزند کے حق میں جلد قبول ہوتی ہے تم خیمہ میں جا کر نصرت علی اکبر کے لئے دعا کرو یہ سننا تھا کہ آپ خیمہ میں چلی گئیں سر کے بال کھول دئے ہاتھوں کو جانب آسمان بلند کیا اور دعا کی کہ بار الٰہا میرے لال کو اس بدعمال پر فتحیابی عطا فرما' دعا ختم ہوئی ہی تھی کہ آپ اُسپر غالب آئے اور اس مردود کا بدن دو حصہ نظر آیا لشکر میں ایک شور بلند ہوا اسکے بعد آپ نے ایک سو بیس [۱۲۰] ناریوں کو دوزخ میں پہنچایا مگر آخر کہاں تک لڑتے یہ قتل عام دیکھکر آپ کو چاروں طرف سے فوجوں نے گھیر لیا' ہتھیاروں کی بارش ہونے لگی' تیروں کا مینھ برسنے لگا' زخمی ہوئے خون میں نہائے' گھوڑے سے گرے' باپ کو آواز دی' حسین ہمشکل پیغمبر کی طرف چلے یا یوں کہیئے کہ آفتاب قمر کی طرف چلا' یا دریا گوہر کیطرف چلا' یا دل جگر کی طرف چلا ٹھوکر کھا کر گرے اور یوں گرے کہ جیسے آنسو گرتا ہے پھر اُٹھے اور یوں اُٹھے کہ جیسے درد اٹھتا ہے اور یہ حالت آپ ہی کی نہ تھی بلکہ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب ہمشکل پیغمبر گھوڑے سے گرے ہیں تو میں لشکر عمر سعد میں موجود تھا ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک بی بی مانند آفتاب درخشاں خیمہ سے نکلیں جنکے نور کی شعاعیں نقاب سے باہر تک جا رہی تھیں اور اس جوان نامراد کی لاش کی طرف یہ کہتی ہوئیں چلیں کہ ہائے میرے نورِ نظر ہائے علی اکبر کاش مجھے تیری شہادت سے قبل ہی موت آجاتی اور کاش میں دنیا میں پیدا ہی نہ ہوتی اسوقت میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ خاتون معظمہ کون ہیں اُسنے کہا اللہ اپنی آنکھوں کو بند کر لے یہ زینب بنت علی ہیں جن کا سایہ

کبھی آفتاب نے بھی نہیں دیکھا مگر ماتم علی اکبر میں بیتاب ہوکر خیمے سے نکل آئی ہیں حمید کہتا ہے کہ جناب زینب نے آتے ہی اپنے آپ کو لاش علی اکبر پر گرادیا اُسوقت سید الشہدا نے اپنی عبا آپ کے اوپر ڈالدی۔ عزادار حسین کو اپنے ناموس کا کتنا خیال تھا مگر بعد شہادت بازار شام اور بلوائے عام میں ناموس حسین پر کیا گزری آہ اونٹوں پر سیدانیاں سر برہنہ سوار تھیں آگے آگے نیزے پر سر حسین سورہ کہف کی تلاوت کرتا ہوا جارہا اور ایک منادی ندا دے رہا تھا کہ تماشا دیکھنے والو آؤ اور رسول زادیوں کی اسیری کا تماشہ دیکھو۔

محبان حسین سید الشہدا کے علم کے ساتھ ہی ساتھ علی اکبر کا سر بھی نیزے پر تھا راوی بیان کرتا ہے کہ میں مابین راہ کوفہ وشام دیکھتا تھا کہ جسطرف علی اکبر کا سر رہتا تھا اسی طرف سر حسین کا رخ بھی خود بخود پھر جاتا تھا اور بنظر محبت علی اکبر کو دیکھتا تھا مگر ان ملاعین کو منظور نہوا کہ بعد شہادت بھی حسین کو راحت پہنچے اور بنظر اقدس دیدار نور چشم سے لطف اندوز ہو ازراہ عناد سر ہمشکل رسول کو نیزہ سے اتار کر صندوق میں بند کردیا' ان لوگوں کا یہ دستور تھا کہ تمام دن سر ہائے شہدا کو نیزوں پر بلند رکھتے تھے اور شام کو بنظر حفاظت صندوقوں میں مقفل کردیتے تھے مگر اُس روز لقصد اذیت سید الشہدا دن کو بھی علی اکبر کا سر صندوق میں ہی بند رکھا جب منزل حمص پر قیام کیا تو حسب عادت تمام سر صندوقوں مقفل کرکے خود شرابخواری میں مصروف ہوگئے جب بنظر جائزہ صندوق کھولے تو پہلے اس

صندوق کو کھولا جس میں سر نور چشم حسین تھا صندوق کو خالی پایا نہایت متردد و پریشان ہوئے باوجود جستجو کوئی پتہ نہ چلا تب شمر تازیانہ بکف بیمار کربلا کے پاس آیا اور وہ بے ادبی کی کہ آپ تڑپ کر اُٹھ کھڑے ہوئے طوق و زنجیر سنبھال کر صندوق سر مظلوم کربلا کے پاس آئے اور بآواز ضعیف رو رو کر عرض کیا کہ بابا جان آپ دیکھتے ہیں کہ شمر ہمیں کس طرح ستاتا اور تازیانے لگاتا ہے جلد بتائیے کہ میرے بھائی علی اکبر کا سر کہاں ہے سر سید الشہداء سے آواز آئی کہ بیٹا مشیت باری پر راضی رہو چونکہ میں نے تمام دن علی اکبر کو نہ دیکھا تھا اس وجہ سے اپنے فرزند کو اپنے پاس بلا لیا اس ملعون سے کہو کہ ہمارے سر کے صندوق کو کھولے شمر ناقل ہے کہ جب اس صندوق کو کھولا تو دیکھا کہ سر حسین لبہائے علی اکبر کے بوسے لے رہا ہے اور اس محبت سے دونوں سر ملے ہوئے تھے جیسے مدت کے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

مجلس ۳۵ اجر و مراتب صبر، صبر سید الشہداء، رخصت مشکل ہے غم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ فِیْ کَلَامِہِ الْمَجِیْدِ وَکِتَابِہِ الْحَمِیْدِ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ؕ اقدس الہی ارشاد فرماتا ہے کہ صبر کرنیوالوں کو اجر بیحساب دیا جائے گا۔

صبر بہترین قانون ہے جس پر عمل کرنا عقل و نقل دونوں کے اعتبار سے مستحسن اور قابل مدح ہے یہ سو علاجوں کا ایک علاج اور ہزار دواؤں کی ایک دوا ہے اور خداوند عالم عمدہ ترین عبادت بھی، مدارج دنیوی اور مراتب اخروی دونوں کے حصول کا سہل سے سہل ذریعہ ہے جبھی قرآن و حدیث میں اسکے متعلق غیر معمولی تاکید آ وارد ہیں ایک آیت عنوان بیان قرار ہوگئی دوسری جگہ ارشاد عز اسمہ ہے وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ صبر کرو کہ خدا صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے، کہیں ارشاد ہوتا ہے وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ؕ اُن صبر کرنیوالوں کو خوشخبری دو جو مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں اسیطرح احادیث میں متعدد مقامات پر صبر کے تذکرے ہیں امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پانچ باتیں ایسی ہیں کہ اگر تم انہیں دخل دوگے اور سمجھوگے تو انہیں صحیح طور پر حاصل کروگے ایک یہ کہ بندہ بس اپنے گناہ ہی کا خوف کرے دوسرے یہ کہ بجز خدا ہی سے امید کرے تیسرے یہ کہ جب جاہل سے ایسی بات پوچھی جائے جو اسے معلوم نہیں تو یہ کہنے میں شرم نہ کرے کہ میں نہیں جانتا چوتھے یہ کہ صبر کو ایمان سے وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے پانچویں جسمیں صبر نہیں اُسمیں ایمان بھی نہیں، جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کا ارشاد ہے کہ صبر تین قسم پر ہے ایک مصیبت پر صبر کرنا، دوسرے مشقت اطاعت خدا پر صبر کرنا تیسرے قوت شہوانی

سے گناہ کی بابت نذر دینے پر صبر کرنا پس جو شخص مصیبت پر صبر کریگا تو خداوند عالم اُسے تین سو درجے ثواب
عنایت فرمائیگا جو وسعت میں بین زمین و آسمان یکے بعد دیگرے قائم ہونگے اور جو مشقت طاعت پر صبر
کریگا تو خداوند عالم اسے چھ سو درجے ثواب بخشے گا جو وسعت میں یکے بعد دیگرے تحت الثریٰ سے
عرش تک ہونگے اور جو تقاضائے قوت شہوانیہ پر صبر کریگا خداوند عالم اُسکو سات سو درجے ثواب
عنایت فرمائیگا جو وسعت میں تحت الثریٰ سے منتہائے عرش تک ہوں گے' امیر المومنین فرماتے ہیں
کہ صبر کرو اسلئے کہ جسمیں صبر نہیں اُسکا دین بھی نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ احکام قضا و قدر بہر صورت جاری
ہونگے فرق یہ ہے کہ اگر تم اپنر صبر کروگے تو اجر ملیگا اور صبر کے برخلاف جزع و فزع کروگے تو گنہگار ٹھہروگے
امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ صبر راس ایمان ہے ارشاد ہے کہ صبر ایمان کیلئے ایسا ہی جیسے جسم
کیلئے سر' جب سر نہیں رہتا تو جسم مردہ ہوجاتا ہے اسیطرح جب صبر نہیں رہتا تو ایمان فنا ہوجاتا ہی جناب
رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ ارشاد جناب عزاسمہ بیان فرماتے ہیں کہ جب میرے کسی بندے کے بدن یا مال یا
اولاد پر مصیبت نازل ہوتی ہے اور وہ صبر کرتا ہی تو مجھے شرم آتی ہی کہ اسکے لیئے کوئی میزان عمل یا عدالت گاہ مقرر
کروں' امام محمد تقی علیہ السلام سے صبر کے متعلق کہا گیا فرمایا صبر وہ ہے جسمیں مصیبت کی شکایت نہو شکایت
سے کوئی خوشی نہیں ہوتی بلکہ اس سے دوست کو رنج پہنچتا ہے اور دشمن کو خوشی ہوتی ہے لہذا
قضا و قدر الٰہی پر جزع و فزع اور شکوہ و شکایت سے قلب قدرت ناخوش و رنجیدہ ہوجائے گا
جس سے تمہارے ایمان مذہب میں خرابی پیدا ہوگی مراتب اخروی فوت ہونگے اور پھر تم پر خدا کی
ناراضگی' تمہاری آخرت کی خرابی' تمہارے دشمنوں یعنی غیر مذہب والوں کے لئے باعث مسرت ہوگی
امیر المومنین فرماتے ہیں کہ صبر' حُسن خلق' نیکی اور حلم اخلاق انبیاء ہیں عنقریب ایک ایسا زمانہ آ
آئیگا جسمیں لوگ ملک کو قتل و ظلم سے' تونگری کو بخل سے' حلبہ داری کو اتباع خواہشات اور
بیدینی سے قائم کرینگے پس جو شخص اس زمانہ میں رہ کر فقر پر صبر کرے درحالیکہ قتل و ظلم کے
ساتھ تونگری بھی حاصل کرسکتا ہو ذلت پر صبر کرے اور عالمگیر جبر و تشدد سے عزت بھی پا سکتا
ہو اور لوگوں کی دشمنی پر صبر کرے حالانکہ ناجائز طور پر انہیں دوست بھی بنا سکتا ہو تو خداوند عالم اسے

پچاس صدیقوں کا ثواب کرامت فرمائیگا ارشاد نبوی ہے کہ مصیبت میں صبر کرنیوالے کیلئے ہزار شہیدوں کا اجر ہے مگر جوان بیٹے کا مرنا ایسی مصیبت ہے کہ بڑے بڑے صبر کرنے والے ڈگمگا جاتے ہیں سوائے سید الصابرین امام حسین علیہ السلام کے کہ آپنے صبر کے وہ نمونے دکھلائے جن کی مثال ملنا محال ہے۔ چنانچہ جوقت میدان سے علی اکبر نے آواز وا ابتاہ ادرکنی بلند کی ہے تو بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ اسوقت سید الشہدا کا چہرہ سُرخ ہوگیا اور فرمایا کہ خداوند تیرا شکر ہے کہ میں نے علی اکبر کو بھی تیری راہ میں شہید دیکھا باپ کی ضعیفی۔ مصائب کا اسقدر ہجوم۔ زخموں کی کثرت پیاس کی شدت علی اکبر جیسے شبیہ رسول اور پیکر حسن و وفا کی شہادت یہ سب ایسے امور تھے کہ ان پر صبر کرنا خدا کی قسم حسین ہی کا کام تھا اور پھر اسقدر جرأت و دلاوری کے ساتھ کہ جب علی اکبر نے اذن مرگ طلب کیا ہے تو اگرچہ سید الشہدا اس جاں نثار کو اصرار کے ساتھ اذن دیتے تھے مگر جانتے تھے کہ مرگ علی اکبر سب سے بڑی مصیبت اور اُس پر صبر کمال اطمینان نفس کی دلیل ہے اسلئے بلا تامل فرما دیا کہ بیٹا جاؤ تمھیں بھی سپرد خدا کیا یہ فرما کر سر اقدس جانب آسمان بلند کیا اور عرض کیا کہ خداوندا میں تجھے شاہد کرتا ہوں کہ اس قوم نابکار نے میرے تمام اعوان و انصار کو ناحق قتل کیا اور اب وہ نور نظر پارہ جگر آمادہ مرگ ہے جو رفتار و گفتار و کردار میں تیرے رسول سے مشابہ ہے خداوندا جب میں مشتاق زیارت رسول ہوتا تھا تو علی اکبر کی صورت دیکھ لیتا تھا افسوس کہ اب میں تیرے رسول کی زیارت سے بھی محروم ہوا چنانچہ مروی ہے .... اہل کوفہ بھی علی اکبر پر تلوار اٹھاتے ہوئے رُک جاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ نوجوان شبیہ رسول ہے اس پر ہمارا ہاتھ نہ اٹھیگا

غرض میں رخصت علی اکبر کے متعلق صاحبان اولاد سے یہ سوال کرتا ہوں کہ جب وہ شاہزادہ وداع آخری کو خیام میں گیا ہوگا تو ماں بہنوں اور پھپھیوں کا کیا حال ہوا ہوگا شمر ناقل ہے کہ جب علی اکبر اہلبیت رسالت سے رخصت ہونے کو گئے تو واللہ میں نے سنا کہ خیمہ حرم سے گریہ و ماتم کا ایک شور بلند تھا جس سے میں نے یہ گمان کیا کہ شاید کوئی بچہ شدت تشنگی سے تڑپ کر ہلاک ہوگیا ہے تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ خیمہ عصمت کا پردہ بلند ہوتا ہے اور پھر گر پڑتا ہے جب بغور نظر کی تو دیکھا کہ تمام مخدرات عصمت و طہارت ہمشکل محمدؐ سے لپٹی ہوئی ہیں سکینہ دامن برادر پکڑے ہوئے رو رہی ہے اور جب شاہزادہ علی اکبر باہر آنے کا قصد کرتے ہیں تو بیبیاں آنے نہیں دیتیں آخر کار آپ سب کو امر بصبر فرما کر خیمہ سے اسطرح نکلے جیسے بھرے گھر سے کسی جوان کا جنازہ نکلتا ہے جناب زینب فرماتی ہیں کہ وقت رخصت علی اکبر نے اپنے باپ کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی (وصیت) کہ حضرت کو تاب ضبط نہ رہی اُس زور سے نعرہ مار کر روئے کہ آواز گریہ دور تک گئی اور غش کھا کر زمین پر گر پڑے دوڑ کر میں نے سر کو زانو پر رکھا اور گوشۂ چادر سے ہوا دینے لگے جب افاقہ ہوا تو میں نے پوچھا کہ اے بھائی آپ سے ہمشکل رسول نے کیا کہا جو آپ کا یہ حال ہوا فرمایا اے بہن اس وقت ام لیلیٰ کے حق میں سفارش کی ہے اور کہا ہے کہ بابا جان میرے بعد مادر گرامی کے پردہ کا خیال رکھئیے گا ایسا نہ ہو کہ میرے ماتم میں خیمہ سے باہر نکل آئیں اے بہن دنیا کا دستور ہے کہ والدین اولاد سے وصیت کیا کرتے ہیں تمھیں بتاؤ کہ جب علی اکبر جیسا فرزند ضعیف باپ سے وصیت کریگا تو اس باپ کا کیا حال ہوگا۔ اب میں علی اکبر سے فریاد کرتا ہوں کہ بیٹا اس وقت آپ پردہ کی وصیت فرما رہے ہیں۔ اس وقت آپ کا کیا عالم ہوا ہوگا

جب ماں بہنیں سر کھلے باحال پریشان شتران بے کجاوہ پر سوار تشہیر کیجا رہی تھیں۔ بنی زادیوں کے برہنہ سر بازار شام میں تماشا بنے ہوئے تھے اور آپ کا سر بھی نیزہ پر علم آنسو بہاتا ہوا اور زبان حال سے ہتک حرمت خاندان رسول پر نوحہ خوانی کرتا ہوا جا رہا تھا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

مجلس ۳۶ شیعوں کے حق میں دعائے امام کبوتر کا فرات سے جناب علی اصغر کے لئے پانی لانا، شہادت شیر خوار گرفتاری حرملہ در عہد مختار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عن الصادق علیہ السلام انہ قال رحم اللہ شیعتنا انھم اوذوا فینا ولم نوذ فیھم شیعتنا منا قد خلقوا من فاضل طینتنا وعجنوا بنور ولایتنا رضوا بنا ائمۃ ورضینا بھم شیعۃ یحزنھم حزننا ویسؤھم سؤرنا ونحن ایضا نتالم لتالمھم ونطلع علی احوالھم فھم معنا لا یفارقوننا ولا نفارقھم لان مرجع العبد الی سیدہ ومعولہ علی مولاہ یھجرون من عادانا ویجھرون بمدح من والانا اللھم احی شیعتنا ومضافینا الینا فمن ذکر مصابنا وبکی او تباکی استحی اللہ ان نعذبہ بالنار

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا ہمارے شیعوں پر رحم کرے انھوں نے ہماری وجہ سے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور ان سے ہمیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی ہمارے شیعہ ہم سے ہیں وہ اسی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں

جو ہمارے خمیر سے بچ رہی تھی اور ہماری محبت کے نور سے بنے ہیں اُنھوں نے ہمیں امامت کے لئے پسند کیا اور ہم نے اُن کو محبت و دوستی کے لئے۔ اُن کو ہمارا حزن محزون کرتا ہے اور ہماری خوشی مسرور کرتی ہے اسیطرح ہم بھی اُن کے رنج والم سے رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے حالات کی خبر لیتے رہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ ہیں اور ہم سے جدا نہیں ہوئے اسی طرح ہم اُن کے ساتھ ہیں اور اُن سے علیحدہ نہیں ہوتے اسلئے کہ بندہ کی بازگشت اپنے سردار کی طرف ہوتی ہے اور اسکا بھروسہ اپنے آقا پر ہوتا ہے وہ ہمارے دشمنوں سے جدا رہتے ہیں اور ہمارے دوستوں کی مدح سرائی کرتے رہتے ہیں خداوندا تو ہمارے شیعوں کو جو اپنے آپ کو ہماری طرف منسوب کرتے ہیں ہمیشہ ہمیشہ باقی رکھ پس جو شخص ہماری مصیبتوں کا ذکر کرے اور روئے یا رونے والوں کی صورت بنائے تو خداوند عالم کو شرم آتی ہے کہ اُسے آتش جہنم میں معذب کرے۔

سبحان اللہ کیا کہنا ہم غلاموں کا کہ آقا ازراہ شفقت ومحبت ہمارے حق میں دعا کر رہے ہیں اسلئے کہ ہم ان کے ذکر اذکار کو تازہ رکھتے ہیں اُن کے غم وخوشی میں شریک رہتے ہیں فضائل کا تذکرہ ہوتا ہے تو درود پڑھتے ہیں اور مصائب بیان ہوتے ہیں تو دل سے آہ اور آنکھوں سے آنسو نکلتے ہیں۔ ہمارا حالات اہلبیت سے متاثر نہ ہونا کمال تعجب ہے اسلئے کہ ہماری خلقت ہی اس مقصد کے لیے ہے۔ اہلبیت کے واقعات وحالات تو اسقدر پراثر ہیں کہ جانوروں کے دل بھی پانی ہوگئے چنانچہ صاحب نظم الاحزان لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں کسی نے کبوتروں کا ایک جوڑا بطور ہدیہ پیش کیا تھا چونکہ آنحضرت سفر میں تھے اسلئے آپ نے محمل میں ایک خانہ بنا کر اس کو پرورش کیا راہ میں انھوں نے بچے بھی دے دئے تھے۔ جب حضرت وارد کربلا ہوئے اور قرق آب ہوا تو حضرت نے

اپنی بہن ام کلثوم سے فرمایا کہ اے بہن ان کبوتروں کو چھوڑ دو اسلئے کہ یہ ہمارے ساتھ بے وجہ ہلاک ہوتے ہیں شاہزادی نے ان کو کھول دیا چھوٹتے ہی وہ کبوتر نہر فرات پر گئے لیکن اپنی پیاس نہ بجھائی بلکہ نر نے اپنے پروں کو پانی میں تر کیا اور کچھ پانی منقار میں لیکر جانب خیام امام علیہ السلام آیا ہرچند اسکے بچے منقار میں کھولکر دوڑے مگر اس نے مطلق توجہ نہ کی بلکہ علی اصغر کے جھولنے پر آکر پروں کو جھاڑنے لگا اور دہن بے شیر کے قریب منقار کرکے اشارہ کیا کہ کسی طرح یہ بچہ اپنا منھ کھولے مگر مومنین ابھی تو یہ بچہ نوالہ سے بھی آشنا نہ تھا اسکے اشارہ پر کیونکر منھ کھولتا میری سمجھ میں یہاں پر ایک نکتہ آتا ہے جسکو سنکر آپ تڑپ جائینگے اور تمام عمر رونے کے لئے کافی ہوگا۔ وہ بچہ امام زادہ تھا شاید یہ محسوس کرتا ہو کہ میں باپ کے ساتھ پانی پینے نہیں آیا ہوں بلکہ پیاسا رہنے میں مصلحت اور پیاس ہی پر نجات امت رسول منحصر ہے اگر پانی پی لیا تو قیامت میں شیعوں کی شفاعت کا حق حاصل نہ ہوگا اس لئے راضی برضا رہا اور منھ نہ کھولا اس کبوتر نے وہ پانی رخسارہ علی اصغر پر ٹپکا دیا پھر فرات پر گیا اور اسی طرح منقار میں پانی لیکر اور بال و پر تر کرکے چلا کہ یکایک اسپر عمر سعد کی نگاہ پڑی وہ شقی اس حیوان کا مقصد سمجھ گیا حکم دیا کہ کوئی اس کو تیر سے ہلاک کردے یہ سنکر ایک ملعون نے اسکے ایسا تیر مارا کہ وہ کبوتر گر کر اپنے خون میں لوٹنے لگا۔

آہ آہ جانور تو یہ پاس کرتے تھے اور امت نے قطرہ آب بھی نہ دیا بلکہ سوال آب کا جواب تیر زہر آلود سے دیا حسین نے اپنے بے زبان فرزند کو آغوش میں لیا یا یوں کہئے کہ گوہر عصمت صدف امامت میں آیا بلندی پر جاکر ہاتھوں پر بلند کیا یا یوں سمجھئے کہ قرآن رحل پر بلند ہوا آواز دی کہ اے گروہ غدار اگر تمھارے خیال میں حسین گنہگار ہے تو اس طفل شیر خوار کا کیا قصور ہے یہ بچہ ناقہ صالح سے کم نہیں اس کو پانی پلا دو

یہ پیاس سے جاں بلب ہے اتنے پانی سے دریا کم نہ ہو جائے گا حسین کا تلوار سے زائد تیز اور پانی سے زائد رواں کلام سوال آب میں برابر جاری تھا مگر کوئی توجہ نہ کرتا تھا آخر آپ بلندی پر سے اُترے عبائے مطہر رُخ علی اصغر سے ہٹائی مقابل صفوف کفار ہوئے ہر ایک لعین کو اس کی صورت دکھا دکھا کر پانی مانگا اِدھر سے اُدھر گئے اُدھر سے اِدھر آئے مگر کسی نے رحم نہ کیا اُس وقت آپ بہت مایوس ہوئے اور بہ درد و یاس علی اصغر سے کہنے لگے کہ بیٹا میں تو اتمام حجت کر چکا تم بھی حجت خدا کے فرزند ہو حجت تمام کر لو اور ان لوگوں کو اپنی زبان دکھاؤ تاکہ کوئی قیامت میں عذر نہ کر سکے۔ یہ سنتا تھا کہ علی اصغر نے اپنی سوکھی ہوئی زبان کملائے ہوئے ہونٹوں پر پھیری راوی یوں روایت کرتا ہے کہ اس وقت تمام لشکر مخالف منہ پھیر پھیر کر رونے لگا فوج میں تلاطم برپا ہو گیا عمر سعد اضطراب لشکر سے گھبرایا اور حرملہ سے کچھ کہا یہاں پر میں اپنے بیان کو آپکے تصور کی سپرد کرتا ہوں محبان حسین کا مجمع ہے صاحبان اولاد موجود ہیں یہ تو نہ کہونگا کہ عمر نے کیا کہا اور حرملہ نے کیا کیا مگر اتنا عرض کرنے دیجیے کہ زہرا کی گود خالی ہو گئی حسین کا بازو مجروح ہو گیا آہ اگر وہ اشقیا پانی نہ دیتے اور یہ ظلم بھی نہ کرتے تو آنحضرت کا دل صدمۂ علی اصغر سے مجروح نہ ہوتا آپنے چلو زیر زخم شیر خوار لگا دیا جب چلو خون سے بھر گیا تو چاہا کہ اس کو جانب آسمان پھینکیں آواز آئی کہ یا ابن رسول اللہ اس خون ناحق کو اس طرف نہ پھینکئے گا ورنہ کبھی پانی کا ایک قطرہ نہ برسے گا۔ پھر حضرت نے چاہا کہ زمین پر گرا دیں زمین نے استغاثہ کیا کہ اے فرزند رسول اس خون کو مجھ پر نہ گرائیے گا ورنہ آج سے ایک دانہ روئیدہ نہ ہوگا حضرت فرزند رحمۃ اللعلمین تھے کیا کرتے بہ مجبوری خون علی اصغر اپنے چہرہ پر مل لیا اور فرمایا کہ میں اسی طرح اپنے جدّ بزرگوار و پدر عالیمقدار سے ملاقات کرونگا

اور لاش بے شیر سے خطاب کر کے فرمایا ؎

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں اصغر تمھارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

اور ایک روایت میں عجب مضمون جانسوز وارد ہوا ہے لکھا ہے کہ جب حلق علی اکبر پر تیر لگا تو وہ بچہ تڑپ کر حسین کے ہاتھوں پر سے زمین پر گرا فَصَاحَ الْحُسَیْنُ وَاوَلَدَاہُ وَاقُرَّۃَ عَیْنَاہُ سید الشہدا بیتابانہ رونے لگے اور فرمایا کہ اے نور نظر علی اصغر تم بھی اس عالم بیکسی میں ہم کو چھوڑ کر چلے گئے بیٹا میں تو تمھیں پانی پلانے لایا تھا اب رباب سے جاکر کیا کہونگا۔

آہ مومنین شہادت علی اصغر ایسی عظیم مصیبت تھی کہ تمام اہل بیت کے دل مجروح ہوگئے خصوصاً جناب امام زین العابدین علیہ السلام تو تمام عمر اس صدمہ کو نہ بھولے منہال سے مروی ہے کہ بعد واقعہ کربلا زمانہ حکومت مختار میں جب سید الساجدین کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ اے منہال مختار کیا کر رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار اور ان کے انصار کے قاتلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر فی النار کر رہے ہیں اس وقت امام نے نہ قاتل جناب علی اکبر کو پوچھا نہ قاتل حضرت قاسم کا حال معلوم کیا نہ قاتل جناب عباس کو دریافت کیا نہ شمر و خولی کا تذکرہ کیا بلکہ پہلے ہی آپنے یہ پوچھا کہ اے منہال حرملہ بھی گرفتار ہوا یا نہیں میں نے عرض کیا کہ یا حضرت ابھی وہ شقی کوفہ میں زندہ موجود ہے حضرت نے ایک آہ سرد کھینچی اور دعا کی کہ بارالہا اسے دنیا ہی میں آگ کا مزہ چکھا منہال کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں آیا اور مختار کی ملاقات کو گیا ناگاہ ایک شخص نے آکر خوشخبری سنائی کہ حرملہ بھی گرفتار ہو گیا جب لوگ اس کو مختار کے سامنے لائے تو انھوں نے کہا کہ او ملعون خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے یہ کیا ستم کیا تجھے شیر خوار بچہ پر رحم

آیا کیا تو نہ جانتا تھا کہ یہ پارہ جگر فرزند رسول ہے یہ کہکر حکم دیا کہ اسکے ہاتھ پاؤں کاٹکر آگ میں جلایا جائے منہال کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے دو مرتبہ سبحان اللہ کہا میرے اس کا سبب پوچھا میں نے دعائے سید الساجدین کا ذکر کیا مختار نے دو رکعت نماز شکر پڑھی سجدۂ شکر ادا کیا شکریہ کا روزہ رکھا اور کہا الحمد للہ میرے ذریعہ سے دعائے امام کا سرانجام ہوا۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ط

مجلس ۳۷ شہادت حضرت علی اصغر سید الشہدا کا آپ کی لاش پر نماز پڑھنا دفن علی اصغر مع وجوہ جناب رباب کا آپ کی قبر پر آنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَامُ نَفَسُ الْمَہْمُوْمِ لِظُلْمِنَا تَسْبِیْحٌ وَ ہَمُّہٗ لَنَا عِبَادَۃٌ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص ہماری مظلومیت کی وجہ سے رنجیدہ ہو اس کا سانس لینا تسبیح ہے اور اس کا ہمارے لئے ہم و غم کرنا عبادت ہے۔ ان حضرات کی مظلومیت کی حد یں بشر کی سمجھ میں کیا آسکتی ہیں جبکہ کے غمخواروں اور ماتم داروں کو اس غم و ماتم میں سانس لینے کا ثواب تسبیح و عبادت کی برابر ہے اور شریک ماتم ہونے والوں کا یہ مرتبہ ہے کہ سیدہ عالم بھی غلاموں کی مجلس میں تشریف لاکر شریک عزا ہوتی ہیں گریہ و بکا فرماتی ہیں بلکہ آپ کے ہاتھ میں ایک رومال ہوتا ہے جسے روتا دیکھتی ہیں رومال سے اسکے آنسو صاف کرتی اور بکمال شفقت فرماتی ہیں طُوْبٰی لَکُمْ یَا اَحِبَّائِیْ تَبْکُوْنَ وَ تَعْزُوْنَ عَلٰی وَلَدِیَ الْغَرِیْبِ الَّذِیْ لَیْسَ لَہٗ اَبَوَاہُ فِی الدُّنْیَا میرے غمخوار خوشحال

تھا را کہ تم میرے اس غریب فرزند کو روتے ہو جسکے رونے کو نہ ماں ہے نہ باپ اور بات بھی یہی ہے کہ وہ مظلوم کیونکر نہ روئے کس طرح چین سے بیٹھ جائے جس کا بھرا گھر دو پہر میں صاف ہو گیا یہاں تک کہ شیر خوار بچہ بھی حلق نازنین پر تیر ستم کھا کر راہی جنت ہوا آسمان و زمین کی حالت متغیر ہوئی لشکر مخالف میں بھی زخم گلو نے ہلچل مچا دی ۔ سخت سے سخت دل والے منھ پھرا پھر کر رونے لگے ۔ بازوئے مظلوم کربلا بھی مجروح ہو گیا اور آپ پر ایسی بیکسی طاری ہوئی کہ عالم حسرت و یاس میں اپنے شیعوں کو یاد فرمایا ۔ ؎

شِیْعَتِیْ مَا اِنْ شَرِبْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْکُرُوْنِیْ ۔ اَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِیْبٍ اَوْ شَہِیْدٍ فَانْدُبُوْنِیْ
لَیْتَکُمْ فِیْ یَوْمِ عَاشُوْرَا جَمِیْعًا تَنْظُرُوْنِیْ ۔ کَیْفَ اَسْتَسْقِیْ لِطِفْلِیْ فَاَبَوْا اَنْ یَّرْحَمُوْنِیْ ۔

اے شیعو جب تم آب سرد و شیریں پینا تو میری پیاس کو ضرور یاد کر لینا اور جب کسی غریب یا شہید کا حال سننا تو میری غربت و بیکسی پر دو آنسو بہا لینا کاش تم روز عاشورا دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے ششماہہ بچہ کے لئے پانی مانگتا تھا مگر ان ظالموں نے مطلقاً رحم نہ کیا اور علی اصغر کو پیاسا ہی شہید کیا ۔

منقول ہے کہ حضرت لاش شیر خوار لیکر در خیمہ پر آئے اور بیرون خیمہ سے آواز دی کہ اے بہن زینب علی اصغر کو لو ۔ ہیں مومنین سید الشہداء نے جناب زینب کو کس لئے آواز دی مادر علی اکبر کو کیوں نہ پکارا شاید حضرت کو جناب رباب کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی ہو کہ علی اصغر کو صحیح و سالم لائے تھے اور مجروح لئے جا رہے ہیں اسلئے جناب رباب کو نہ پکارا بلکہ ستم رسیدہ بہن کو آواز دی جناب زینب آئیں دیکھا کہ حضرت کا عجب حال ہے ۔ ہونٹ خشک صورت پریشان، چہرہ حیران اور ہاتھوں پر لاشہ علی اصغر ہے دیکھتے ہی ایک صیحہ کیا اور سر قبر رسول کی طرف خطاب کر کے کہنے لگیں نانا جان فریاد ہے اب

اب ہماری مظلومیت وبیکسی کی حد ہوگئی کہ بچہ شیر خوار بھی شہید ہو گیا۔
بنا بر بعض روایات آنحضرت لاش علی اصغر کو مقتل میں لائے اور نماز میت پڑھی یہاں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کم از کم چھ برس کی میت کیلئے واجب ہے پھر آپ نے کیوں طفل شیر خوار کی میت پر نماز پڑھی شاید یہ وجہ ہو کہ نماز جنازہ بمنزلہ دعا ہے یعنی حضرت نماز میت نہ پڑھ رہے تھے بلکہ درگاہ باری میں دعا کر رہے تھے کہ خداوندا تو ارحم الراحمین ہے اس ہدیہ کو قبول فرما اور باعث نجات امت قرار دے یا شاید اس نماز سے حضرت نے اشقیا کو متنبہ کیا ہو کہ دیکھو ہم ایسے بچے پر بھی نماز پڑھ رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہمیں بے نماز چھوڑ کر چلے جاؤ مگر آہ آہ وہ بیحیا نماز تو کیا پڑھتے فرزند زہرا کے دفن وکفن کا بھی سامان نہ کیا بلکہ اپنے کشتوں کو دفن کر کے لاش جگر گوشہ رسول کو یونہی جلتی ریت پر پڑا ہوا چھوڑ گئے۔

مصائب الابرار اور انوار الشہادۃ میں ہے کہ آپ نے دفن علی اصغر کے لئے ذوالفقار سے قبر کھودنا چاہی اس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی حضرت اس کی طرف متوجہ ہوئے اور سبب گریہ پوچھا اس نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ ایک روز حیدر کرار کسی جنگ سے مظفر ومنصور عصمت کدہ پر تشریف لائے جناب سیدہ نے مجھے خون آلود دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اس وقت وہ معظمہ روتی جاتی تھیں اور فرماتی جاتی تھیں کہ اے ذوالفقار روز عاشورا میرے حسین کی نصرت میں کوئی کمی نہ کرنا اے آقا مجھے نہ معلوم تھا کہ آپ آج مجھ سے بیلچہ کا کام لینگے اور شش ماہہ کی قبر کھودیں گے میں اپنی عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت فاطمہ زہرہ کو کیا منہ دکھاؤں گی یہ سنکر آنحضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا کہ اے ذوالفقار حسین کو تو آج وعدہ طفلی ادا کرنا ہے

اور امت کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے غرض یہ فرما کر اپنے قبر کھودی اور اپنے چاندی کے ٹکڑے کو پیوند خاک کرکے زمین کربلا سے خطاب کیا۔ ؎

بہلی بہل چھٹا ہے یہ ماں کی کنار سے   واقف نہیں ہے قبر کی شب ہائے تار سے
اے قبر ہوشیار مرے گلعذار سے   گردن چھدی ہوئی ہے بچا انتشار سے

سید ہے لال حضرت خیر النساء کا ہے
معصوم ہے شہید ہے بندہ خدا کا ہے

حضرات حکم ہے کہ جب میت کو دفن کردیں تو قبر پر پانی چھڑکیں یہاں حسین کے پاس پانی کہاں تھا جو قبر علی اصغر پہ چھڑکتے سر جھکا کر بیٹھے اور زار زار رونے لگے یعنی پانی کی جگہ لحد معصوم پر آنسو چھڑکے عزاداران حسین دفن علی اصغر کے متعلق یہ سوال ہوتا کہ سید الشہدا نے کسی شہید کی لاش کو دفن نہیں کیا پھر لاش بے شیر کو دفن کرنے کی زحمت کیوں فرمائی۔ آہ سید الشہدا کو معلوم تھا کہ یہ ملاعین لاشہائے شہدا کو پامال کریں گے اور سر کاٹ کر نیزوں پر علم کرینگے اس لئے آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ چھ مہینہ کے بچے کی بساط ہی کیا ہے اور ان مصائب کا متحمل کیونکر ہوگا اس بنا پر ذوالفقار سے قبر کھود کر اپنے لخت جگر کو پیوند زمین کربلا کیا۔

جب جناب زینب کو یہ معلوم ہوا کہ میرا شیرخوار ہدف تیر ہوا اور امام مظلوم نے اسے مقتل میں دفن کردیا تو بنا بر روایت حمید بن مسلم خیمہ عصمت سے اس بیتابی کے ساتھ نکلیں کہ چادر کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرا زمین پر بوسہ دیتا جاتا تھا اور جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علی اصغر سمجھکر اپنے آپ کو اس پر گرا دیتی تھیں اسی طرح آپ ستر جگہ گریں اور قبر علی اصغر پر پہنچکر وہ بین جگرخراش کئے کہ سننے والوں کے جگر پاش پاش ہوگئے سید الشہدا آپ کو نامحرموں کی نظروں سے بچا کر خیمہ میں لیگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مجلس ۳۸ اوصاف ذوالجناح سید الشہداؑ آپکا واردِ کربلا ہونا ذوالجناح کا خبرِ شہادت خیمہ میں لانا، راکب و مرکب کا محشر میں آنا

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمَجِيْدِ وَخِطَابِهِ الْحَمِيْدِ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ۔ اقدس باری ارشاد فرماتا ہے کہ عادیوں کے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو نتھنوں سے فراٹے لیتے ہیں پھر پتھر پر ٹاپ مار کر چنگاریاں نکالتے ہیں۔ پھر صبح کو چھاپا مارتے ہیں تو دوڑ دھوپ سے غبار بلند کر دیتے ہیں پھر دشمن کی فوج میں گھس جاتے ہیں ان تمام صفات والے گھوڑوں کی قسم کہ انسان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت غزوہ ذات السلاسل کے متعلق امیر المومنین کے گھوڑوں کی شان میں نازل ہوئی ہے لیکن چونکہ قسم ایسی چیز کی کھائی جاتی ہے جو صفات خاصہ اور کمالات ناصلہ میں اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہو اس لئے ممکن ہے کہ اس کلام میں نظرِ قدرت کسی ایسے گھوڑے کی طرف بھی ہو جو صفات و کمالات میں ان گھوڑوں سے کہیں برتر ہو جسکے اوصاف میں عقولِ بشریہ عاجز ہوں حکمائے حیوانات کی عقلیں پست ہو جائیں اسلوتریوں کے قواعد منسوخ ہو جائیں جو دوسرے گھوڑوں سے عمر میں دو چند قوت میں دہ چند، فہم و فراست میں صد چند اپنے سوار کی مزاج شناسی میں ہزار چند ہو اور جسکی مثال روئے زمین پر نہ مل سکے۔ سہ

پری سے بڑھ کے تھی اسکی دلآویز | نگاہ چشم قدسی سے سبک خیز
سبک رفتار شوخی کے علاوہ | نہ پائے وہم جس کو وہ چھلاوہ
پری سے خوب تر آنکھوں کا جوبن | زیادہ شمشیر سے خونریز چتون
اسد ہیبت فلک پیکر قمر سم | عنا میں دونوں جوزہ سنبلہ دم

سمند فکر اس کے سامنے لنگ فضائے وہم اس کے سامنے تنگ
اگر اور گھوڑوں پر اصحاب رسول اور عام مجاہدین سوار ہوئے ہوں تو اس کی پشت پر رسول و امام جلوہ فگن ہوئے ہوں اس کو یہ شرف بھی حاصل ہو کہ اس کا راکب راکب دوش رسول ہو اس کو یہ فخر بھی حاصل ہو کہ جیسے اس کا سوار تین دن بھوکا پیاسا رہا ایسے ہی وہ بھی رہا۔ اس میں یہ بھی صفت ہو کہ جیسے مومنین اس کے راکب کو یاد کرکے روتے ہیں اور یہ موجب ثواب ہے اسی طرح اسے بھی یاد کرکے روتے ہیں اور یہ بھی باعث اجر ہے۔ اسکی ماہیت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے اور معجزہ کب کسی کی سمجھ میں آتا ہے۔ یہ گھوڑا اپنے مالک کا اسقدر ہمدرد ہے کہ اثنائے سفر بصعوبت اثر میں ہر منزل پر کھٹکتا ہی مگر مالک کی مرضی پر چلتا ہے جانتا ہے جہاں جاتا ہے وہیں جاکر رک گیا سیدالشہدا اترے اور دوسرے گھوڑے پر سوار ہوئے مگر وہ بھی آگے نہ بڑھا حتی کہ سوار دوش رسول نے چھ گھوڑے بدلے۔ اب لشکر حسینی اور لشکر حر میں ردوبدل ہونے لگی زمینداران غاضریہ و نینوا آگئے حضرت نے وہاں کے باشندوں سے پوچھا کہ اس زمین کا کیا نام ہے انھوں نے نام نہیں تبلایا شاید یہ خیال ہو کہ نام کربلا سنکر آپ کی دلشکنی ہوگی اور دختران علی فاطمہ ملول ہونگی کہنے لگے سیّرْ وَلَا تَسْئَلْ یا بن رسول اللہ آپ اسکا نام نہ پوچھیے آگے تشریف لیجائیے حضرت نے ان کو قسم دے کر نام پوچھا اور بہت اصرار کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ صحرائے نینوا ہے فرمایا اسے کچھ اور بھی کہتے ہیں عرض کیا اسے شط فرات بھی کہتے ہیں فرمایا اور کوئی نام بھی ہے اب وہ لوگ مجبور ہوگئے اور کہا کہ یا حضرت اسے کربلا بھی کہتے ہیں فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَنَفَّسَ الصُّعَدَاءَ وَبَكٰى بُكَاءً شَدِيْدًا فرزند زہرہ نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بہت رو

پھر وہاں سے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور اپنی جیب میں سے بھی کچھ خاک نکالی دونوں کو سونگھا اور فرمایا کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو اسے جبرئیل امین میرے نانا کے پاس لائے تھے اور کہا تھا کہ یہ مقتل حسین کی خاک ہے میں دیکھتا ہوں کہ یہ دونوں مٹیاں ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ ؎

فَفِی هٰذِهِ یَا قَوْمِ قَتْلِی وَمَصْرَعِی وَهَتْكُ حَرِیْمِی عَاجِلاً لَا مُؤَجَّلاً

اَیُّهَا النَّاسُ میرا مقتل اور مقام شہادت یہی ہے اور میرے اہل حرم یہیں بے پردہ ہوں گے۔

اس گھوڑے میں یہ وصف بھی تھا کہ جناب عباس تو اس کی رکاب تھاما ہی کرتے تھے مگر چند اور بزرگواروں کا رکاب تھامنا قابل عبرت ہے ایک تو وہ زمانہ تھا جب حسین آغوش رسول میں پل رہے تھے اور جناب رسالتمآب نے آپ کو گود میں لیکر اسپر سوار کیا بلکہ اسی وقت وہ گھوڑا آپ کو نذر کو مرحمت فرما دیا اور دوسرا وہ وقت ہے کہ حسین آخری رخصت کے بعد میدان کو جا رہے ہیں اب کون رکاب تھامے انصار و رفقا رکام آچکے ہیں بدن زخموں سے چور ہے۔ تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں، وقت جواب دے چکی ہے

کرتا سوار کون شہ مشرقین کو زینب نے آکے تھاما رکاب حسین کو

اللہ اکبر عجب ہمدرد اور وفادار گھوڑا تھا آخری وقت پر سید الشہدا نے راہوار سے وصیت فرمائی کہ اے اسپ باوفا جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے خون سے اپنی پیشانی رنگین کر کے میرے قتل کی خبر خیمہ میں پہنچا دینا یہ کہتے کہتے غش کر گئے۔ شمر نے آستین چڑھائی گلشن زہرا پامال ہوا چاہتا ہے سینہ دبا، شمر نے العطش العطش کہا نہایت محزون و نحیف آواز سنی اہل حرم در خیمہ سے سر و پا برہنہ نکل پڑے ایک آواز آئی اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءَ

اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَاءِ اے اہل زمین و آسمان خبردار فرزند رسول زمین کربلا پر شہید کر دیا گیا گھوڑے نے وصیت حسین ادا کرنے کے لئے پیشانی رنگی روتا ہوا در خیمہ پر آیا اور کھڑا ہو کر خاک اڑانے لگا چونکہ جناب زینب اسکی آواز پہچانتی تھیں جناب سکینہ سے رو کر فرمایا کہ اے بیٹی تمھارے باپ کے گھوڑے کی آواز آرہی ہے دیکھو شاید بیت تمھارے واسطے پانی لائے ہوں جناب سکینہ اٹھیں دیکھا کہ گھوڑا تو واقعی حضرت کا ہے مگر بدن زخمی اور سرخ ہے۔ باگیں کٹی ہوئی ہیں، زین ڈھلکا ہوا ہے غزادار و گھوڑے کا یہ حال کیوں تھا زخمی تو اسلئے تھا کہ حضرت پر چاروں طرف سے وار ہو رہے تھے جو وار حضرت کے جسم سے بچ جاتا تھا وہ بدن ذوالجناح پر پڑتا تھا اور ہر حضرت کے جسم کا خون بہ کر آرہا تھا اور اسکے زخموں سے بھی خون جاری تھا اسلئے جسم سرخ ہو گیا تھا اور باگیں تلواروں کے واروں سے کٹ گئی تھیں مگر زین ڈھلکنے کی کیا وجہ عرض کروں اتنا اشارہ کافی ہے کہ نہ تو حضرت میں اترنے کی طاقت تھی نہ کوئی اوتارنے والا تھا بس سمجھ لیجئے کہ جسکا کوئی سہارا نہ ہو وہ کیونکر اترے گا۔

بلند مرتبہ شاہے ز صدر زین افتاد   اگر غلط نہ کنم عرش بر زمیں افتاد

یہ دیکھکر جناب سکینہ نے مقنعہ سر سے پھینکدیا اور رو رو کر آواز دی کہ اے پھپھی فریاد ہے۔ قَدْ قُتِلَ الْحُسَیْنُ وَقَدْ ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بابا شہید ہو گئے بس ایک وصف اس گھوڑے کا اور عرض کرتا ہوں اسکے بعد مجلس ختم محبان حسین اس گھوڑے میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ جسطرح اس کا سوار محشر میں آئے گا اسی طرح ہی وہ بھی آئے گا۔ بحر المصائب میں ہے کہ جب روز قیامت ہوگا تو سید الشہدا کا گھوڑا اس حال سے عرصہ محشر میں آئے گا کہ خون بہتا، جسم زخمی، زین جھکا ہوا آتے ہی درگاہ باری میں فریاد کرے گا کہ خداوندا میرے ظالموں سے میرا

عوض لے۔ اب راکب کا محشر میں آنا سنئے لکھا ہے کہ جناب سیدہ ع ہمہ قیامت
میں آکر عرض کریں گی رَبِّ اَدنِی الحُسَنَ وَالحُسَینَ خداوندا مجھے میرے
حسن حسین کو دکھا دے اس وقت دونوں صاحبزادے آئیں گے مگر مظلوم
کربلا کی یہ کیفیت ہوگی کہ گلے سے خون جاری ہوگا کیا عجب ہے کہ فاطمہ زہرا کی
نظر میں معرکہ کربلا پھر جائے اور معصومہ کو زانوئے شمر و سینہ حسین یاد آجائے
یہ دیکھتے ہی آپ ایک چیخ ماریں گی اور پایہ عرش پکڑ کر عرض کریں گی کہ بارالہا
میرے اور حسین کے قاتلوں کے درمیان انصاف فرما اَلَا لَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَی القَومِ
الظّٰلِمِینَ وَسَیَعلَمُ الَّذِینَ ظَلَمُوا اَیَّ مُنقَلَبٍ یَّنقَلِبُونَ ۰

ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ
مارچ ۱۹۳۴ء

قطعہ تاریخ از عالیجناب قدسی القاب زبدۃ العلماء الکرام عمدۃ الاطباء العظام الاخ الاعز المحترم مولانا المخدوم المفخم حکیم السید مظاہر حسین صاحب قبلہ مدظلہ نوگانوی

تھا والد ماجد نے لکھا مقتل شبیر | بے مثل اگر اسکو کہیں ہم تو بجا ہے
اب بار دویم چھپ گیا وہ فضل خدا سے | ترمیم جسے ذاکر سرور نے کیا ہے
تاریخ لکھوں فکر تھی ہر لحظہ مجھ کو | ہاتف نے ندا دی کہ ریاض الشہداء ہے

۱۳۵۲ھ

ایضاً از عزیز المراتب جمیل المناقب حکیم سید عباس حسین صاحب زاد محبتہ نوگانوی

غم والا نے پہلی بار لکھی | چھپ گئی اور ہاتھوں ہاتھ بکی
بھائی صاحب کی جب ہوئی ترمیم | ہو گئی اور قابل تعظیم
عقل سے بولا ہاتف خوشگو | دفتر زینت المجالس لو

۱۳۵۲ھ

شیعہ دائرۃ الاشاعت نوگانوہ سادات ضلع مرادآباد، مذہبی کتابوں کا مخزن اور بہترین تصنیفات و تالیفات کا مرکز ہے۔

چودہ ساغر

تعلیم الشہداء	عہ
الاعتبار	عہ
اثبات الحجاب	۲/
تاریخ العلماء	۶/
مصائب الابرار	۱۲/
سلسلۃ الذہب	۱۲/
عین حقیقت	۱/
جواہر بے بہا	۸/
ترجمہ مقتل ابن نما	۸/
ترجمہ مقتل لہوف	۸/
تحفۃ الاخبار	۵/
وظائف الشیعہ	عہ
گنج مقفل	۴/
استغاثات	۳/

پتہ

دفتر شیعہ دائرۃ الاشاعت نوگانوہ ضلع مرادآباد